ملفوظاتِ خواجہ نقشبندؒ
بہاؤالدین والحق علاوۃ الحق
سیّد عبدالودود شاہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

مَلفُوظاتِ خواجہ نقشبندؒ

سیّد عبدُالوُدود شاہ

ضیاءُ القُرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکِستان

نام کتاب	ملفوظات خواجہ نقشبند
مصنف	سید عبدالودود شاہ
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
تاریخ اشاعت	جولائی 2002ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z325
قیمت	Rs 120.00

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

عرض ناشر

بزرگان دین کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ تزکیہ نفس اور اللہ کریم کے تقرب کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے ان نورانی ہستیوں کے احوال و اقوال انسانی زندگی میں ایک خاموش انقلاب کا درجہ رکھتے ہیں۔

خاموش انقلاب کی داعی ان روحانی شخصیات میں خواجہ نقشبند حضرت بہاؤ الحق نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ایک نمایاں مقام کی حامل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ آسمان تصوف کا وہ روشن آفتاب ہیں جس کی کرنوں سے فسق و فجور اور گمراہیوں کی تاریکیاں کافور ہوئیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نور نور زندگی کے احوال کتاب کی صورت میں پیش کرنا ادارہ ضیاء القرآن کے لئے باعث یمن وسعادت ہے۔ بالعموم یہ کتاب تمام سلاسل سے تعلق رکھنے والے سالکین اور بالخصوص سلسلہ نقشبند سے تعلق رکھنے والے حضرات کیلئے حضرت خواجہ نقشبند کی حیات عالیہ کے مختلف احوال کو جاننے کا مفید ذریعہ ثابت ہوگی۔ یہ کتاب محترم سید عبدالودود شاہ کی محنت شاقہ کا ثمر ہے۔

اللہ کریم اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

طالب دعا

میجر (ر) محمد ابراہیم شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس خداوند اعظیم کی بے انتہا تعریف ہے کہ اولین و آخرین کی بیان کردہ تعریفوں کا مجموعہ اس کی تعریف کرنے کی ابتدا ہے اور ملاء اعلیٰ کے مقرب فرشتوں کی بیان کردہ بزرگی، گویا اس کی بزرگی بیان کرنے کو ابھی شروع کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے منظور نظر حضرات نے خالصتاً اسی کی مہربانی سے درجہ قبولیت پایا ہے۔ اسی طرح عارف حضرات کا اس کی مکمل معرفت بیان کرنا اپنی بے بسی اور درماندگی کا اقرار کرنا ہے۔ جبکہ اس پاک ذات کی اصل معرفت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کرنے سے اپنی درماندگی ظاہر کی جائے۔ باری تعالیٰ وہ پاک ذات ہے جس کی شان کبریائی پیغمبروں کی عقل کو بے بسی کی زمین پر پھٹک دیتی ہے۔ اگر لاکھوں سال یہ ساری مخلوقات اور کائنات مل کر اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرنے میں لگ جائیں تو آخرکار اپنی بے بسی کا اقرار کر کے انہیں یہ کہنا پڑے گا کہ باری تعالیٰ ہماری بے سمجھی کو جان چکے ہیں۔

خلاصہ کائنات و موجودات حضرت محمد ﷺ پر درود سلام ہو۔

صاحب لولاک اور پیغمبروں کے بادشاہ، انفرادی و اجتماعی طور پر سب کے مقتداء اور رہنما ہیں اور آپ ﷺ کی آل و اصحاب پر، جو کہ ہدایت کے ستارے اور دشمنوں کو مارنے کے لئے ہیں آپ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام راہ حق کے ستارے اور صدق و صفا کی راہ میں آگے نکل چکے ہیں آپ ﷺ کے تابعین اور تبع تابعین پر بھی ہو روز جزا تک۔

امّا بعد، اصحاب بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ پیغمبری کے مبارک مقام کے بعد ولایت خاصہ سے کوئی دوسرا شریف اور عزیز مرتبہ نہیں اگرچہ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کی رو سے ولایت عام، انتہائی نفیس اور کامل تر چیز ہے کیونکہ اس سے عوام اور خواص کو باری تعالیٰ کی معرفت کی عزت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے کہ "میں گویا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا لہذا اپنی معرفت کرانے کی خاطر میں نے مخلوق کو پیدا کیا، لیکن یہ معرفت ہر ایک کو اس کی شان و ہمت کے مطابق حاصل ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:۔ "اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو

دوسرے پر بہتری عطا فرمائی'' اور حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ لوگ، سونے اور چاندی کی کانوں کی مانند ہیں۔

اس کی بنیاد یہ ہے کہ بعض حضرات کو صرف صحیح اعتقاد رکھنا نصیب ہوتا ہے۔ اور بعض کو اس پر یقین کا اضافہ نصیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ''نور کے اوپر نور ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے''۔ بہرکیف ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اسے دے دیتا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے ان مناصب کو حاصل کرنے کے طریقے بتلائے، جیسا کہ ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔ ''علماء سے پوچھ لیا کرو اصحاب حکمت سے ملنا جلنا اور بڑوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کرو''۔۔ چنانچہ خواجہ امام محمد علی حکیم ترمذی نے اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں اس حدیث کی تشریح یوں فرمائی:۔ ''مردان الٰہی اور خاصان الٰہی زمین میں تین قسم کے ہیں، ہر ایک قسم کو اپنی پونجی کے مطابق معرفت حاصل ہوتی ہے۔ کچھ ان میں سے حلال وحرام کے عالم ہوتے ہیں جو اسی میدان کا شغل رکھتے ہیں۔ (۲) کچھ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کا انہیں علم حاصل ہوتا ہے جو حکمت کا شغل رکھتے ہیں (۳) کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ پر محدود ہوتا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے نور اور اس کی ہیبت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں یہی اولیائے کرام ہیں''۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیدوں اور شرعی امور کے بارے میں علمائے شریعت سے استفتاء کرو، تدبیر اور حکمت الٰہی سے متعلق جستجو میں ہو تو حکماء (باحکمت) حضرات سے دوستی اور صحبت رکھو، اگر حقیقتوں اور راز جاننے کی اور معرفت باری تعالیٰ کی فکر میں ہو تو بزرگوں کی ہم نشینی اختیار کرو، جو حقیقت میں اولیاء اللہ ہیں، ان کو دیکھنا دوائی ہے اور ان کی ہم نشینی کرنے سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور بحوالہ نوادر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''علماء تین قسم کے ہیں، عالم بامر اللہ، عالم باللہ اور عالم باللہ بھی اور عالم بامر اللہ بھی، یہ تیسری قسم کے وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ ان کا دیکھنا دوائی، ان کے ساتھ بیٹھنا شفاء ہے'' اگرچہ اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ ہر قسم کے حضرات مذکور ہیں خواہ کسی قسم کے علم سے موصوف

ہوں جسے خاص طریقے سے حاصل کرنا واجب ہے، جیسا کہ حدیث:۔ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' میں فرمایا گیا۔ اور حدیث کی تشریح خود حدیث ہی کر سکتی ہے۔

آپ ﷺ کے کلام کی تشریح آپ ﷺ ہی کے کلام سے حاصل کیجئے۔ کیونکہ لقمان کی حکمت کا لقمان ہی سے پوچھا جا سکتا ہے۔ اہل تصوف اس پر متفق ہیں کہ احوال اور آثار کا ظاہر ہونا ہرگز اولیاء کے اختیار میں نہیں، اسی طرح مشائخ (اولیاء) کی مجلس میں پہنچنا بھی کسی طالب (مرید) کے اختیار میں نہیں، خالص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ ضعیف بندہ (صلاح بن مبارک البخاری) خواجہ علاء الحق والدین المعروف بہ ''عطارؒ'' کی خدمت میں ۷۸۵ھ کو پہنچا، جن کے ذریعہ مجھے حضرت شیخ بہاؤالحق المعروف بہ نقشبند کے ہاں شرف قبولیت نصیب ہوئی۔

''کلام ختم ہو کر بھی آپ کے اوصاف ختم نہیں ہو سکتے۔ کیا فنا ہونیوالی چیز بھی نہ ختم ہونے والی کا احاطہ کر سکتی ہے؟''

''اگر میں ساری عمر آپؒ کے اوصاف کی تشریح کرنے میں لگ جاؤں۔ تو میری عمر ختم ہو جائیگی مگر تشریح مکمل نہیں ہو گی'' جبکہ حضرت کا طریقہ صحبت کا تھا لہذا میں آپ کے درویشوں کی صحبت اختیار کرنے لگا، ان حضرات میں سے ہر ایک حضرت صاحب کی کرامات کا بکثرت مجلسوں میں ذکر کرتا تھا حقیقت میں ولی اللہ کی کرامت اس امت کے پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے جو اس ولی کے ذریعہ ظہور پذیر ہوتا ہے جو پیغمبر کا فرمانبردار ہو۔۔ لہذا مجھے انہی کرامات کو جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا:

''اگر مردان خدا کے حال کا حصہ مجھے نہیں ملا۔ کیا ہوا تو اس کی یاد رکھنا بہتر رہے گا گلے میں زہر سے''

ہمارے ایک دوست نے کہا کہ آپ مولانا حسام الدین خواجہ یوسف کی صحبت میں رہ کر اسی سلسلہ میں بہتر طور پر کام کر سکتے ہیں جبکہ یہ صاحب حضرت مولانا حافظ الدین کبیر بخاریؒ کے فرزند تھے، علمائے بخارا کے استاد تھے اور ہمارے حضرت کی صحبت میں کافی عرصہ رہ چکے تھے، حضرت خواجہ نے اس وقت اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ میرے بعد تمہیں اختیار ہے۔ لہذا اس بندہ ضعیف نے اپنا یہ ارادہ ملتوی کیا، جب پیر کی رات

مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۹۷ھ ہمارے حضرت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صابر رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک حضرت صاحب کے صاحبزادے خواجہ علاء الحق کی خدمت میں ہم رہے جبکہ آپ بزرگوار حضرت جی کے خلیفہ بھی تھے اور اپنی حیات میں بھی اکثر مریدوں کو ان کی صحبت اختیار کرنے کو فرماتے تو انہوں نے اس بارے میں اشارہ سے اجازت عطا فرمائی، جب میں نے آپ سے کچھ کرامات نقل کیں تو حوادث زمانہ اس میں آڑے آئے اور کام ابھی ختم نہیں ہوا تھا، لیکن جب خلیفہ مجاز ھذا نے مکمل اجازت دیدی جس کے بموجب اپنے کام کی تکمیل کرنا مجھ پر واجب ہوا، کیونکہ بزرگوں کے حکم کی تکمیل کرنا فرض عین ہے اور اس کے باعث فلاح دارین نصیب ہوتی ہے، ان کی توجہات عالیہ طالب (مرید) کے دل پر مرکوز ہوتی ہیں اور بشری حجابات آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں یہ کتاب ''انیس الطالبین وعدۃ السالکین'' اس کے حصول مقصد کا ذریعہ بن جائے گی اور دلوں کے قبول کرنے کیلئے ایک رابطہ، جبکہ بیشک یہی ایک بے زبان صحیفہ کا اشارہ ہے، اللہ تعالیٰ کی امداد سے جب ان کرامات کی تشریح کی جائے گی جو مجھے حضرت صاحب کے خاص مریدوں، ہم نشینوں اور درویشوں سے پہنچی ہیں تو قوی امید ہے کہ آپ کے خلیفہ مجاز فرزند گرامی خواجہ علاؤ الحق کی کرامات بھی اس میں شامل ہوں گی، جبکہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے دل میں جو فیوض اللہ تعالیٰ نے ڈال دیے ہیں میں نے وہی فیوض اپنے صاحبزادے خلیفہ مجاز کے دل میں ڈال دیے ہیں، اس لحاظ سے خلیفہ مجاز کی کرامات بعینہ۔ حضرت صاحب کی کرامات ہوں گی، چنانچہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میرے چھپ (فوت) ہو جانے کے بعد میرے انوار لوگوں پر ظاہر ہوں گے۔ یہ ظاہر اور روشن ہونا لوگوں کی حقیقی آشنائی کا ذریعہ بن جائے گا جب یہاں پر اس کتاب میں انوار ولایت، قربت اور کرامت کے آثار اور محبت کے نتائج بیان ہوں گے تو ضروری ہوا کہ ابتداء میں ولایت اور کرامت کے بارے میں کچھ تشریح کی جائے۔ ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کی بدحالی بیان کی جائے جو کرامات اولیاء کے منکر ہو کر ان کے احوال کی نفی کرتے ہیں اہل اللہ پر ناپاک اعتراض

کرنے کا بیان بھی اس میں کریں گے، اولیاء کرام کے فضائل بھی بیان کریں گے۔ ان نیک بختوں کا ذکر بھی کریں گے جنہوں نے اہل اللہ سے محبت کرنے کے صلہ میں سعادت اور خوش قسمتی پائی ہے۔ ان لوگوں کی بدبختی بھی بیان کریں گے جو اہل اللہ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص اس کتاب کو تبرک کے طور پر پڑھے تا کہ اس کے ذریعہ ہدایت پانے کی توفیق اسے نصیب ہو تعظیم اور نیاز مندی کے آداب بجالائے، اولیاء اللہ کے ان فضائل اور خصلتوں پر غور کرے جو خالص اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اولیاء کو حاصل ہوئیں اس لحاظ سے اس کی چار قسمیں ہوئیں۔

پہلی قسم: ولایت اور ولی کی تعریف میں

دوسری قسم: ہمارے خواجہ کے ابتدائی حالات کی تشریح اور سلسلہ خواجگان کے بیان میں۔

تیسری قسم: ہمارے خواجہ کی صفات، حالات اور اقوال کا بیان، آپ کے طریقہ کار، کردار، اخلاق، روش اور نسبت سلوک کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ آپ کی صحبت کے کیا نتائج نکلے؟ اپنے مریدوں سے ہر موقعہ پر آپ کا کیا معاملہ تھا؟ وہ حقیقتیں اور لطائف کہ جو صحبت کی مجلسوں میں ان کے الفاظ مبارک سے حاصل ہوئے۔

چوتھی قسم: وہ تمام کرامات، ظہورات، احوال و آثار، جو ہمارے خواجہ سے دریائی موجوں کی طرح میں نمودار ہوئے۔

پہلی قسم ولی اور ولایت کی تعریف

ولایت اس نور کا نام ہے جو ''وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا'' کی شان میں فیاض اعلیٰ کی طرف سے کسی نیک بندہ خدا کے دل پر طلوع اور پر توفگن ہوتا ہے، جس کے باعث اس کا سینہ اور قلب کھل جاتا ہے اور حقیقی اسلام اس میں جاگزین ہوتا ہے اور بموجب کلام الٰہی۔

'' بھلا، جس کا سینہ کھول دیا اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے واسطے، سو وہ روشنی میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے'' اسے اللہ تعالیٰ سے قرب، محبت اور کرامت کا شرف حاصل ہوتا ہے اور اس سے ظاہر ہونے والی تمام چیزوں کا جلوہ اس میں ظہور پذیر ہوتا ہے جو نور مذکور کا عکس ہوتا ہے اور یونہی قربت، بزرگی اور محبت کا اثر ہوتا ہے، اگرچہ اسی کا نام لوگوں نے کرامت رکھ دیا ہے تاہم اس کی علامتیں کافی ہیں، چنانچہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آجائے''۔ خواجہ محمد علی۔ حکیم ترمذی، اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں حدیث مذکور کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ ولی کا دل جلال الٰہی کے انوار کا مسبط، ہیبت کبریائی کی کان اور قربت الٰہی کا حسن ہے، جس کا اثر ولی کے چہرے پر نمایاں ہوتا ہے، مطلب یہ کہ ولی کی زندہ دلی کے یہی اثرات اس کے ظاہری اعضائے جسمانی پر نمودار ہوتے ہیں اور یونہی اس کے چہرے پر نظر ڈالنے سے دیکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے، حضرات عزیزانؒ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے:۔

''جن کے ساتھ بیٹھنے سے تیرا دل جمع اور مطمئن نہیں ہوتا، بلکہ تجھے بے اطمینانی ہو جاتی ہے۔ تو ایسی قوم اور ایسے لوگوں سے دور رہا کر ورنہ.....

علامت ولایت کی نشاندہی یوں بھی فرمائی کہ حقیقی بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے انسان جسم کی زحمتوں سے خلاصی پا کر روح اور دل سے اپنا تعلق استوار کر لیتا ہے جس کے باعث اسے دل جمعی نصیب ہوتی ہے، اسی طرح ہمارے حضرت خواجہ زیادہ تر یہی

فرماتے تھے:۔

''ولی کی تین نشانیاں ہیں، پہلی نشانی یہ ہے کہ اسے دیکھنے سے تیرا دل اس کی طرف کھچ جاتا ہے۔

اس کی دوسری نشانی یہ ہے کہ مجلس میں بات کرتے وقت پوری مجلس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔

تیسری نشانی اس کی یہ ہے کہ اس کے کسی عضو سے بھی غیر شرعی حرکت صادر نہیں ہوتی''

چنانچہ از روئے حدیث قدسی:۔''جب میں اپنے کسی بندہ کا دل دنیا و آخرت سے خالی پاؤں تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں، اور یوں اسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہوں کہ اس کا سننا، دیکھنا، ہاتھ سے پکڑنا، پاؤں سے چلنا، زبان سے بات کرنا اور اس کی دلی کیفیت سب میری مرضی کے مطابق ہو جاتی ہے'' ان علامات کی طرف ایک باریک اشارہ پایا جاتا ہے مطلب یہ کہ جس بندہ کا دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا وغیرہ حق ہوتا ہے تو یقیناً اس کی تمام حرکات بہترین اور وہ مقبول ترین ہوتا ہے، اسے دیکھنے یا اس کی بات سننے سے ہر ایک اس کے جمال و کمال کا اقراری اور قبول کرنے والا بن جاتا ہے، چنانچہ منقول ہے کہ کوئی شخص ہمارے خواجہ کے روئے مبارک کو تک رہا تھا آپ نے اسے فرمایا:''ہماری طرف نہ تکنا کہ دل گنوا دو گے۔ ہمارے چہرہ کو دیکھنے والا دیوانہ ہو جاتا ہے، جب تم دیوانہ نہیں ہو تو ہمارے گردو پیش میں نہ رہو'' اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کسی ولی کی کرامت اس کے پیغمبر کا معجزہ ہی ہوتا ہے، اور ولی ہونا اسی کرامت سے ثابت ہوگا جو صراط مستقیم اور سنت نبوی پر قائم رہنے والے سے ظاہر ہو۔ ہمارے خواجہ فرماتے تھے کہ صرف خلاف عادت امور اور کرامات کسی سے صادر ہونا معتمد چیز نہیں بلکہ اصل چیز استقامت اور متابعت سنت نبوی ہے۔ اسی طرح علم عقائد کی رو سے:''ولی کی کرامت رسول ہی کا معجزہ ہوتی ہے لہذا وہ کرامت نہیں ہوگی جو خلاف شرع امور کے مرتکب سے ظاہر ہو''۔ کتاب ''تصرف فی علم التصوف'' میں تحریر ہے کہ:

''اہل سنت والجماعت کے فقہائے امت اس بات پر متفق ہیں کہ کرامات اولیاء برحق ہیں اگرچہ معجزات کی طرح معلوم ہوں، مثلاً پانی پر چلنا، حیوانات سے

باتیں کرنا اور بے وقت اور بے مقام کسی چیز کا ظاہر ہونا'' یہ تمام چیزیں اولیاء کی کرامات ہوسکتی ہیں جبکہ ہر ایک قسم کی کرامتوں کی مثالیں احادیث اور آثار صحیحہ میں موجود ہیں، اور قرآن کریم اس امر کا گواہ ہے کہ کرامت ولی خاص رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں بھی ظاہر تھی اور اس کے بعد بھی ظاہر ہوتی رہی ہے، لہذا منکرین کرامت درحقیقت منکرین معجزات ہیں جو کہ کھلی گمراہی ہے، لیکن تعجب تو ماننے والے اہل سنت والجماعت کے ان لوگوں پر ہے جو مضبوط دلائل سے اولیاء کی کرامتیں تو ثابت کرتے ہیں اور جب ان سے خلاف معمول اور خلاف عادت امور خود دیکھ لیتے ہیں تو اولیائے کرام کے بارے میں گالی گلوچ اور فحش قسم کی باتیں کرتے ہیں (اللہ ہم سب کو بچائے رکھے) ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی پاک اعتقاد والے مومن کی اسی قسم کی بدعقیدگی کسی ولی کے بارے میں ہو، جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں لگانے سے یقیناً بعض تہمت گناہ ہے'' اولیاء اللہ کو ناحق سمجھنے والے! ان کے بارے میں نیک گمانی کرنے میں برائی کی کیا بات ہوسکتی ہے؟ اور چہ جائیکہ تو اولیائے کرام کے بارے میں اس قسم کی باتیں جزم کے ساتھ کرے تمہیں ان کے احوال کے بارے میں بے خبری کی حالت میں بھی اسی قسم کی باتیں نہیں کہنی چاہئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی نہی یوں فرمائی:۔

''اور پیچھے نہ پڑ اس بات کہ جس کی خبر تجھ کو نہ ہو'' (القرآن)

اور ہمارے لئے اس میں ''بہترین نمونہ ہے۔ خصوصاً کرامت کے بارے میں جبکہ کرامت، حقیقت میں پیغمبروں کا معجزہ ہے، اگر مطلع اور ظاہر ہونے کی صورت میں کوئی ایسی بات کہے تو اسے حسد اور حق چھپانے پر محمول کیا جائے گا حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے ''حق اور باطل کو باہم نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق مت چھپاؤ''-- دوسری جگہ فرماتا ہے: ''دلی حسد کی وجہ سے (ایسا کرتے ہیں) حق ظاہر ہونے کے بعد'' ظاہر بین لوگوں نے جزم کے ساتھ رائے قائم کر لی ہے کہ ولی گزشتہ اور آئندہ دونوں قسم کی خبریں دے سکتا ہے، انہیں اس کا علم نہیں ہوتا کہ ہر ایک اولیائے کرام کی صحبت سے راہ پاتا ہے اور ان کی نظروں میں قبولیت کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی بشری صفات

فرشتوں کی صفات میں تبدیل ہوتی ہیں اور کتاب ''نوادر الاصول'' میں تحریر ہے کہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنا علمائے باطن کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ ان کے پاس یقین کا نور ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلیں بڑھا دی ہیں کہ وہ ایسے احوال بیان کرنے پر بھی قادر ہوتے ہیں جن کے بیان کرنے سے ظاہر کے علماء عاجز اور حیران رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ظاہری علماء اس سے انکار کرتے ہیں کہ نماز میں وسوسہ ہونا بند ہو جاتا ہے، یا وہ پانی کے اوپر چل سکتا ہے یا اس کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے یا کوئی طعام اسے بے وقت یا بے محل مہیا ہوتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو علمائے ظاہر وہی کہتے جیسا کہ مطرف بن عبداللہ (ولی اللہ) نے اپنے ساتھی سے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلانے والا اس کو بھی جھٹلاتا ہے''۔

''زندہ دلوں کی حالت سے منکر ہو گئے ہو۔ گویا جو چیز تجھے حاصل نہیں وہ کسی کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی''

اہل اللہ پر اعتراض کرنا انتہائی خطرناک امر ہے، چنانچہ ہمارے خواجہ فرماتے تھے کہ اہل اللہ کی ہر قسم بے ادبی کی تدبیر تو ہو سکتی ہے۔ البتہ ان پر اعتراض کرنے کی بے ادبی کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہی حضرات عذر خواہی کا طریقہ جانتے ہیں، اسی صورت میں جب ان کے لئے کوئی عذر خواہی نہ کر سکے۔ وہ صاحب اعتراض لوگ ان کی خیر و برکت سے محروم رہ جائیں گے، حضرت والا یہ بھی فرماتے رہے کہ اہل تمکین اولیائے کرام کی صحبت میں اپنے احوال کی حفاظت کرنا انتہائی مشکل اس لئے ہے کہ ان کی ولایت کا بادشاہ ان کے احوال پر قابض ہے، لہذا ان کے حالات و اوصاف کو ہرگز نہیں پہچانا جا سکتا، تا آنکہ وہ بھی اسی قسم کا صاحب حال ہو جائے، اگر ان اصحاب ولایت کے بارے میں بظاہر یا باطن (دل) میں کوئی خلاف بات لائی جائے تو وہ بھی بڑی خطرناک ہوتی ہے، یہ چنگاری (آگ) کی مانند ہے جو راکھ میں چھپی ہوئی ہو، چنانچہ صلح حدیبیہ سے متعلقہ آیت:۔ ''اگر نہ ہوتے کئی مرد ایمان والے اور کئی عورتیں ایمان والیاں تو تم کو معلوم نہیں، یہ خطرہ کہ تم اس کو پیس ڈالتے پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی بے خبری سے'' میں اسی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، اور کتاب ''قوت القلوب

فی معاملة المحبوب ‘‘ میں تحریر ہے کہ جو بھی کسی ’’اہل یقین وعرفان کے کسی مقام یا طریقہ کا انکار کرے تو اس کا بہترین حال یقین کی کمزوری ہے اور بدترین حال ایمان نما کفر ہے‘‘ اور اس کی کمترین سزا وجد سے محروم رہنا اور شہود کا فقدان ہے اور ’’فاتحہ العلوم‘‘ میں کچھ عارفوں سے منقول ہے کہ صدیقان و مقربان کے اس علم سے اگر کوئی بے بہرہ رہ جائے تو حالت نزع کی آخری سانس میں اس کے برے حال پر ڈرتا ہوں، اور اس علم کے منکر کی ادنیٰ ترین سزا یہ ہے کہ اس (علم) سے کسی بھی وقت فیضیاب نہ ہو سکے گا، اور جس کے قلب کو اس علم کی خوشبو پہنچی ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ درحقیقت، فضائل اولیاء سے متعلق وہ کامل تصدیق رکھتا ہے، چنانچہ نوادر الاصول میں رسول اللہ ﷺ سے بطریق صحیح منقول ہے کہ:۔’’میری امت کے صدیقین حضرات کو خلافت انبیاء کا مرتبہ حاصل ہے۔ وہ اسی مقصد کی طرف بلاتے ہیں جس کی طرف پیغمبران علیہ السلام بلاتے رہے ہیں‘‘ اور اہل تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ اس علم کا حاصل صدیقیت ہوگی جسے یہ علم رکھنے والے سارے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مرتبہ پیغمبری کے بہت زیادہ قریب ہے چنانچہ سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ صدیقوں کے انتہائی احوال انبیاء کے ابتدائی احوال ہیں، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ’’عام مومنوں کا انتہائی مقام اولیائے کرام کا ابتدائی مقام، اولیاء کرام کا انتہائی مقام شہیدوں کا ابتدائی مقام، شہیدوں کا انتہائی مقام صدیقوں کا ابتدائی مقام اور صدیقوں کا انتہائی مقام انبیاء علیہم السلام کا ابتدائی مقام ہے ان کا انتہائی مقام رسل کا ابتدائی مقام، ان کا انتہائی مقام اولوالعزم کا ابتدائی مقام اور اولوالعزم کا انتہائی مقام رسول اللہ ﷺ کا ابتدائی مقام ہے جس کی کوئی انتہا متعین نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اسے کوئی نہیں جان سکتا، چنانچہ ازل اور میثاق میں بھی ان مبارک حضرات کی ارواح مبارکہ انہی درجات کے مطابق تھیں اسی طرح قیامت کے درجات بھی اسی کے مطابق ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت کے درجات بھی یہی ہیں، چنانچہ کی کتاب ’’ختم الولایة‘‘ از خواجہ امام محمد علی حکیم ترمذی میں تحریر ہے آیت نمبر ۵۲ سورت نمبر ۲۲ میں ’’مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ‘‘ کے ساتھ ابن عباس نے ’’وَلَا مُحَدِّثٍ‘‘ بھی ملا کر پڑھا ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ پایا

جاتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کے دلوں میں بطور الہام، اللہ تعالیٰ کچھ باتیں ڈال دیتے ہیں، اور کتاب ''نوادرالاصول'' میں اس قسم کے اولیاء اللہ کے بارے میں تحریر ہے کہ ''اس قسم کے اولیائے کرام کے دلوں میں ان کے خواب میں ان کے دلوں میں جو باتیں ڈالی جاتی ہیں تو وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتی ہیں اور بیداری کی حالت میں ان کے دلوں میں ڈالی گئی باتوں کی یہ حیثیت ان کے درجات اور مناصب کے مطابق اس سے بڑھ کر ہوتی ہے مثلاً کبھی نبوت کا تیسرا حصہ، کبھی نصف اور کبھی اس سے بھی زیادہ''۔۔ اسی طرح ''نوادر الاصول'' میں تحریر ہے کہ ''اہل یقین نبوت میں سے کچھ حصہ پانے والے ہوتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی، نیک کرداری اور خوش اخلاقی نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے'' لہذا اولیاء اللہ سے محبت رکھنے کا نتیجہ درجہ اول کی سعادت مندی اور ان کی دشمنی خسارے کی موجب ہے۔ (اگر میرے ساتھ ہمیشہ محبت رکھو گے تو دنیا سے تمہیں صحیح سلامت اٹھا کر لاؤں گا، اگر میرے ساتھ محبت رکھنے کی بجائے دشمنی کرو گے تو دین سے بیزاری تمہارے حصے میں آئے گی) اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی تو مناقب اولیاء کا قدرے بیان ''فضائل ولایت'' کی بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے۔

دوسری قسم خواجہ کے ابتدائی احوال اور سلسلہ خواجگانؒ

خواجہ علاؤ الحق ''ہمارے خواجہؒ کے الفاظ میں'' فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مہربانی مجھ پر یہ تھی کہ میرے لڑکپن کے زمانے میں شیخ بزرگوار خواجہ محمد بابا سماسی کی نظریں مجھ پر جم گئیں اور مجھے اپنی فرزندی میں لے لیا''۔

ہمارے خواجہ کے دادا بزرگوارؒ سے منقول ہے کہ جب میرے صاجزادے بہاؤ الدین کی عمر تین دن ہوئی تو حضرت خواجہ محمد بابا ایک جماعت کے ساتھ ''قصر ہندوان'' میں تشریف فرما ہوئے۔ میں آپ سے گہری عقیدت و محبت رکھتا تھا، وہاں آپ سے گہری عقیدت اور محبت رکھنے والے اور بہت لوگ بھی تھے، میرے دل میں یہ بات آئی کہ اپنے اس صاجزادے کو آپ کی خدمت میں لے جاؤں اور یہ معاملہ میں

نے آپ کے سینے (کشف) پر چھوڑ دیا اور انتہائی عقیدت اور عاجزی کے ساتھ حضرت خواجہ محمد کی خدمت میں لے گیا، آپؒ نے فرمایا:۔ ''یہ میرے فرزند ہیں'' ہم نے انہیں کو قبول کیا ہے، اس کے بعد حاضر بن مجمع کو مخاطب کرتے ان میں سے خصوصاً سید امیر کلالؒ کو فرمایا جتنی بار میں اس سرزمین سے گزرا ہوں، ہر بار میں نے آپ سے کہا تھا کہ یہاں سے مجھے ایک مرد کامل کی خوشبو آتی ہے، اس دفعہ آپ کے ہاں سے آتے ہوئے جب ہم یہاں قریب پہنچے تو اس خوشبو میں اضافہ محسوس ہوا، غالباً لگتا تھا وہ مرد کامل پیدا ہو چکے ہیں، لیجیے یہ وہی مرد کامل (بچہ) ہے جو لوگوں کا مقتداء اور پیشوا ہو گا۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت بہاؤ الحق کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ محمد یہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور صحبت کی مجلسوں میں فرماتے تھے کہ یہ ''قصر ہندوان''، ''قصر عارفان'' (عارفوں کا محل) بن جائے گا۔ الحمد للہ اس وقت وہ مبارک شخصیت آپ کی مبارک گفتگو کے مطابق ظہور پذیر ہو چکی ہیں۔ نقل فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ جب میرا صاحبزادہ چار سال کی عمر کا تھا ہماری ایک گائے گابھن تھی۔ ایک دن میرے یہی صاحبزادے میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ ہماری اس گائے سے ایسا بچھڑا پیدا ہو گا جس کی پیشانی چاند کی مانند سفید ہو گی، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چند ماہ بعد اسی گائے سے اسی طرح کا بچھڑا پیدا ہوا، جس دن سے میں نے یہ بات آپ سے سنی تھی اسی دن سے میں تعجب کرتی رہی، جس کا اثر حضرت خواجہ محمد بابا کے ارشاد سے ہم پر ثابت ہو گیا۔

خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کم و بیش اٹھارہ سال کی عمر میں تھا کہ میرے دادا بزرگوار مجھے شادی شدہ دیکھنا چاہتے تھے، مجھے شیخ بزرگوار حضرت سماسیؒ کی خدمت میں سماسی بھیج دیا، فرمائش کے مطابق میں سماسی پہنچ گیا اور حضرت خواجہ سے مجھے شرف ملاقات نصیب ہوا اس شام میں آپ کی خدمت میں موجود رہا، آپ کی صحبت کی برکت سے اس رات میرے دل میں التجا اور عاجزی کا جذبہ موجزن ہوا، رات کے آخری پہر میں اٹھا، اور وہاں ہی مسجد میں میں

نے دو رکعت نماز پڑھی سجدے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں نے کافی دعا کی اور عاجزی اظہار، اسی دوران میری زبان پر یہ بات آئی: ''یاالٰہی مجھے مصیبت برداشت کرنے اور آپ کی محبت کی سعادت نصیب فرما''۔ کہتے ہیں کہ محبت کا دروازہ کھٹکھٹانے سے محنت جواب دے گئی، جب صبح کے وقت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ دعا یوں کرنی چاہیے تھی، کہ ''یاالٰہی اپنی مرضی کے مطابق مجھے چلا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی میں ہے کہ بندہ پر مصیبت نہ آئے، اگر اپنی حکمت سے اللہ تعالیٰ اپنے دوست پر مصیبت نازل فرمائے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے برداشت کرنے کی قوت بھی عطا فرماتا ہے، اور اس کی حکمت بھی اسے بتلاتا ہے، خود اپنے لئے مصیبت نہیں مانگنی چاہیے، اس کے بعد جب کھانا کھایا گیا تو حضرت خواجہ نے دسترخوان سے ایک روٹی اٹھا کر مجھے دی، میرا دل اسے لینے کو نہیں چاہتا تھا، مگر انہوں نے فرمایا کہ ''لے لو، تمہارے کام آئے گی'' میں نے وہ روٹی لے کر آپ'' کی سواری کے پیچھے پیچھے قصر عارفان کی طرف روانہ ہوا اس دوران شیطانی وسوسوں کے باعث جب ان کی طرف سے میری توجہ ہٹنے کو ہوئی تو آپ میری طرف کچھ التفات فرماتے اور کہتے ''اپنے دل کو قابو میں رکھ''۔ اس کے باعث میرا آپ کے ساتھ یقین اور محبت بڑھتی چلی گئی، راستے میں ایک مقام پر ہمیں حضرت خواجہ کے ایک عقیدت مند کے ہاں ٹھہرنا پڑا، وہ صاحب پوری عقیدت اور محبت سے پیش آئے، لیکن خواجہ کے اترنے سے وہ پریشان ہونے لگے۔ خواجہ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کی کہ'' میرے ہاں بالائی موجود ہے لیکن روٹی نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، بھئی وہ روٹی لاؤ یہ اب تمہارے کام آئے گی، اسی طرح کے کئی دوسرے احوال آتے جاتے آپ سے ظہور پذیر ہوئے جن میں سے پہلا یہی واقعہ تھا۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ہمارے حضرت خواجہ کے الفاظ یوں نقل کرتے ہیں، جب حضرت خواجہ محمد بابا انتقال کر گئے تو میرے دادا بزرگوار مجھے سمرقند لے گئے وہاں کے ہر درویش اور اہل دل کی خدمت میں حاضری دی اور انتہائی عجز وانکسار سے ان کے حضور پیش آتے رہے، ان میں سے ہر ایک کی نظریں مجھ پر جمتی رہیں، اس کے بعد

مجھے بخارا میں لے جا کر وہاں میری شادی کرائی، میں قصر عارفان میں تھا کہ اسی دوران عزیزان کی مبارک ٹوپی مجھے پہنائی گئی، میری حالت دگرگوں ہوئی اور میری امید مضبوط تر ہوتی گئی اسی وقت حضرت سید امیر کلال" تشریف فرما ہو کر کہنے لگے کہ حضرت خواجہ محمد بابا نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے فرزند بہاؤ الدین کی تربیت اور شفقت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھنا ورنہ آپ مجھ سے عاق ہوں گے اور مزید کہا کہ اگر میں نے حضرت خواجہ کی وصیت پہنچانے میں معمولی تقصیر بھی کی ہو تو میں انسان نہیں ہوں گا۔

ہمارے خواجہ نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضرت آقا (جو ترکی کے ایک مشہور شیخ طریقت تھے) مجھے ایک درویش کے سپرد فرمارہے ہیں، بیدار ہو کر بھی مجھے اس درویش کی شکل و شباہت یاد تھی، میں نے یہ خواب اپنی دادی بزرگوار کی خدمت میں بیان کیا جو نیک بی بی تھیں، انہوں نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ آپ کو ترک مشائخ سے بھی حصہ ملے گا، لہذا میں ہمیشہ کیلئے اسی درویش کی جستجو میں رہا ایک دن بخارا میں میری ان سے ملاقات ہوئی، ان کا نام خلیل تھا میں نے اسے پہچان لیا، لیکن عین اس وقت مجھے ان کی صحبت میں بیٹھنا نصیب نہ ہوا، پریشان خاطر ہو کر اپنے گھر چلا گیا، جب شام ہوئی تو ایلچی نے آ کر کہا کہ درویش خلیل آپ کو بلاتے ہیں جلدی سے میں ان کی طرف روانہ ہوا، پوری عقیدت وانکساری سے میں نے ان کی خدمت میں حاضری دی، میں نے اپنا خواب بیان کرنا چاہا لیکن وہ اس سے پہلے ہی وہ فرمانے لگے، (ترکی میں) کہ آپ کے دل کی بات مجھے معلوم ہے، اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، میری حالت دگرگوں ہوگئی ان سے میری عقیدت اور بھی گہری ہوگئی اور عجیب عجیب حالات ان کی مجلس میں مجھے دکھائی دینے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ان کو "ماوراء النہر" کی بادشاہی سپرد کی گئی اور وہ سلطان خلیل کہلانے لگے، کسی واسطہ سے ان سے میری ملاقات ان کی بادشاہی کے زمانے میں ہوئی، میں نے ان کی خدمت بجا لانا شروع کی اور ان کے زمانہ بادشاہی میں بھی ان کے اونچے اونچے حالات کا میں مطالعہ کرتا رہا اور ان سے میری عقیدت بڑھتی جارہی تھی اور وہ بھی مجھ سے کافی شفقت کرتے رہے، کبھی پیار سے اور کبھی سرزنش سے مجھے آداب خدمت

بتاتے رہے، اس وجہ سے مجھے کافی فائدہ پہنچتا رہا، سیکھنے کے باعث یہ آداب سیر و سلوک کی راہ میں میرے بہت کام آئے اس طرح طور میں نے چھ سال ان کی بادشاہی کے زمانے میں بھی ان کی خدمت کی، کہ باہر بڑے احترام سے ان کی خدمت میں مصروف رہتا اور اندر (خلوت میں) ان کا خاص راز دار رہا چنانچہ اپنے خاصان کی مجلس میں بار بار کہتے تھے کہ جو بھی خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے خدمت بجالاتا ہے تو وہ لوگوں کے درمیان زیادہ بڑا ہو جاتا ہے مجھے معلوم تھا کہ اس سے ان کی مراد کون اور کیا ہے؟

وہ اشارہ اس طرف کرتے رہے کہ بادشاہوں کی خدمت اور قدر وعزت بھی خالص اسی لحاظ سے کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے جلال وملکوت کا مظاہر بنایا ہے نہ کہ ان کی ظاہری شان وشوکت اور بڑائی کی وجہ سے۔ جب ان کی بادشاہی کا زمانہ ختم ہوا، ان کے نوکر چاکر تتر بتر ہو گئے، دنیا اور اس کا کاروبار میرے دل میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں بخارا میں آ گیا اور وہاں ''ریورتون'' قصبہ میں قیام پذیر ہوا۔ میں نے یہی قصہ اپنے خواجہ کے درویشوں سے مختلف روایتوں کے ساتھ سنا ہے۔

نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ علاؤ الحق نے ہمارے خواجہ کے الفاظ میں فرمایا، کہ میری خبرداری، بیداری، توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اختیار کرنے کی ابتدائی وجہ یہ ہوئی کہ ایک ایسے شخص کے ساتھ میں تنہائی میں مصروف گفتگو تھا جس سے میں پیار کرتا تھا، کہ اچانک میرے کان میں آواز آئی، ایسا وقت نہیں آیا کہ سب سے تعلق کاٹ کر میرے ساتھ تعلق جوڑے اور میری طرف پوری توجہ کرے۔

تو نے اپنی تمام عمر اپنی مرضی کے مطابق گزار لی لیکن ابھی سے ہماری مرضی کے مطابق چلنا شروع کر۔

اس آواز سے میری حالت تبدیل ہو گئی، پریشانی کے عالم میں اس مکان سے باہر نکلا، اندھیری راتیں تھیں، وہاں قریب پانی کی ایک ندی بہہ رہی تھی، میں نے اس ندی میں غسل کیا، اپنے کپڑے دھوئے اور اس دل شکستگی کے عالم میں، میں نے دو رکعت نماز پڑھی، اس کے بعد کئی سال اسی تمنا میں گزر گئے کہ اسی طرح نماز ادا کرسکوں۔

نقل کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جذبہ کی ابتدا میں مجھے کہا گیا کہ اس راستے میں کس طرح آؤ گے؟ میں نے کہا کہ اس طریقہ سے کہ جو میں کہوں یا چاہوں اسی طرح ہو جائے، مجھے خطاب ہوا جیسا ہم کہیں ویسا کرنا چاہیے۔ میں نے کہا کہ میں اس پر دسترس نہیں رکھتا۔ ''البتہ جو کہوں وہ ہو جائے'' اسی راستے پر میں گامزن ہو سکتا ہوں، ورنہ نہیں، دو دفعہ اسی قسم کے سوال و جواب کے بعد مجھے ویسا چھوڑ دیا گیا، جب پندرہ دن اسی حالت میں بیت گئے، میرے احوال خراب ہوئے اور بدن (میرا) سکڑ گیا۔

''تیرے وہم وگمان سے بالاتر تیری کشش ہو جائے، تو یہ ہماری طرف سے قبولیت کی علامت ہے جو ہماری طرف تجھے کھینچتا ہے''۔

ناامیدی کے بعد خطاب ہوا کہ کیوں نہیں؟ جیسا چاہو ویسا رہو اور کہو۔ ''کہ معبود اسے قبول کر لے ویسے ہی ظاہری باعث کے بغیر۔ اسے چار چلوں کی کیا ضرورت ہے؟''

نقل فرمایا حضرت خواجہ علاؤالحق نے ہمارے خواجہ سے کہ توبہ کی توفیق ملتے وقت میں ''ریوتون'' میں تھا اور پابندی کے ساتھ نماز پنجگانہ مسجد میں باجماعت ادا کرتا رہا، ایک روز اتفاق سے جماعت کے ساتھ مجھ سے نماز فوت ہو گئی، مسجد کے امام صاحب نے مجھے کہا کہ ''ہم نے آپ کو اس میدان میں صفدر (صف بنانے والا) خیال کیا تھا آپ تو صف شکن (صف توڑنے والے) نکلے، میں نے کہا حضرت! آپ نے مجھے میدان عبادت کا صفدر تصور کیا تھا لیکن حقیقت میں (من قلب روی اندودم برزبان عبادت آن بزرگوار۔ رحمتہ اللہ۔ این بیت گزشتہ قلب روی اندودنستانند در بازار حشر: خالصی باید کہ از آتش برون آید سیم)۔

اس عزیز کی بات سے میرے باطن (دل) میں ایک درد پیدا ہوا اور اس کی آگ لمحہ بہ لمحہ بھڑکتی رہی اور میری بیقراری میں اضافہ ہوتا رہا۔

نقل کیا گیا، ہمارے خواجہ سے کہ احوال کی ابتدا میں جب مجھ پر جذبات غالب ہونے لگے، تو میں بخارا کے مضافات میں کئی راتیں پھرتا رہا، اور ہر مزار پر حاضر

ی دیتا رہا، ایک رات کو میں نے مزاروں پر حاضری دی، ہر ایک مزار پر علیحدہ علیحدہ
چراغ جل رہا تھا۔ ہر ایک چراغ میں کافی تیل اور پوری بتی تھی، لیکن اچھی طرح جلنے
اور روشنی دینے کیلئے بتی کو کچھ مروڑنے کی ضرورت تھی تا کہ بجھ نہ جائے، رات کی ابتداء
میں خواجہ محمد واسع کے مزار پر گیا یہاں مجھے ''خواجہ احمد اجشغری نوی کے مزار پر چلے
جانے کا اشارہ ملا، جب میں اس مزار پر پہنچا تو دو آدمیوں نے آکر میری کمر میں تلوار
باندھ دی اور مجھے ایک سواری پر بٹھا کر اس کا لگام ''مزداخنؒ کے مزار کی طرف موڑ دیا
اور اسے روانہ کیا، رات کے آخر میں جب ''مزداخن'' کے مزار پر پہنچا تو وہاں کا چراغ
اور بتی اسی طرح کی تھی، میں وہاں رو بہ قبلہ بیٹھ گیا، اسی توجہ میں ایک غیبی حالت مجھ پر
طاری ہوگئی، میں نے اس میں دیکھا کہ جانب قبلہ ایک دیوار پھٹ گئی ایک بڑا تخت
وہاں سے نمودار ہوا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے، سبز پردہ ان کے سامنے کھچا ہوا
تھا، اردگرد میں ایک جماعت حاضر دکھائی دے رہی تھی، میں نے اسی جماعت میں
خواجہ محمد بابا کو دیکھا جو فوت ہو چکے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ وہ دوسرے بزرگ
(جماعت کے) کون ہیں؟ اسی جماعت میں سے ایک صاحب نے مجھے کہا کہ وہ
بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق ہیں، اور وہ جماعت آپ کے خلفاء کی ہے، ان تمام خلیفہ
حضرات کے نام لے لے کر ہر ایک کی طرف اشارہ کرتے رہے۔ خواجہ احمد صدیق،
خواجہ اولیاء کلاں، خواجہ عارف ریوگیروی، خواجہ محمود انجیر فغنوی اور خواجہ علی رامسینی ہر ایک
کا نام لیا اور جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچے تو ان کی اشارہ کیا۔ میں نے ان کو حالت
نماز میں پایا اور دیکھا'' فرمایا اسی طاقتور شیخ نے آپ کو ٹوپی عطا کی ہے، انہیں آپ
جانتے ہیں؟ میں نے کہا، انہیں جانتا ہوں لیکن ٹوپی کا مجھے کچھ پتہ نہیں اس لئے کہ
بہت عرصہ اس پر گزرا ہے، فرمایا کہ وہ ٹوپی آپ کے گھر میں ہے اور آپ کو یہ کرامت
دی گئی ہے کہ آئی ہوئی مصیبت آپ کی برکت سے دفع ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس
جماعت نے کہا، کان لگا کر اچھی طرح سن لے کہ حضرت خواجہ بزرگ کچھ باتیں کرنا
چاہتے ہیں کہ آپ کو حق راستے پر چلنے (سلوک) میں اس کی کافی ضرورت ہے، اس
جماعت سے میں نے حضرت خواجہ کو سلام کرنے کی اجازت چاہی، انہوں نے آپ

کے سامنے سے وہ پردہ ہٹا دیا، میں نے خواجہ کو سلام پیش کیا اور آنجناب نے مجھے وہ باتیں بتانا شروع کیں جنکی سلوک کی ابتداء وسط اور انتہا میں ضرورت ہوتی ہے انہی باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کے دیکھے ہوئے چراغوں کا مطلب یہ تھا کہ آپ اس راہ میں استعداد اور قابلیت رکھتے ہیں، البتہ استعداد کی بتی کو روشنی دینے کی خاطر حرکت دینے اور مروڑنے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ رازہائے پنہاں آشکارا ہو جائیں اپنی قابلیت کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ مقصود حاصل ہو اور دوسری باتیں زور دے کر یہ فرمائیں کہ ہر حالت میں شریعت، استقامت امر اور نہی (شریعت) کے دائرے سے نہیں نکلنا چاہیے، عزیمت اور سنت پر عمل کرنا چاہیے، رخصت اور بدعت سے دور رہنا چاہیے، ہمیشہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کو اپنا پیشوا مان کر آپ ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام کے آثار پر عمل پیرا ہونا چاہیے انہیں باتوں کو مکمل کرنے کے بعد خواجہ کے خلیفہ حضرات نے فرمایا کہ تیری اس حالت کا سچا گواہ یہ ہے کہ مولانا شمس الدین اسکتوئی کے پاس آپ چلے جائیں کہ فلاں ترک شخص سقا نامی شخص پر دعویٰ کرتا ہے جو اسی کا حق ہے لیکن آپ سقا نامی شخص کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں، اگر سقا، ترک کے اس حق سے منکر ہو تو سقا کو پیاسا کہہ کر آواز دو، وہ اسی بات کو سمجھتا ہے اور اس کا دوسرا شاہد (گواہ) یہ ہے کہ سقا ایک کے ساتھ فساد کر چکا ہے اور جب اس کا نتیجہ نمودار ہوا تو اس کا اسقاط کرا چکا ہے جو فلاں مقام پر ایک (زیر تاکی) کے نیچے دفن کر چکا ہے، پھر فرمایا کہ جب آپ یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچائیں تو چاہیے کہ دوسرے دن آپ صبح کو فی الفور تین عدد کشمش لے کر رنگ مردہ کے راستے سے نسف کی طرف روانہ ہو جائیں اور سید امیر کلان کی خدمت میں پہنچ جائیں اور جب "فراجون" کے پشتہ پر پہنچ جائیں تو آپ ایک بوڑھے کے ساتھ ملاقات کریں گے وہی بوڑھا آپ کو ایک گرم روٹی دے گا، وہ روٹی اس سے لے لیں اور اس سے کوئی بات نہ کریں وہاں سے چل کر آپ ایک قافلے سے ملیں گے، جس سے گزر کر ایک سوار آپ سے مل جائے گا، آپ کی نصیحت سے وہ سوار آپ کے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ اور عزیزان کی وہ ٹوپی جو آپ کے پاس ہے، سید امیر کلان کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے اپنے ساتھ لے جاؤ گے اس کے بعد وہ

جماعت مجھے حرکت دے کر مجھے اصلی جسمانی حالت پر لے آئی ، اسی صبح کو جلدی سے "ریورتون" کی طرف روانہ ہو کر اپنی منزل کو چلا گیا اور متعلقوں سے ٹوپی کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا کہ وہ ٹوپی کافی عرصے سے فلاں مقام پر پڑی ہے، جب میں نے عزیزان کی ٹوپی دیکھی، تو میری حالت دگرگوں ہوگئی، میں بہت رویا اور اسی وقت میں سکتہ میں چلا گیا اور فجر کی نماز میں نے مولانا شمس الدین کی مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد میں نے اٹھ کر کہا، میں آپ کو پیغام دینے پر مامور ہوں اور سارا قصہ میں نے مولانا کو کہہ سنایا، مولانا صاحب حیران ہوئے۔ سقا موجود تھا، مدعی (ترک) کی حقداری سے انکار کر گیا، سقا کو میں نے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ تو پیاسا سقا ہے، اور عالم معنی کا کوئی حصہ بھی تجھے نصیب نہیں، وہ خاموش ہوگیا، میں نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو ایک کے ساتھ فساد کر چکا ہے اس سے ظاہر ہونے والا آپ نے اسقاط کرایا ہے جو "تاکی" کے نیچے دفن کر چکا ہے، سقا اس سے انکار کر بیٹھا، مولانا اور مسجد کے دوسرے لوگ اس جگہ پہنچ گئے، ان کے پوچھنے پر ایک پھینکا ہوا بچہ انہوں نے پایا، سقا نے معذرت خواہی کی، مولانا اور مسجد کے لوگ رونے لگے اور حالات معلوم ہوئے، جب وہ دن گزر گیا، دوسرے دن سورج طلوع ہوتے وقت حکم مذکور کے مطابق میں تین عدد کشمش ساتھ لے کر "زنک مردہ" کے راستے نسف کی طرف روانہ ہوا، میری روانگی سے مولانا کو مطلع کیا گیا انہوں نے مجھے بلا کر کافی تسلی دی اور فرمایا کہ آپ کو ایک قسم کا درد ہو رہا ہے، جس کی دوائی ہمارے پاس موجود ہے، یہیں ٹھہر جا کہ آپ کا ہم صحیح علاج کر سکیں، ان کی بات کے جواب میں میری زبان پر یہ بات آ گئی کہ میں دوسروں کا بیٹا ہوں آپ میرے منہ میں تربیت کا پستان دیدیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اسے دانتوں سے کاٹ لوں، حضرت مولانا نے خاموش ہو کر مجھے اجازت فرمائی، اسی دن کے شروع میں میں نے اپنی کمر مضبوطی سے کس لی اور دو شخصوں کو میں نے فرمایا کہ پوری طاقت کے ساتھ میرے کمر بند کو کس دیں، اور راستے میں آ گیا، جب میں فراجون کے پشتے پر پہنچا تو ایک بوڑھے کے ساتھ میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے گرم روٹی دیدی، اس سے روٹی لے کر میں نے اس کے ساتھ کوئی بات نہیں کی، وہاں سے

چل کر ایک قافلے کو میں پہنچ گیا، قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا، اسکتہ سے آ رہا ہوں پوچھا وہاں سے کس وقت باہر نکلے ہو، میں نے کہا سورج طلوع ہوتے وقت، جب میں ان سے ملا تو وہ چاشت کا وقت تھا، وہ تعجب کر کے کہنے لگے وہاں سے ہم رات کے ابتدائی حصے میں روانہ ہوئے تھے یہ چار پڑاؤ (فرسخ) کی مسافت ہے جو ابھی تک ہم نے طے کی ہے، جب میں ان سے گزر گیا تو وہ سوار مجھے مل گیا اس کے پاس پہنچتے ہی میں نے سلام کیا، اس نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ میں تو آپ سے ڈرتا ہوں میں نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر تو نے توبہ کرنی ہے، وہ جلد سواری سے اتر گیا اور بہت منت سماجت کر کے اس نے توبہ کی اس نے کئی خروار شراب انڈیل دی جو اس کی ملکیت تھی، اس سے گزر کر ایسے مقام پر پہنچا جہاں حضرت امیر کلان تشریف فرما تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عزیزان کی وہ ٹوپی میں نے آپ کے حضور پیش کی، امیر نے کافی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا کہ "یہی عزیزان کی ٹوپی ہے؟" میں نے کہا کہ "ہاں جناب" امیر نے فرمایا کہ یہ ٹوپی، دو پردوں کے درمیان آپ نے محفوظ رکھنی ہے میں نے قبول کر کے ٹوپی لے لی، اس کے بعد حضرت امیر نے مجھے ذکر کا سبق دیا، اور نفی اثبات کے خفیہ ذکر کرنے کا مشورہ دیا، کچھ عرصے تک میں اس پر عمل کرتا رہا، امر کے بمو جب میں خفیہ ذکر کرتا رہا اور جہری ذکر نہیں کیا۔

ہمارے خواجہ سے نقل کرتے ہیں، کہ اس کے کچھ عرصہ بعد ہر ایک بات نے اپنے اپنے مقام پر اثر ظاہر کرنا شروع کیا جو باتیں خواجہ بزرگ نے مجھے فرمائی تھیں اور اسی وصیت پر عمل کرنے کا نتیجہ میں خود دیکھتا رہا اور فرمان کے مطابق، میں علمائے کرام کی مجلسوں میں رہنے لگا جبکہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہ کرام کے آثار کی تحقیق کرنے پر مامور کیا گیا تھا، ان میں سے ہر ایک کا علم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کرتا رہا، جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اپنے اندر پاتا رہا۔

نقل کیا ہمارے حضرت خواجہ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ جذبہ کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ ایک رات کو میں مزار مزداخن کے قریب تھا اور میرے ساتھ درویش محمد

زاہد بھی تھا، وہ تکیہ لگائے ہوئے تھا، اسی حالت میں میری روح میرے جسم سے باہر نکلی، چلتی چلتی آسمان میں چلی گئی، تا آنکہ درجہ بہ درجہ چوتھے آسمان تک جا کر واپس زمین میں آگئی اور میرے جسم میں گھس گئی، لیکن درویش محمد زاہد کو اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ کسی کو میری حالت کی خبر نہ ہوئی۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق نقل کرتے ہیں ہمارے حضرت خواجہ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ انہی ابتدائی ایام احوال میں میں ایک رات مسجد ''ریورتون'' میں قبلہ رخ ایک کھمبے کے ساتھ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا، اچانک فنا کا ابر (بادل) ظاہر ہونے لگا، آہستہ آہستہ وہ بادل مکمل غلبہ کر گیا تا آنکہ مجھے اپنی جان کی بھی کوئی خبر نہ رہی، اس حالت میں مکمل فنا اور محویت نے مجھے کہا، ''آپ کو علم ہو کہ اپنا مقصود اور مطلوب آپ نے پالیا اور اس وقت آپ پہنچ گئے اور کچھ دیر کے بعد مجھے واپس وجود میں لائے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق کے ہمارے خواجہ سے یہ الفاظ منقول ہیں آپ فرماتے تھے، کہ ''ریورتون'' کے انہی احوال کی ابتداء میں جب اس باغ میں تھا (باغ کی طرف اشارہ کیا) جہاں اب آپ کا مزار ہے، اور میرے ساتھ اس باغ میں میرے متعلقین بھی تھے، اچانک تجلیات الٰہی اور اس کے بے علت لطف کرم کے آثار ظاہر ہونے لگے اور میری بیقراری بھی ظہور میں آگئی اور مجھے آرام کرنے کی توفیق نہ ہو سکی، اسی حالت میں اٹھ کر رو بہ قبلہ بیٹھ گیا، اچانک اس توجہ میں ایک غیبت واقع ہوگئی جس کا نتیجہ فنائے حقیقی نکلا اور حقیقی فنا فی اللہ تک مجھے پہنچایا، اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ میری روح کو آسمانوں کی ملکوت میں لے جایا گیا، ایسی جگہ مجھے لے جایا گیا جہاں میری روح دریائے نور میں ایک ستارے کی مانند بالکل محو اور غائب ہوگئی اور میرے جسم پر ظاہری زندگی کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، میرے گھر والے اور متعلقین رو رہے تھے کافی پریشان اور آپے سے باہر ہو رہے تھے، یہاں تک کہ میرے بشری جسم میں میرا ہر ایک جزو لایا گیا، غیبت اور فنا کی یہ حالت کم و بیش چھ نجومی گھنٹے رہی۔

نقل فرمایا ہمارے خواجہ سے کہ آخری حالت میں جب آپ ابتدائی حالت سلوک بیان فرما رہے تھے اور مشائخ طریقت اور بزرگان حقیقت کی روح مبارکہ کے

ساتھ اپنی توجہات اور ہر ایک کے اثرات کو بیان فرمارہے تھے، فرمایا کہ اویس قرنی کی روحانیت پر توجہ دینے کا اثر ظاہری اور باطنی تعلقات سے کلیتاً کٹنا اور خالی ہونا تھا، لیکن خواجہ امام محمد علی حکیم ترمذی کی روحانیت کی طرف میں نے توجہ کی تو اس کا اثر بالکل بے کیف اور بے صفت تھا جس میں کوئی گرد اور اثر نہیں تھا، چنانچہ ۷۸۹ھ میں یہ ضعیف بندہ ہمارے خواجہ کی خدمت میں موجود تھا آپ فرماتے تھے کہ عرصہ بائیس سال سے حضرت خواجہ محمد علی حکیم ترمذی کا طریقہ اختیار کر چکا ہوں، جیسا کہ آپ بے صفت تھے، تو میں بھی اس وقت بے صفت ہوں اگر کوئی جانتا ہو۔

نقل کیا ایک نیک بندہ نے کہ ان احوال کے ابتدائی زمانے میں ہمارے حضرت خواجہ عظیم (بڑی) ریاضت فرماتے تھے، کبھی کبھی یہ عقیدت مند بھی آپ کی صحبت میں جاتا رہتا تھا، ایک دفعہ سخت سردی کے موسم میں خواجہ ہمارے مکان پر صبح کے وقت تشریف لائے آپ پر ریاضت کا اثر نمایاں تھا، مکمل انقطاع اور تجرد رکھتے تھے، اس وقت آپ نے فرمایا کہ آٹھ ماہ کے عرصہ سے ہماری توجہ اویس قرنی کی روحانیت کی طرف رہی، آپ کی صفت میں ہم سیر کرتے رہے، اس وقت ہم آپ کی صفت سے باہر نکل آئے ہمارے خواجہ سے حضرت خواجہ علاؤ الحق نقل فرماتے ہیں کہ آپ بار بار فرماتے کہ یہ سالکین عجز و نیاز اور بلند ہمتوں کی کارگزاری ہے، مجھے بھی انہیں گلی کوچوں میں پھرا لائے ہیں، ہم نے جو بھی پایا یہیں سے پایا۔

ے یہاں پیلا چہرہ اور ٹاٹ کا کپڑا خریدتے ہیں۔ بانس فروشوں کا بازار دوسری جگہ ہے۔

ایک رات کو میں ''ریورتون'' میں جا رہا تھا جب ایک پل پر پہنچا تو ایک عجب حالت نے مجھ میں تصرف کیا، میرے دل میں یہ الہام وارد ہوا کہ ''جو بھی چاہو مجھ سے مانگو'' عاجزی و انکسار کے ساتھ میں نے کہا کہ اے اللہ! اپنی رحمت اور مہربانی کے دریاؤں سے مجھے ایک ذرہ عطا فرمایئے'' میرے دل پر الہام وارد ہوا کہ ''میری مہربانیوں میں سے ذرہ طلب کرتے ہو؟ میری حالت دگرگوں ہوئی اور بلند ہمتی حرکت میں آئی، میں نے پوری قوت کے ساتھ اپنے منہ پر طمانچہ مارا جس کا درد میں چند روز تک محسوس کرتا رہا، اس کے بعد میں نے کہا، ''اے کریم ذات! اپنی مہربانی اور فضل کے دریا

میرے شامل حال فرما اور مجھے اس کی برداشت کی توفیق بھی عطا فرما، فوری طور پر عنایت اور بخشش میرے شامل حال ہوگئی اور اس کی وہ برکت دیکھی گئی جو دیکھی گئی۔

ے تیری ہمت کبریائی کی بلندی تک تجھے لے جا سکتی ہے۔ اس چھت کو سیڑھی کے ذریعہ نہ مانگ، ہم نے اس کے لئے ایک پل بنا رکھا ہے جس کا نام ہمت ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ اپنے احوال کے ابتدائی دور کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ ہم دو افراد نے اسی راستے پر چلنا شروع کیا اور ہمیشہ کیلئے میری ہمت یہ تھی کہ ان سب کو طے کر لوں، اللہ کی مہربانیوں نے مجھے ان سب سے گزارا اور مقصود تک پہنچایا۔

ے اس راہ کے حضرات ہمت اور نظروں سے چلتے ہیں جس کا نقش پا نہیں پایا جا سکتا۔

خواجہ علاؤ الحق ہمارے حضرت سے نقل کرتے ہیں، آپ نے فرمایا، اس راستے میں وجود کی نفی، نیستی اور کم دیکھنا ایک اونچا کام ہے، دولت کا سر رشتہ حول کو پہنچنا ہے چنانچہ میں نے موجودات کے ہر طبقہ میں سیر و سلوک کیا، میں نے موجودات کے ہر ہر ذرے سے اپنی نسبت کر کے حقیقت میں سب کو اپنے سے بہتر پایا یہاں تک کہ میں نے طبقہ میں بھی سیر کی، ان سب میں میں نے فائدہ پایا اور اپنے آپ میں میں نے کوئی فائدہ نہیں پایا، جب کتے کے فضلہ پر پہنچا تو میں نے یہ تصور کیا کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اسی رائے پر کچھ عرصے تک قائم رہا۔ آخر کار میں نے معلوم کیا کہ اس میں بھی فائدہ ہے تحقیق، میں سمجھ گیا کہ مجھ میں کسی قسم کا فائدہ نہیں۔

ے ہر چیز سے میں باخبر ہوں میں کسی بھی کتے سے بہتر نہیں بلکہ بدتر ہوں۔

جب بھی میں اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ سر سے پاؤں تک میری قیمت ایک حبہ (دانہ) بھی نہیں۔

حضرت علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ اس راہ سلوک پر چلنے والوں کی انتہائی شفقت اور مہربانی سے تربیت فرماتے، ان کے بارے میں اپنی بلند ہمتی کا اظہار یوں فرماتے کہ میں ہرگز آپ کی مدد کرنا نہیں چھوڑوں گا اگرچہ آپ لوگ میرے سر پر پاؤں رکھ کر اس راستے پر چلنا چاہیں۔ شیخ کا اس میں اس بات کی

طرف اشارہ ہے کہ ظاہری اور باطنی لحاظ سے شیخ طریقت تمام مقامات اور منازل میں مرید کے لئے معراج ہے، اور مرید کا بلندی پر پہنچنا شیخ کی مہربانی اور لطف سے ہوتا ہے خواہ یہ ظاہری ہو یا باطنی، چنانچہ شیخ کی توجہ کی مثال یوں ہے کہ مرید ہمت کے براق پر سوار ہو کر بشریت کی پستی سے ملکیت کی سرحد میں سیر کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرے کندھوں پر چڑھ کا خانہ کعبہ کی دیوار سے بتوں کو گرادے۔

ہمارے خواجہ کے عقیدت مندوں سے ایک صاحب نے حضرت خواجہ سے یوں نقل کیا کہ جس زمانے میں میں بخارا میں علم حاصل کر رہا تھا، ''فتح آباد'' میں میں قیام پذیر تھا، شہر بخارا میں آخری روز اپنے خواجہ کے ایک درویش سے میری ملاقات ہوئی، اس نے کہا کہ حضرت خواجہ کی مجلس میں جانے کیلئے کیوں جلدی نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ آج کے دن وقت نہیں ہے، میں نے یہ عذر کیا، لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ آپ کی ملاقات کیلئے شایان شان احرام باندھوں اور میرا دوسرا مقصد یہ تھا کہ آپ کی مجلس مبارک کو اپنے وجود سے کیوں آلودہ کروں، اپنی قیامگاہ میں چلا گیا اور کل کو صبح سویرے ''فتح آباد'' سے اپنے خواجہ کی خدمت میں جانے لگا، جب مجھے آپ سے شرف ملاقات نصیب ہوا تو حضرت خواجہ نے اپنے بعض ساتھیوں کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ میرا ایک دانشمند فقیہہ اور بزرگ ہماری مجلس میں حاضری دیتا رہا، ایک دن میں نے اسے کہا کہ تم ان کے شرف ملاقات سے کیوں بہت کم فیضیاب ہوتے ہو؟ تو اس دانشمند نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ حضرت کی مجلس شریف کو اپنے وجود سے آلودہ کروں میں نے اس دانشمند کو کہا کہ بات یہ نہیں، آیئے اور میرے ساتھی کو دیکھیے، میں اسے اپنے گھر کی طرف لے گیا، وہاں ایک روگی کتا میرا ساتھی تھا، میں نے اس بزرگ سے کہا کہ میرا ساتھی یہ روگی کتا ہے، لہذا آپ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

''کتا تو اس شخص سے بہتر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری گلی کے کتے کی نسبت اپنا مقام دیکھتا ہو اور اپنے دل کی قدر جانتا ہو''۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق کی نقل کے مطابق ہمارے خواجہ فرماتے تھے کہ

بزرگان حقیقت کی بات کے مطابق اگر سلوک کے راہی خود کو فرعون سے زیادہ برا نہ سمجھیں تو وہ اس راہ میں نہیں۔

اسی دانشمند نے نقل کیا کہ جن دنوں ایک عظیم فوج صحرائے قپچاق کی طرف سے بخارا کی طرف آئی اور بخارا کے لوگ گھیرے میں آ گئے اور زیادہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے چھتوں پر بیت الخلاء بنا رکھے تھے، ایک روز ہمارے خواجہ نے ان درویشوں کی ایک جمعیت کے ساتھ (جو اس حادثہ میں آپ کے ساتھ رہتے تھے) ایسی مسجد میں نماز باجماعت پڑھی جو چھت پر بنائی گئی تھی اور پھر اس میں بیٹھے رہے، اسی اثناء میں حضرت خواجہ کے دو عقیدت مند طالب علم بھی وہاں پہنچ گئے، خواجہ نے انہیں فرمایا کہ اس ماحول کی چھتوں کو لوگوں نے بیت الخلاء بنا رکھا ہے، اسے صاف کریں کہ میں نے مدارس بخارا کے تمام بیت الخلاء صاف کئے تھے اور زنبر سے میں نے انہیں کھینچا تھا اور جب میں نے یہ عمل درویش کو بتایا تو اس نے کہا کہ آپ نے آسان کام کیا کہ زنبر سے انہیں کھینچ لیا، میں انہیں صاف کر کے اپنے سر پر کھینچ چکا ہوں۔

نقل کے مطابق ہمارے خواجہ فرماتے تھے کہ جذبات اور طلب کے اوائل میں میری ملاقات اللہ تعالیٰ کے ایک ولی سے ہوئی، اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ آشنا معلوم ہوتے ہو، میں نے کہا امید ہے کہ دوستوں کی نظروں کی برکت سے آشنا ہو جاؤں، حق تعالیٰ کے اس عزیز دوست (ولی) نے پوچھا کہ آپ کے پاس کھانے کا کیا بندوبست ہے؟

میں نے کہا ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور نہ ملنے پر صبر کرتا ہوں، اس عزیز نے تبسم فرما کر کہا کہ آپکا کام آسان ہے، اصل کام تو یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں لائیں کہ اگر ایک ہفتہ تک کھانا پینا نہ ملے تو سرکشی نہ کرے گا، میں نے منت سماجت کر کے اس عزیز سے امداد طلب کی، انہوں نے فرمایا کہ ایک ایسے صحرا میں چل جہاں تجھے کسی فرد بشر کے آنے کی امید نہ ہو، وہاں تین روز تک سلوک کر، چوتھے روز جب تم ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ جاؤ۔ تو تجھے ایک ایسا شہسوار ملے گا جو

گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوگا، جب تم اس سے تین قدم آگے چلو گے تو وہ تمہیں کہے گا کہ اے جوان! میرے پاس ایک روٹی موجود ہے، لیجیے۔ آپ خود کو انجان بنائیں اس کے بعد میں اس طریق پر چلتا رہا، جب تین روز گزر گئے چوتھے دن پہاڑی کے دامن میں پہنچا تو وہی شہسوار اس کیفیت کے ساتھ میرے ساتھ مل گیا، میں نے اسے سلام کیا اور اس کے پاس سے گزر گیا، مجھے اس نے روٹی پیش کی، میں نے اس سے بے التفاتی برتی، پھر اس نے کہا:۔ اے میرے عزیز! آپ ایسے لوگوں کی خبر گیری اور امداد کرنے میں لگ جائیں جو کمزور، بے یارومددگار ہوں اور لوگ ان پر کسی قسم کی توجہ نہیں دیتے، اسی طرح عجز و نیاز سے بیشتر کام لے لیں-- اور میں بدستور فرمودہ طریقے پر کچھ عرصہ مصروف سلوک رہا، پھر فرمایا، اے میرے عزیز، آپ کو حیوانات کی خبر گیری اور ہمدردی میں مصروف ہونا اور نیاز کیش ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی زیر نظر ہیں، اگر ان کے پہلو یا پشت پر کوئی زخم ہو تو اس کے علاج کرنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں، میں نے کچھ عرصہ یہی کام انجام دیا، اگر راستے میں مجھے کوئی حیوان ملتا تو اس کی خاطر ٹھہر جاتا حتی کہ وہ میرے پاس سے گزر کر مجھ سے آگے نکل جاتا، اسی طرح ہر رات کو اپنا منہ وہاں ملتا رہا جہاں حیوانات کے سموں اور پاؤں کے نشانات ہوتے، اسی مصروفیت میں میں نے سات سال کا عرصہ گزارا پھر فرمایا کہ پوری نیاز مندی سے اس درگاہ کے کتوں کی خدمت میں مصروف ہو جا، انہی میں دل لگا کر ان سے طلب کر جس سے تجھے پوری سعادت حاصل ہو جائے، میں نے اس اشارے کے باعث یہ خدمت غنیمت جانی اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا، اسی دوران ایک رات کو میں ایک کتے کے پاس انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ پہنچا، کتے نے اپنی پشت زمین پر رکھ کر چاروں ٹانگیں اوپر کی طرف اٹھائیں اور درد بھری آوازیں نکالتا رہا، وہ رونے پر مجبور ہو رہا تھا، میں نے بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے رکھے اور اس کی ہر آواز کے ساتھ آمین، آمین کہتا رہا، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا-- نیز اسی دوران سخت گرمی کے موسم میں قصر عارفاں سے کہیں جا رہا تھا میں نے ایسے جانور کو دیکھا جو آفتاب پرست کہلاتا ہے، میں نے اسے دیکھا کہ آفتاب کے جمال میں حیران

اور مستغرق ہو گیا تھا، اسے دیکھ کر میرے اندر بھی جذبہ پیدا ہو گیا میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس سے دربار خداوندی میں سفارش کرنے کے لئے عرض کروں۔ میں پوری عزت، احترام اور نیاز مندی سے اس کے سامنے کھڑا ہوا اور میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے، جب وہ جانور حالت استغراق سے بیدار ہوا تو اپنی پیٹھ زمین پر رکھ کر منہ آسمان کی طرف دیر تک کئے ہوئے تھا، میں آمین آمین کہتا رہا، پھر فرمایا کہ راستوں کی خدمت میں تو یوں مصروف ہو جا کہ راستے میں لوگوں کی کوئی ناپسندیدہ چیز پڑی ہو تو اسے وہاں سے اٹھالے تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچے، چنانچہ سات سال تک اسی خدمت میں یوں مصروف رہا کہ کسی بھی وقت میرے آستین اور دامن مٹی سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ولی نے جس طرح مجھے حکم دیا تھا پورے اخلاص کے ساتھ اس کے بجالانے میں میں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اور میں ہر ایک خدمت کا نتیجہ اپنے اندر مشاہدہ کرتا رہا، اور اپنے تمام احوال کی ترقی مجھے معلوم ہوتی رہی۔

ہمارے خواجہ سے ایک حکایت منقول ہے کہ وہ اپنے ابتدائی احوال میں سے یوں بیان فرماتے تھے کہ سردی کے موسم میں ہوا کافی ٹھنڈی تھی۔ تمام پانی یخ بستہ ہو گیا تھا، ''ریورتون'' میں ایک رات کو کسی مکان میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ قیام پذیر تھا، مجھے اس رات کو غسل کی ضرورت پڑی، وہاں سے باہر آکر یخ توڑنے کے لئے مجھے کوئی چیز نہیں مل رہی تھی کہ اس کے نیچے سے پانی حاصل کر کے غسل کروں اور میں اس بارے میں کسی دوسرے کو پریشان کرنا بھی نہیں چاہتا تھا، میں نے ایک پرانا پوستین پہن رکھا تھا اسی رات سخت سردی میں قصر عارفاں آیا، اپنے گھر میں آکر میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو میری حالت کی خبر ہو، گھر میں کافی تلاش کیا اس کے بعد میں مسجد کے قریب ایک تالاب پر پہنچا وہاں میں نے ایک ایسا کدو پایا جس کے ذریعہ گھوڑوں کو سیراب کیا جاتا تھا، میں نے کافی محنت سے یخ کو توڑا جس کی وجہ سے میرا ہاتھ بھی زخم ہوا، اس کدو سے پانی لے کر میں نے غسل کیا، سخت سردی مجھے لگ رہی تھی وہی پرانا پوستین پہن کر رات ہی کو واپس ''ریورتون'' پہنچا۔

ہمارے خواجہ سے منقول ہے، کہ انہی جذبات اور بیخودی میں میں ہر طرف کو

گیا، میرے پاؤں کانٹوں وغیرہ سے زخمی ہو چکے تھے، میں نے پرانا پوستین پہن رکھا تھا اتفاقاً سردی کا موسم تھا، ہوا کافی ٹھنڈی تھی، مجھے سید امیر کلال کی صحبت کا اشتیاق پیدا ہوا، جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ کسی جگہ درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، جب آپ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی تو پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ جلدی سے اس کو مکان سے باہر کرو، وہاں سے نکل کر میرا یہ ارادہ ہوا کہ آپ کی عقیدت مندی کو چھوڑ دوں، اللہ کے فضل وکرم سے میرے ہوش وحواس درست ہو گئے کہ یہ سب کچھ میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کیا ہے، بہتر یہ ہے کہ یہ ارادہ ترک کروں، نیازمندی کے ساتھ اس آستانہ پر پڑا رہا، میں نے ارادہ کیا کہ جو بھی ہو اس آستانہ سے ہرگز سر نہ اٹھاؤں گا۔ برفباری بھی تھوڑی ہو رہی تھی اور ہوا بھی کافی ٹھنڈی تھی۔ صبح قریب ہوتے ہی حضرت امیر اپنے مکان سے باہر آئے، میرے سر پر اپنا قدم رکھا دہلیز سے میرا سر اٹھا کر اپنے مکان میں مجھے ساتھ لے آئے، مجھے خوشخبری دے کر فرمایا کہ سعادت کا لباس آپ کی قد وقامت کے مناسب ہے۔ اپنے ہاتھ مبارک سے وہی کانٹے وغیرہ میرے پاؤں سے نکالے اور زخموں کو صاف فرمایا، اور مجھ پر کافی نظر کرم مبذول فرمائی۔

خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی ریاضتوں اور مجاہدات کا ذکر کرتے ہوئے طلب میں طالبان کی سستی کو بیان فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ ہر صبح کو مکان سے باہر نکلتے وقت مجھے یہ خیال آتا ہے کہ کسی طالب نے آستان پر سر رکھا ہوگا، لیکن سارے عالم شیخ ہیں اور مرید نہیں۔

؎ اگر دوست سے ملنا دشوار ہو تو دوستی کی ایک شرط اسی راستے میں مرنا ہے۔

ہمارے خواجہ کا یہ ایک فرمان نقل کرتے ہیں کہ ''میں بخارا میں تھا اور حضرت سید امیر کلال نسف میں تھے مجھے حاضری کا جذبہ پیدا ہوا، نسف کی طرف روانہ ہو کر جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو فرمانے لگے، میرا لنگڑا بیٹا ایک اچھے موقع پر پہنچ گیا ہے۔ ہم نے انگیٹھی تیار کی ہے اور کوئی ایسا نہیں مل رہا کہ ایندھن فراہم کرے، میں اس اشارہ سے خوش ہو کر کانٹے دار کیکر کا ایندھن اپنی پیٹھ پر لاد لایا۔

ے جمال کعبہ نے مجھے ایسا مست کر دیا ہے کہ کیکر کے کانٹے بھی مجھے ابریشم لگتے ہیں۔
اور فرماتے تھے کہ میں نے مولانا بہاؤ الدین دیکرانی سے حدیث پڑھی تھی طلب کی اسی راہ میں میرا گزر نسف سے ہوا، آپ نے ایک باغ تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا تھا جہاں جھاؤ کے درخت زیادہ تھے کلہاڑی کی ضرورت تھی۔ مولانا نے فرمایا کہ ہماری کلہاڑی بخارا میں حسام الدین اصیلی کے ہاں موجود ہے، جب میں نے مولانا صاحب کے اس بار خاطر کو معلوم کیا تو میں چپکے سے بخارا کیلئے روانہ ہوا اور وہی کلہاڑی دوسرے دن مولانا کی خدمت میں پہنچائی۔

منقول ہے کہ جب ہمارے خواجہ قصر عارفاں کی ایک مسجد تعمیر کرنے میں مصروف تھے تو مٹی اپنے سر پر اٹھا کر مسجد کی چھت پر پہنچاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

"جان و دل سے تیرا کام کروں گا، کیوں نہ کروں؟ اپنے سر پر تیرا بوجھ اٹھاؤں گا کیوں نہ اٹھاؤں؟"

حضرت خواجہ علاؤ الحق ہمارے حضرت خواجہ سے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بیشتر یہ فرماتے تھے کہ ہم نے جوانی کے اوقات میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ مجھے اس بزرگی کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے کی ہمت عطا فرما کہ میں اس راہ میں ہر قسم کی ریاضت کر سکوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی، میں نے اس راہ میں کافی تکلیفیں اٹھائیں اور بڑھاپے میں ہم عبادت کی تکلیف سے آزاد ہوئے۔

ہمارے خواجہ سے حضرت علاؤ الحق نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، طلب کی ابتداء میں جب میں کسی بھی صاحب دولت کے پاس پہنچا تو یہ پوچھتا رہا کہ ایک ضعیف کو قوی کے ساتھ کام پڑ گیا ہے وہ کیا کرے؟ تو وہ کہتے رہے کہ صبر کرتا رہے، ایک بار ایک ولی اللہ کے ساتھ میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرا حال دریافت فرمایا، میں نے کہا کہ آپ کی مہربانی کا منتظر ہوں، اس ولی اللہ نے فرمایا، اے ہمارے بیٹے! ہم تلاش کر کے بھی نہ پا سکے، آپ طلب کریں، آپ کو مل جائے گا، اس صاحب کی برکت سے میری جستجو میں اضافہ ہوا۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل فرماتے ہیں، کہ طلب کی ابتدا میں میرا گزر ایک جوئے خانے سے ہوا، جوا باز اپنے کام میں مصروف تھے ان میں سے دو جوئے باز اس کام میں بالکل محو تھے، ان دونوں میں سے ایک نے اپنا سب کچھ ہار دیا تھا اور باوجود اس کے وہ جوئے بازی میں محو تھا، یہاں تک کہ اپنے مدمقابل کو کہتا رہا کہ اے میرے پیارے دوست! میرا سر بھی چلا جائے تو اس سے منہ نہیں موڑوں گا، جب میں نے یہ ذوق وشوق دیکھا تو مجھے بھی غیرت آئی اور آئندہ کیلئے اس راہ میں مزید کوشش کرنے میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا۔

تا در نزنی یہ ہر چہ داری آتش -- ہرگز نشود حقیقت، وقت تو خوش

خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ طلب کی ابتدائی حالت میں کسی جگہ دو شخص باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیتا تو ان کی باتیں سننے کی کوشش کرتا، وہ اگر میرے متعلق باتیں کرتے تو میں خوش ہوتا اور اگر کسی دوسرے کی بات کرتے تو انتہائی غمگین ہوتا۔

ے اگر کچھ بھی نہ پاؤں تو کسی کو بٹھا کر اس سے آپ کے متعلق باتیں کرا کے سنتا ہوں۔

ہمارے خواجہ سے منقول ہے کہ غلبہ طلب کے دوران ایک دن میں بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا تا کہ سید امیر کلاں کا شرف صحبت حاصل کر سکوں۔ میں ایک جعراتی اصطبل پر پہنچا جہاں مجھے ایک ایسا سوار ملا کہ اس کے ہاتھ میں گلہ بانوں جیسی ایک بڑی لاٹھی تھی، نمدے سے بنی ہوئی ٹوپی اس نے پہن رکھی تھی، میرے قریب آ کر اس نے مجھے اس لاٹھی سے مارا اور ترکی زبان میں کہا کہ تم نے گھوڑے دیکھ لئے؟ میں نے اس کے ساتھ کوئی بات نہیں کی وہ کئی بار میرا راستہ روک کر مجھے پریشان کرتا رہا میں نے اسے کہا کہ آپ کو جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور وہ قد اول کے اصطبل تک میرے پیچھے آیا اور مجھے کہا آؤ کچھ دیر تک کوئی بات چیت کریں، میں اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا تھا، جب میں سید امیر کلاں کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ آپ نے راستے میں خواجہ خضر کی طرف التفات نہ کیا؟ میں نے کہا اس لئے کہ میں آپ کے پاس آ رہا تھا۔

ہمارے خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب میں حضرت سید امیر کی خدمت میں رہا کرتا تھا تو ایک روز آپ ہی کی خدمت میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا، اس دوران حضرت امیر نے راستے میں ایک لکیر کھینچ کر فرمایا کہ کوئی بھی اس لکیر سے آگے نہ بڑھے، درویش حضرات حیران ہو کر ٹھہر گئے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس لکیر سے قدم آگے بڑھایا اور حضرت سید امیر کے پیچھے جا رہا تھا، جب میں آپ کے قریب پہنچا تو میری طرف دیکھ کر فرمایا اے میرے بیٹے! آپ نے اچھا کیا کہ آپ میرے پیچھے آ گئے۔

۔ جہاں بھی مشکل لکیر کھینچے -- آپ کوشش کریں لکیر کے اندر رہیں۔

خواجہ علاؤ الحق ہمارے خواجہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہی جذبات میں ایک دفعہ بخارا سے نسف جا رہا تھا اتفاقاً میری والدہ وہاں موجود تھیں، صبح کے وقت میں ایک کنواں پر پہنچا، وہاں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا میں اس کی دعا پر آمین کہتا رہا، میرے دل میں گزرا کہ اس جوان سے دعا کے بارے میں پوچھ لوں کہ وہ کونسی دعا پڑھ رہے تھے؟ جس پر آمین کہہ رہا تھا جب میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ دونوں بقید حیات ہیں میں یہ یہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! ''اگر وہ مجھے تیری درگاہ سے باز رکھیں تو انہیں میرا دیکھنا نصیب نہ فرما'' حضرت خواجہ نے فرمایا شکر ہے کہ میں نے اس پر آمین کہا۔

''جو بھی آدم زاد اگر اس راہ کا عاشق نہ ہو تو وہ ہمارا بیگانہ ہے''۔

میں نے خود رشتہ داروں کو چھوڑ رکھا ہے جو بھی ان میں سے ہمارا یار نہیں وہ ہمارا بیگانہ ہے۔

منقول ہے کہ پہلی بار جب ہمارے خواجہ حج سے واپس آئے تو نسف کے راستے سے قصر عارفاں میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کے والد گرامی بخارا شہر میں تھے آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت والد کی ملاقات کا تقاضا پیدا ہوا اور دوبارہ فرمایا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتا، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو یہ تقاضا نہ ہوتا، یہ فرما کر گدھے پر سوار ہوئے اور بخارا شہر کی طرف روانہ ہو گئے کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ان پر حال وارد ہوا، جس میں حضرت نے تین بار فرمایا

توبہ! اس وقت میں نے کہا --- تو مجھے سرزنش ملی کہ میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور دوسروں کی ملاقات کا ارادہ کرتے ہو؟

ـ جن کے چہرے پر اس کی غلامی کا داغ نہ ہو اگر میرا باپ بھی ہو تو وہ میرے لئے ایک بیگانہ شخص ہے۔

حضرت خواجہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً اپنے فضل و کرم سے میرے لئے توبہ کا دروازہ کھولا، ایک رات کسی راستے پر میں جا رہا تھا، تو میرے پرانے یار اسی راستے میں میرے ساتھ آ ملے، مجھے اپنی طریقت کی طرف بلایا اور اس کی کوشش بھی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ بات میرے منہ سے نکلی:۔ اللہ تعالیٰ نے جو دروازہ کھولا ہے اسے تم کھول سکتے ہو؟ ما یفتح الله الآیہ ۔ (آپ کا بند کیا ہوا دروازہ کوئی نہیں کھول سکتا۔ اور کھولا ہوا دروازہ بند نہیں کر سکتا)۔

میری اس بات نے ان میں اثر کیا اور سب نے توبہ کر لی۔

خواجہ علاؤالحق نے ہمارے خواجہ سے نقل کیا ہے، فرمایا کہ آپ نے اپنے ابتدائی احوال کا قصہ یوں بیان فرمایا کہ کچھ مہینوں تک عالم باطن کا دروازہ مجھ پر بند رہا اور مجھے کوئی بھی فیض نہیں پہنچ رہا تھا میں بے طاقت و بے آرام ہوا میں نے قصد کیا کہ پھر عام لوگوں میں شامل ہو جاؤں، اس دروان مجھے ایک مسجد سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے دروازے پر یہ لکھا ہوا تھا۔

اے دوست آ جا کہ ہم تمہارے ہی ہیں۔ بیگانہ نہ ہو کہ ہم آشنا ہیں۔

میری طبیعت کافی کھل گئی انتہائی مہربانیوں کا فیض مجھے پہنچ گیا اور پھر وہی دروازہ مجھ پر کھل گیا۔

ہمارے حضرت خواجہ سے خواجہ علاؤالحق نقل کرتے ہیں کہ منازل اور مقامات کے عبور کرنے کے زمانہ میں دو دفعہ منصور حلاج جیسی صفت میرے وجود میں پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ میں بھی منصور حلاج جیسی آواز نکالوں، بخارا میں لگی ہوئی دار (سولی) کے نیچے میں دو دفعہ آیا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ میرے چڑھانے کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے یہ منزل بھی پار کر لی-- حضرت عزیزان سے منقول

ہے کہ جس زمانے میں میرا زیر تربیت ایک درویش میرے خلاف عادت امور (کرامات) کا منکر تھا اسے کامل مہربانی کے ساتھ ہستی کے چوکھٹ سے گزار کر فرمایا کہ اگر روئے زمین پر حضرت خواجہ عبدالخالق کے صاحبزادوں میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوتا منصور کو کبھی بھی دار پر چڑھانے کی نوبت نہ آتی۔

ہمارے خواجہ سے حضرت علاؤالحق نقل فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین ابویزید بسطامی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں سیر کے مقام میں انبیاء علیہم السلام کی صفات کی سیر کرتا تھا، بارگاہ محمدی ﷺ پر پہنچ کر میں نے آپ ﷺ کی صفت میں سیر کرنا چاہی تو مجھے اس سے باز رکھا گیا، خواجہ نے فرمایا کہ جب میں اس مقام پر پہنچا تو میں فوراً آپ ﷺ کے آستانہ مبارک پر تعظیم و نیاز سے پیش آیا اور وہیں رک گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ نسف میں حضرت خواجہ کے رکاب میں، میں جارہا تھا آپ اپنے سلوک کے بارے میں بات فرمارہے تھے، اس سلسلے میں آپ نے بڑے بڑے مشائخ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں سلطان ابویزید کے مقام میں سیر کر رہا تھا، آپ کے پہنچنے کے مقام پر میں بھی پہنچا شیخ جنید، شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج کے مقامات میں بھی میں نے سیر کی، جہاں تک یہ حضرات پہنچ چکے تھے میں بھی وہاں پہنچا، یہاں تک کہ میں ایسی بارگاہ پر پہنچا جس سے اونچی بارگاہ اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی میں سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی ﷺ ہے، میں نے کوئی دوسری حرکت نہیں کی جیسا کہ ابویزید نے کہا تھا۔

منقول ہے کہ ہمارے خواجہ سے کسی نے سوال کیا کہ بعض مشائخ طریقت نے فرمایا ہے ہم پر ولایت محمدی ختم ہو چکی ہے، خواجہ نے فرمایا کہ یہ اپنے زمانے کی بات فرمارہے تھے چنانچہ اس قسم کی تاویلات قرآن اور حدیث میں زیادہ ہیں۔

ہمارے خواجہ سے خواجہ علاؤالحق نقل فرماتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے۔ اس شام زمانے کے قطب اور زمین کے اوتاد حضرات کی ایک جماعت حاضر ہوئی، مجھے ایک سفید نمدے پر بٹھا کر اس کے کونے پکڑ لئے اور مجھے ایک بڑے تخت پر بٹھا گئے جس کے بعد مجھے قطعاً کوئی غم لاحق نہیں ہوا۔

ذکر سلسلہ خواجگان نور اللہ مراقدھم

ہمارے حضرت خواجہ نظر طریقت میں حضرت شیخ طریقت خواجہ محمد بابا سماسی کے فرزند ہیں، یہ حضرت، حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتنی کے خلیفہ ہیں، آپ خواجہ محمود الخبیر فغنوی کے، آپ خواجہ عارف ریوگری کے، آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے خلیفہ ہیں اور ہمارے حضرت خواجہ ارادات، صحبت سلوک کے آداب سیکھنے اور ذکر کی تلقین میں سید امیر کلاں کی طرف منسوب ہیں، یہی صاحبؒ خواجہ حضرت بابا مذکور کے ایک خلیفہ ہیں، لیکن ہمارے خواجہ درحقیقت سلوک میں تربیت اور روحانیت کا فیض حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے پا چکے ہیں، چنانچہ اس کا قدرے بیان مزار مزداخن کے واقعہ میں ہو چکا ہے۔ اور حضرت خواجہ عبدالخالق امام ربانی شیخ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی کے خلیفہ ہیں، یہی صاحب تصوف میں شیخ طریقت ابوعلی فارمدی طوسی کی طرف منسوب ہیں جو کہ خراسان کے ایک بڑے شیخ طریقت ہیں۔ آپ ہی سے حجتہ الاسلام امام محمد غزالی نے علم باطن میں تربیت پائی ہے، شیخ ابوعلی فارمدی تصوف میں ایک شیخ بزرگوار ابو القاسم گرگانی طوسی سے منسوب ہیں۔ آپ کا سلسلہ مشائخ تین واسطوں سے شیخ جنید تک پہنچتا ہے۔ اور دوسری طرف تصوف میں ابوالحسن خرقانی سے منسوب ہیں جو کہ مشائخ کے پیشوا اور اپنے زمانے کے قطب گزرے ہیں، شیخ ابوالحسن خرقانی تصوف میں سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامی کی طرف منسوب ہیں اور سلوک میں آپ کی تربیت اور روحانیت ابو یزید سے ہے، شیخ ابوالحسن، ابو یزید سے عمر میں چھوٹے ہیں اور شیخ ابو یزید تصوف میں حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب ہیں انہوں نے روحانیت کی تعلیم اور تربیت امام جعفر صادق سے پائی ہے، امام جعفر علم باطن میں اپنے والد امام محمد باقر کی طرف منسوب ہیں، آپ اپنے والد امام زین العابدین، علی بن الحسین بن علی، آپ اپنے والد حسین بن علی، آپ اپنے والد علی بن ابی طالب اور آپ سید المرسلین ﷺ کی طرف منسوب ہیں، امام جعفر کا دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ آپ علم باطن میں اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی طرف منسوب ہیں، قاسم بن

محمد بڑے تابعی اور سات مشہور فقہائے میں سے ہیں۔ ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے، قاسم بن محمد علم باطن میں سلمان فارسی کی طرف منسوب ہیں۔ امام جعفر کی نسبت ایک طرف اپنے والد گرامی محمد باقر اور دوسری طرف اپنے نانا قاسم بن محمد کی طرف ہے۔ اسی سلسلہ میں سلمان فارسی کو پہنچ کر ابی بکر صدیق اور رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سلمان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"سلمان منا اهل البیت"

قسم سوئم خواجہ کی صفت، کردار، احوال، اقوال اور اخلاق کے بیان

طریقہ نسبت کی تشریح، نتائج صحبت اور طالبوں کے ساتھ آپ کے معاملہ کی کیفیت حقائق اور لطائف بیان میں کہ ہر محل میں آپ کے الفاظ مبارکہ پر گزرے ہیں

حضرت خواجہ علاؤالحق نقل کرتے ہیں کہ ہمارے خواجہ کی صفت فقیری، ترک دنیا، قطع تعلقات، کلی تجرد، ماسوی اللہ کی نفی اور آپ کے انفاس قدسیہ ہمیشہ کیلئے فقر کے اثبات اور فقیروں کی محبت میں ہوتے تھے، آپ فرماتے تھے۔ ہم نے سب کچھ اس صفت سے پایا آپ کے مکان میں موسم سرما کو مسجد کی گھاس پھوس ہوتی تھی اور موسم گرما میں ہرانی چٹائیاں، آپ حلال اور شبہات سے بچنے کے بارے میں کافی احتیاط برتتے تھے، خصوصاً کھانے پینے کے بارے میں ہمیشہ کیلئے بمطابق حدیث انتہائی احتیاط فرماتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "عبادت کے دس اجزاء ہیں ان میں سے نو اجزاء طلب حلال اور صرف ایک جزو دوسری عبادتیں ہیں"-- آپ انتہائی فقر کے باوجود اعلیٰ درجہ کے فداکار اور صاحب ایثار تھے، جو بھی آپ کے پاس کوئی تحفہ لاتا، سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق اس ھدیہ کے مناسب اس کی امداد فرماتے اور اس کے ساتھ احسان کرتے، آپ کی برکت سے آپ کے عقیدتمندوں میں یہی صفت نمایاں تھی جس کے باعث ہر جگہ اپنا یہ اثر چھوڑتے تھے اور ایثار کرتے تھے، دوستوں اور مہمانوں کے سامنے شام کے وقت معمولی قسم کا تکلف والا کھانا پیش کرتے تو کسی طریقے سے چراغ کو کافی مدھم کر لیتے یا بجھاتے تا کہ مہمان کھانا کھا سکے، سردی کے

موسم میں اگرچہ میزبان کا ایک ہی کپڑا ہوتا تھا وہ بھی مہمان کو پہناتے اور اسے اوڑھا دیتے، ہمارے خواجہ اپنی زراعت سے کھانا کھاتے چنانچہ ہر سال کچھ جو اور کچھ ماش کاشت فرماتے تھے، تخم، زمین، پانی اور زمین میں دیگر کام کرنے کے بارے میں کافی احتیاط فرماتے اور اکابر و علمائے کرام جب آپ کی صحبت میں پہنچ جاتے تو آپ کا کھانا بطور تبرک تناول فرماتے۔

اور حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ آثار میں وارد ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں میں جو کا چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا جاتا لہذا چند دنوں تک ہمارے گھر میں جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی کھائی گئی اس کے باعث تمام گھر والے بیمار پڑ گئے، مجھے معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے ادبی کی گئی ہے، جس میں ایک قسم کی مشابہت اور برابری پائی جاتی ہے حالانکہ تابعداری کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیے، لیکن پھر بھی خود کو تقصیر کنندہ سمجھنا چاہیے انہوں نے رجوع اور توبہ کر کے اس کے بعد بے چھنے جو کی روٹی نہیں بنائی اس کے باعث سب صحت یاب ہو گئے۔

ے جو بھی رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلا۔ تمام راہروؤں سے وہ آگے نکل گیا۔

حضرت خواجہ اکثر کھانا پکانے اور دسترخوان بنانے کا انتظام خود فرماتے، کھانا کھاتے وقت درویشوں کا خیال رکھنے کی وصیت فرماتے اور اس کی پوری تاکید فرماتے اور کھانے کا جتنا بڑا اجتماع بھی ہوتا اس میں اگر کوئی غفلت سے لقمہ کھانے لگتا تو حضرت خواجہ پوری شفقت کے ساتھ تربیت کی خاطر اسے ایسے لقمہ کھانے کیلئے نہ چھوڑتے تھے اگر کوئی کھانا قہر، غصہ جبر اور سختی کے ساتھ پکایا گیا ہوتا تو اسے خود بھی نہ کھاتے اور نہ اپنے کسی درویش کے کھانے کیلئے چھوڑتے، منقول ہے کہ ایک دفعہ خواجہ ''عذبوت'' تشریف لے گئے، کوئی درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا، آپ نے فرمایا کہ یہ کھانا ہمارے لئے مناسب نہیں جبکہ یہ قہر اور غصہ کی حالت میں پکایا گیا ہے، آٹا چھاننے، اسے گوندھنے اور پکانے والا غصہ میں تھا اگر ایک بار بھی ہانڈی میں چمچہ ہلانے والا بددل ہوتا تو وہ سالن وغیرہ نہ کھاتے اور فرماتے تھے کہ جو کام بھی غضب، غفلت یا بددلی اور دشواری سے کیا جائے تو اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی، اس میں نفس

وشیطان کو راستہ مل گیا ہے، اس عمل کا نتیجہ کس طرح ظاہر ہو سکتا ہے؟ نیک کام اور اچھے افعال حلال کھانے پر صادر ہو سکتے ہیں، وہی شوق اور دل لگی سے کھایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے تمام اوقات، خصوصاً نماز میں حضور قلب حاصل ہو جاتا ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت خواجہ اس عرصہ میں ہرات کو پہنچ گئے، ملک حسین کو تقاضا ہوا کہ ان تمام علماء ومشائخ کو کھانے پر بلائیں جو آپ کے ہمراہ تھے، سب کو مدعو کیا اور اس بڑے اجتماع میں ملک حسین نے خود ہی دستر خوان کا انتظام سنبھالا، اس نے کہا کہ کھائیں یہ کھانا اس لئے حلال ہے کہ میرے والد کی میراث میں مجھے ملا ہے ورنہ اس کی ذمہ داری قیامت کے دن میرے سر پر ہو، تمام حاضرین کھانا کھا رہے تھے مگر حضرت خواجہ نہیں کھا رہے تھے، وہاں پر موجود شیخ الاسلام مولانا قطب الدین والی ہرات نے حضرت خواجہ سے پوچھا آپ کیوں نہیں تناول فرماتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ معاملہ اپنے حاکم کے سامنے پیش کیا انہوں نے مجھے دو باتیں فرمائیں:۔ اگر آپ نہ کھائیں تو کہیں گے کہ بادشاہ کا کھانا تھا اس لئے میں نے نہیں کھایا، اور اگر کھا لیں تو لوگ پوچھیں گے کہ کیوں کھایا؟--جب حضرت خواجہ نے یہی نکتہ اٹھایا تو مجمع میں مولانا کی حالت بدل گئی، انہوں نے بادشاہ کو کہا کہ درویشوں نے یہی نکتہ اٹھایا ہے اور اشارہ حضرت خواجہ کی طرف کیا اس کے بعد انہوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ آج ہمیں آپ کے سپرد کریں، بادشاہ خود بھی اس نکتے سے حیران ہو چکے تھے اس لئے مولانا کی عرض قبول کی اور مولانا کی طرف متوجہ ہو کر کہا تو پھر یہ طعام کن پر صرف ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس کا جواب آپ سے دریافت کریں گے، چنانچہ حضرت خواجہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ شرعی حکم کے مطابق مشتبہ اشیاء کا مصرف فقراء لوگ ہیں، اگرچہ یہی کھانا حلال ہے، شک نہیں کہ ہرات میں ایسے کئی لوگ ہوں گے کہ اس طعام کے ایک ایک لقمے کے محتاج ہوں گے تو یہ انہیں دینا چاہیے، حاضرین مجلس حضرت خواجہ کی ان باتوں سے حیران ہو گئے۔

منقول ہے کہ جس زمانے میں حضرت خواجہ سرخس میں تھے تو ملک حسین کے ایلچی آپ کے پاس ہرات سے پہنچ گئے اور بادشاہ کے اس اشتیاق سے آپ کو مطلع کیا

جو وہ درویشوں کی مجلس کے لئے رکھتے تھے، اگر چہ حضرت خواجہ بادشاہوں کی ملاقات کو پسند نہ فرماتے تھے لیکن اس خیال سے آپ نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا کہ اگر بادشاہ خود طوس یا سرخس میں آنا چاہے تو اس کے آنے سے یہاں کے لوگوں کو تکلیف ہو گئی، جب حضرت خواجہ بادشاہ کے پاس پہنچ گئے تو وہاں لوگوں کا کافی رش موجود تھا، خادم، نوکر، چاکر اراکین حکومت ہرات کے خاص اور چیدہ لوگ، علماء و مشائخ وغیرہ، ملاقات کے بعد کھانے کا دستر خوان بچھایا گیا، پر تکلف کھانا لایا گیا، سارے لوگ کھانا کھانے لگے مگر حضرت خواجہ کچھ بھی نہیں کھا رہے تھے، اس کے بعد شکار کا گوشت لایا گیا حضرت خواجہ نے اس سے بھی کچھ نہ کھایا، علماء نے کہا کہ شکار کے گوشت میں شبہ نہیں آپ کیوں نہیں کھاتے، حضرت خواجہ نے فرمایا مجھے بادشاہ کے دستر خوان پر نہیں کھانا چاہیے، میں ایک ایسی جماعت کا عقیدتمند ہوں جن میں سے ایک درویش یہاں پر موجود ہے؟ یہ کیا جانتے ہیں کہ میں کونسا کھانا کھاتا ہوں؟ اس حق بات سے سارے خاموش ہو گئے، جب انہوں نے دستر خوان اٹھایا تو بادشاہ نے حضرت خواجہ سے کہا کہ آپ موروثی (خاندانی) درویش ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ میرا وہ ذاتی جذبہ ہے جو ثقلین کے اعمال کے برابر ہے، لہذا یہ سعادت مجھے نصیب ہوئی، بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کے طریقے میں ذکر جہری، سماع اور خلوت ہوتی ہے، حضرت خواجہ نے نفی میں جواب دیا، بادشاہ نے کہا پھر آپ کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا خانوادہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی بات ہے جو ''خلوت درانجمن'' ہے، بادشاہ نے کہا یہ کیا چیز ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا:۔

(لوگوں کے ساتھ موجود رہ کر باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ باطن میں آشنا ہو کر باہر سے اجنبی بن جا۔ اس قسم کا عمدہ کردار جہاں میں کم ہوتا ہے)۔

بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ نے قرآن کریم کی آیت تلاوت فرمائی:۔ ''ایسے لوگ نہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی'' بادشاہ نے پوچھا کہ مشائخ میں سے کسی نے یہ جو کہا ہے کہ:۔ ''ولایت نبوت سے بہتر ہے'' یہ کونسی ولایت ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ یہ اسی نبی کی ولایت ہے۔

ایک درویش کی روایت ہے جو اس سفر میں حضرت خواجہ کے ساتھ تھے کہ حضرت خواجہ ہرات کی خانقاہ شیخ عبداللہ انصاری میں تشریف لائے تو یہ بیان کردہ بات چیت کی۔ شام کو خاصان دربار کی معیت میں بادشاہ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں قیمتی طباقوں کے اعلیٰ تحفے پیش کیے اور اسے قبول فرمانے کی آپ سے درخواست کی حضرت خواجہ نے وہ تحفے ان سے قبول نہ فرمائے اور فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل وکرم فرمایا ہے اتنے سالوں میں کسی نے بھی میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی، بادشاہ کو کہیے کہ اس قسم کی باتوں میں خود کو مصروف نہ کرے، کچھ دیر بعد اسی رات کو بادشاہ کے خواجہ سرا آئے اور ملکہ کی طرف سے پوری نیاز مندی حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی، ایک قمیض، دھلے کپڑے اور رومال لائے کہ یہ سب کچھ ملکہ نے خود اپنے ہاتھوں سے نیاز مندی کے ساتھ تیار کی ہیں، وہ درخواست کرتی ہے کہ اسے قبول فرمایئے اور انہوں نے کافی منت سماجت کی ہے، حضرت خواجہ نے اسے بھی قبول نہ فرمایا، اور ہرات میں تشریف لانے اور تشریف لے جانے تک کے تمام عرصے میں حضرت خواجہ کی قمیض نہیں تھی، ایک نمدہ، پگڑی اور پرانے جوتے آپ کے ہمراہ تھے، حق بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ کے اس قسم کے احوال دیکھنے سے ہرات کے بیشتر لوگ آپ کے گرویدہ اور عقیدتمند ہوگئے۔

''دیوانہ کر کے دونوں جہاں اسے عنایت فرماتا ہے۔ لیکن اس کا دیوانہ دونوں جہاں کو کیا کرے''۔

منقول ہے کہ قصر عافاں کے قیام کے عرصہ میں اکثر اوقات حضرت خواجہ اس حجرے میں رہتے جہاں اب آپ کا مزار ہے آپ کے احوال کی کیفیت اور آپ کا وہ معاملہ جس کی اطلاع درویشوں کو دینا چاہتے تھے، صرف یہی تھا کہ لقمہ کے بارے میں احتیاط، پابندی اور تاکید فرماتے، اگر کبھی روزہ دار ہوتے اور اپنے مہمان کے ساتھ کھانے میں شرکت فرماتے اور اس عزیز کی عدم موجودگی میں اپنے درویشوں کو فرماتے کہ آثار میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام جب ایک جگہ اکٹھے ہوتے تو اس وقت تک وہاں سے نہ چلے جاتے جب تک کچھ نہ کچھ نہ کھا لیا ہوتا یہاں تک کہ

روزہ دار بھی روزہ افطار کر کے ان کے ساتھ شریک ہوتے، چنانچہ شیخ ابوالقاسم گرگانی نے اپنی کتاب ''اصول الطریقہ وفصول الحقیقت'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''دوستوں کے ساتھ ایسے کام میں شرکت کرنا جو گناہ نہ ہو نفلی روزہ رکھنے سے کم نہیں ہے۔ فرمایا روزے کا ایک ادب یہ ہے کہ روزہ دار کی نظروں میں روزے کی قدر نہیں ہوتی''۔

حضرت خواجہ علاؤالحق نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک عقیدتمند نے ہمارے خواجہ کے حضور پکی پکائی مچھلی پیش کی۔ موجودہ درویشوں میں ایک عابد، زاہد جوان روزہ دار بھی موجود تھا، حضرت خواجہ نے اسے کھانے کی ہدایت فرمائی، لیکن اس نے حضرت خواجہ کی بات نہ مانی، حضرت خواجہ نے مہربانی فرما کر پھر فرمایا کہ میں آپ کو رمضان کا روزہ بخشتا ہوں، کھالے، پھر بھی اس نے نہ مانی، خواجہ نے فرمایا کہ حضرت سلطان العارفین ابویزید کی موجودگی میں بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا اسے چھوڑ دیجیے کیونکہ یہ بہت دور رہنے والا ہے۔

منقول ہے کہ وہ عابد جواں قیام وصیام کے مرتبے سے ہٹ کر دینوی امور میں گرفتار ہوا اور اس بنا پر اولیاء اللہ کی صحبت سے محروم رہ گیا کہ درویشوں کے ادب کو ملحوظ نہ رکھتا اور اولیائے کرام کی بات کو ہلکی سمجھتا تھا۔

بذریعہ درویش منقول ہے کہ ایک روز ہمارے خواجہ کی خدمت میں ہریسہ (ایک قسم کھانا) پیش کیا گیا، آپ اسے تناول فرما رہے تھے کہ اس مجلس میں موجود ایک درویش آپ کے ساتھ نہیں کھا رہا تھا، خواجہ کے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، خواجہ نے فرمایا کہ کیا روزہ رکھتے ہو؟ وہ درویش خاموش ہو گیا، خواجہ نے فرمایا، کھاؤ کہ یہ ہمارے لئے فضل الٰہی کی درگاہ سے لایا گیا ہے ہمارا کام فرض کی ادائیگی ہے واجبات اور سنت مؤکدہ بھی ''جسے نفل سے فرض نے روکا تو وہ معذور ہے اور جسے نفل نے فرض سے روکا تو وہ مغرور ہے''--- اور فرمایا، جو بھی ہمارا ساتھی ہے اسے میری تابعداری کرنی چاہیے تابعداری کئے بغیر کوئی درویش میرے ساتھ نسبت پانے والا نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ ریاضتیں اور اعمال جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم بجا لاتے ہیں، آپ لوگ اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے، تمہاری تدبیر یہ ہے کہ بے اختیاری اختیار کرو اور رضا

طلبی کی نسبت میں مقامات کا لحاظ رکھا کرو۔ (راقم الحروف)۔ درویش کو چاہیے کہ وہ یہ خیال رکھے کہ اہل اللہ کی مرضی کے مطابق عمل کرے، اسی طائفہ کے بزرگوں سے منقول ہے کہ درویشی کیلئے مشائخ کی خدمت میں مشغول ہونا نفل عبادت کرنے سے بہتر ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دفعہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر بھی تھے جن کا روزہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:۔ ''کھایئے جبکہ سفر میں روزہ رکھنے سے تم ضعیف ہوتے ہو اور دوسروں کو اپنی خدمت کرنے کا موقع نہیں دیتے ہو''

ایک دانشمند شخص سے منقول ہے۔ اس نے کہا کہ ایک دن، میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اتفاق سے میں روزہ دار تھا کوئی میرے حال سے واقف نہ تھا، خواجہ نے ایک درویش کو کھانا لانے کیلئے فرمایا اور میری طرف متوجہ ہوئے۔ فرمایا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے:۔ ''گمراہ کنندہ کی خواہش یہ ہے کہ بیشتر کاموں میں ترک حق کرے اور سیر الی اللہ کے مقام میں تبرک حق کرے'' جب کھانا لایا گیا تو فرمایا کہ کھانا کھالے جبکہ کہا گیا ہے کہ عمر (زندگی) اس لئے چاہیے کہ تجربہ کرنے کے بعد کوئی عمل کرے، ہم نے تجربہ کیا ہے، آپ کو کھانا چاہیے، میرے حال کی طرف اشارہ فرمایا کہ تم راہ حق کے سالک ہو کر تمہارا یہ روزہ خواہش کے باعث ہے، آپ نے ترک حق کیا ہے، آپ کے بارے حق یہ ہے کہ آپ کھانا کھالیں۔

خواجہ علاؤالحق سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہ کی نگاہ برکت سے تھوڑے عرصے میں آپ کے درویشوں کی حالت ایسی ہو جاتی کہ بشری خصوصیات اور نفسانی صفتوں سے بالکل عاری ہو جاتے یہاں تک کہ کسی طعام کی شیرینی، تلخی اور مزہ وغیرہ کو بھی محسوس نہ کرتے۔ کہتے ہیں کہ ایک درویش نے ایک غیر معتاد کھانا کھایا تھا، کسی نے اس سے پوچھا کہ یہ کونسا کھانا ہے؟ اس نے کہا اس کا مزہ میرے حال جیسا ہے کیونکہ قبض کا ایک مزہ ہے اور حالت بسط کا دوسرا مزہ ہے، ہمارے حضرت خواجہ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، کوئی دوست آپ کے پاس پہنچتا تو اس کی ہر قسم کی خاطر مدارات کرتے اور حدیث بنوی کے مطابق ''مومن کا مقصد اس کی سواری ہوتی ہے اور منافق کا مقصد

اس کا پیٹ ہوتا ہے''۔ اس کی سواری کی پرورش کرنے کی بڑی تاکید فرماتے، اس لئے کہ اسی دوست کا دل یکسو ہو کر بہترین طریقے سے صحبت کے فوائد حاصل کر سکے گا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عزیزان سے منقول ہے کہ پہلے اس دوست کی سواری کی خدمت میں مصروف ہوتے اور فرماتے کہ یہ دوست اسی سواری ہی کے ذریعہ ہمارے ہاں آنے کے قابل ہوا۔ شیخ شادی عذیوتی سے منقول ہے جو ہمارے حضرت خواجہ کے منظور نظر اور ان کے ہاں مقبول تھے، یہ صاحب فرماتے تھے کہ جب ہمارے خواجہ کے ہاں کوئی مہمان وارد ہوتا تو اسکی خدمت سے فارغ ہونے پر اس کی سواری کے لئے چارے پانی کا بندوبست خود فرماتے، انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ صبح تک اس کی خدمت میں باادب کھڑے رہتے، اسی سے منقول ہے کہ جب آپ کے درویش حضرت خواجہ کی قیامگاہ پر وارد ہوتے تو اس کے استنجاء کے ڈھیلے اپنے چہرہ پر مل لیتے تھے، درست کر کے اسے تیار کر لیتے اور مزے لے لے کر فرماتے۔

''ان سب کا احسان مجھ ہی پر ہے''۔

جب ہمارے خواجہ کسی درویش کے ہاں تشریف لے جاتے تو اس کے تمام اہل وعیال، متعلقین، خادموں کا حال دریافت فرماتے اور ہر ایک کی ایک قسم کی دلداری فرماتے یہاں تک کہ اس کے گھوڑوں اور مرغوں وغیرہ کی حالت علیحدہ علیحدہ دریافت فرماتے اور ہر ایک کی نسبت شفقت کا اظہار فرماتے اور فرماتے کہ حضرت ابویزید سے منقول ہے کہ آپ جب عالم استغراق سے نکل آتے تو آپ بھی اس قسم کا معاملہ فرماتے اور ہمارے حضرت خواجہ کے اس درویش کے پڑوسی، آشنا و دوست محفوظ ہو جاتے اور انہیں راہ حق پر آنے کی توفیق ہوتی، اور ایک درویش نے کہا کہ حضرت خواجہ کی سعادت صحبت پانے سے قبل، میں ایک دہقان شخص تھا، میں نے ...... کاشت کی تھیں ایک روز حضرت خواجہ اسی مقام سے گزر رہے تھے، میرے پاس اور کوئی ماحضر نہیں تھا، ...... کے متعلق میں نے پوچھا، میں نے ایک ...... پایا، حضرت کی خدمت میں عجز ونیاز سے پیش کیا اور میں نے عذر کیا کہ میرے پاس اس کے سوا کوئی اور ماحضر نہیں، حضرت خواجہ نے پوری شفقت سے اسے قبول فرمایا اور میرے ساتھ کافی دیر تک

ظاہر کی نسبت شفقت کا اظہار فرماتے رہے، یہاں تک کہ اس خوش اخلاقی کے باعث میں آپ کا گرویدہ ہوا اور وہ میرے راہ سلوک میں آنے کا باعث بنی، اس کے بعد ظاہر اور باطن کی نسبت میرے اور میرے متعلقین پر شفقت فرماتے ہوئے کئی سال گزر گئے اور حضرت خواجہ اپنی صحبت کی مجلسوں میں اس درویش کا عمل کافی جتلا کر یوں فرماتے کہ ان دنوں میں جبکہ لوگ ہمارے ساتھ آشنا ہو چکے تھے اس درویش نے ہم پر حق ثابت کیا۔

ـ میں اپنی جان فروخت کر رہا تھا۔ اسی وقت میرا یار اس بازار میں پہنچ گیا۔

عجز و نیاز اس کی...... میں موجود سب کچھ ہمارے پاس لایا، لہذا میرے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے ظاہری اور باطنی احوال کا لحاظ رکھیں، کیونکہ احسان میں ابتدا کرنا ایک بڑا کام ہے، چنانچہ دو افراد میں سے باہم ملتے وقت جو بھی سلام کرنے میں ابتدا کرے تو دوسرے پر اس کا جواب دینا واجب ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ جب تک سلام میں ابتدا کرنے والا شخص زندہ ہے تو اس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، دوسروں کے حقوق کا پاس کرنا راہ سلوک کے آداب میں سے ہے مقصد کو پہنچنے والا شخص اسی راستے سے پہنچتا ہے۔

چنانچہ بزرگان دین میں ایک بزرگ نے فرمایا:۔

''ادب ملحوظ رکھنے والا مقصد کو پہنچ جاتا ہے بے ادب محروم رہتا ہے''۔

ہمارے خواجہ کی صحبت کی برکت سے آپ کے سب درویشوں کو حضوریٔ قلب اور خاطر کی کیفیت حاصل تھی، جو مبتدی آپ کی صحبت شریف سے کسی وجہ سے احوال باطن کا لحاظ نہیں رکھ سکتے تھے اور کسی طرح ان کو جانے کا تقاضا ہوتا تو ان پر بوجھ پڑ جاتا اور آنجناب کی دولت اور برکت سے محروم ہو جاتے اور جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچتے تو ان کے کمزور احوال کو ملحوظ رکھ کر آپ براہ تربیت و شفقت ان کو پراگندہ خیالات سے نجات پانے کا سلیقہ بتاتے اور ان کی استعداد کے مطابق اس طریقہ کے بارے میں ان کے ساتھ معاملہ فرما کر مہربانی فرماتے اور ان کا بوجھ بالکل ہٹا دیتے، اور بار بار ان کو حضور قائم رکھنے اور پراگندہ خیالات ہٹانے کا طریقہ بتلاتے رہتے، اس کے بعد اس قسم کے لوگوں کو اگر کسی مہم کی ضرورت بھی پیش آتی تو حضرت خواجہ کی صحبت سے باہر

نکلنے کی ہرگز نہ سوچتے تاکہ پراگندہ خیالات عود نہ آئیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ''مومن دوبار کسی سوراخ سے نہیں ڈسا جا سکتا، اگر درمیانے حال کے ہوتے تو آپ کی صحبت میں باقاعدگی سے شامل ہونے کی برکت حاصل نہ ہوتی۔ (وموافقت درویشان آن جماعت راقوت رعایت حضور حاصل شدہ می بود وطریق محافظت آن رادر نسبت جذبہ وسلوک دانستہ می بودند) اور پراگندہ خیالات کو دفع کرنے کا طریقہ جانتے ہوں اور ہر ایک کو روبہ عمل لاکر اس بارے میں آنجناب ان کے رجوع اور عذر کا طریقہ قبول کر لیتے کیونکہ صاحب تصور کو چاہیے کہ جو بھی اس پر گزرا ہے اسے پیدا کر کے پھر تواضع وانکسار کی شان میں اس سے رجوع اور عذر کرے اس لئے کہ ناپید موجود ہو کہ مقصد حاصل ہو اور اگر اتنی شناخت کے باوجود ان کی پراگندہ خیالی صحبت سے باہر لے جانے کی باعث بنتی اور اس موقع پر آپ کوئی خدمت ان کے سپرد فرماتے اور اس بارے میں ان کے باطن پر کوئی سختی گزرتی اور فوری طور پر معلوم طریقے سے رجوع اور عذرخواہی میں نہ لگ جاتے تو حضرت خواجہ اس قسم کی پراگندہ خیالی اور ان کے باطن کی اسی قسم کی ناپسندیدگی پر گرفت فرماتے۔ جن کی وجہ سے ان کے قبض وخفقان کی انتہا نہ ہوتی اور ان کے تمام باطنی احوال دوسری قسم کے ہو جاتے تو حضرت خواجہ ان کی طرف التفات کرنا چھوڑ دیتے اور آپ ''حتی اذا ضاقت'' کے مطابق جب ان پر یہ فراخ زمین تنگ ہو جاتی تو ان سے اپنی نسبت کو سلب کر لیتے، لامحالہ انہیں اس سے باز رہنا چاہیے تھا اور جو بھی ان پر گزرا اسے پیدا کر لیتے اور اس تدبیر سے اسی طریقے پر مشغول رہتے، اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال ہوتی، پراگندہ خیالی ترک کرنے، اتنی مقدار ناپسندیدگی ظاہر کرنے، عذر اور انابت کی راہ پر چلنے کی توفیق نصیب ہو جاتی تو ان کا بوجھ ہلکا ہو جاتا اور نسبت کا تعلق انہیں حاصل ہوتا تو تنہائی اور مجلسوں میں تضرع اور عاجزی کرتے، حضرت کی خدمت میں کافی درویشوں کو سفارشی بنا کر بجھوا دیتے تاکہ آپ اس پراگندہ خیالی اور ناپسندیدگی کو دور کرنے میں انتہائی شفقت وتربیت سے کام لیں، اس طرح ٹوٹی ہوئی نسبت انہیں دوبارہ حاصل ہوتی اور قدم بہ قدم انہیں نسبتوں میں انہیں زیادتی حاصل ہو جاتی ایسے مواقع پر حضرت خواجہ اکثر فرماتے کہ لوگ کہتے

ہیں ہمارے طریقے میں ریاضت نہیں، اگر کوئی درویش حضرت خواجہ کے اشارے سے کسی سفر پر جاتا تو روانہ ہوتے اور واپس آتے وقت خوش ہوتا، اس قسم کا کوئی درویش جب سفر سے واپس آتا تو تمام سفر کے دوران ان پر گزرے ہوئے حالات ان سے پوچھ لیتے، اگر اسے خبر نہ ہوتی اور گزشتہ حالات بیان کرنے سے قاصر رہ جاتا تو شفقت اور مہربانی کے ساتھ حضرت خواجہ خود ہی اس کی تشریح فرماتے تا کہ اس طریقے میں اسے مزید یقین حاصل ہو جائے حضرت خواجہ بیشتر مباحثوں میں نفس کی مخالفت کا فرماتے، جو بھی اس پر عامل ہوتا تو اس راہ میں بڑے نتیجے کا مشاہدہ کرتا۔ جس سے اس راہ میں اس کا یقین زیادہ ہوتا۔ اور فرماتے تھے کہ جو بھی مخالفت نفس کی توفیق پائے ہر چند کہ اس کا عمل تھوڑا بھی ہو تو اسے زیادہ سمجھ کر اس توفیق دینے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور جو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو مقام ابدال چاہتا ہے تو تجھے اپنے احوال تبدیل کرنے پڑیں گے"۔ تو اس سے مراد اپنے نفس کی مخالفت کرنا ہے آپ فرماتے تھے (اپنے درویشوں کو) کہ اپنے نفسوں کو متہم کیا کریں، جن کو ایسے عمل کرنے کی توفیق مل جاتی تو آپ بھی ان کے ساتھ اسی نسبت سے معاملہ فرماتے اور انہیں اسی عمل پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے جس سے انہیں بڑی سعادت نصیب ہوتی، آیت وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ" کے مطابق کوئی بندہ جو بھی گناہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے در حقیقت اسے اس سے زیادہ متصور ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا گیا۔

"آپ کی دانست سے ہزار گنا برائیوں کا میں مرتکب ہوں۔ کوئی دوسرا مجھے نہیں جان سکتا جیسا کہ خود جانتا ہوں۔ بظاہر جتنا میں برا دکھائی دیتا ہوں تو در پردہ میں اس سے کئی گناہ زیادہ برا ہوں، میں خود اور خدا جاتا ہے جبکہ خدا ظاہر و باطن کو پہچانتا ہے"۔

اس مقام پر فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے جو بھی اپنے نفس کو برا سمجھتا ہو، اس کے مکر و فریب کو جانتا ہو تو اس کے لئے یہ عمل آسان ہوتا ہے، اس راستے کے کئی سالک ایسے ہیں کہ دوسروں کی برائیاں بھی اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کا بوجھ برداشت کرتے ہوئے ظاہر اور باطن میں خود کو اس دوست پر قربان کرتے ہیں۔

اپنے آپ سے گزرنا سب عیش اور خوشی ہے۔

آیہ ''اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ '' ہمارے حضرت نے جو بھی باتیں فرمائی ہیں۔ وہ درحقیقت قرآنی آیتوں اور احادیث رسول، آثار صحابہ اور سلف صالحین سے ہی لی گئی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ ہر ہر سیکنڈ میں وجود طبعی کی نفی کر کے حقیقی معبود کا اثبات کرتا رہے۔

''تیرا وجود ہی گناہ ہے جس پر دوسرا گناہ قیاس نہیں کیا جا سکتا''

حضرت جنید سے منقول ہے آپ نے فرمایا، ساٹھ سال ہوئے کہ ایمان لانے میں مصروف ہوں اور ہمارے خواجہ فرماتے ہیں، نماز، روزہ، ریاضت اور مجاہدہ اللہ تعالیٰ کی احدیت میں پہنچنے کا طریقہ ہے لیکن ہمارے نزدیک اپنے وجود کی نفی کرنا سب سے زیادہ قریبی طریقہ ہے، ایک دن ہمارے خواجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے تعلق رکھنا اس طریقہ کے سالک کیلئے بہت بڑا حجاب ہے۔
تعلق ایک ایسا حجاب ہے جس سے حصول نہیں ہو سکتا۔ انہی بندوں (قیود) کو توڑ کر وصول ہو سکتا ہے۔
اس ضعیف کے دل میں گزرا کہ ایمان اور اسلام سے بھی تعلق رکھنا نقصان دہ ہونا چاہیے جب حضرت خواجہ نے اس شکستہ کی طرف توجہ فرمائی تو تبسم فرما کر فرمانے لگے کہ آپ نے منصور حلاج کا بیت نہیں سنا؟
''میں نے اللہ تعالیٰ کے دین پر کفر کیا جب کہ یہ مجھ پر واجب تھا اور عام مسلمانوں کے نزدیک حرام اور بری بات ہے''۔
اہل حقیقت نے حقیقی ایمان اور اسلام کی تعریف یوں کی ہے'' قلبی ایمان یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان تمام امور سے قطع تعلق کیا جائے جن سے قلوب کو وابستگی ہو سکتی ہے خواہ یہی امور ضروری یا مفید ہوں''۔

منقول ہے کہ ہمارے خواجہ کا منظور نظر ایک حنفی المسلک درویش تھا، ایک دن حضرت خواجہ ہی کے درویشوں سے ایمان کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا کہ اقرار اور تصدیق ہی ایمان ہے، اس کی مثالیں دے دے کر کافی زور دے رہا تھا، یہ باتیں

حضرت خواجہ نے بھی سن لیں تو فرمایا کہ اس تقلیدی ایمان سے گزرنا چاہیے، وہ درویش پریشان و حیران ہو گیا اور اپنی ہی بات پر اڑا رہا، حضرت خواجہ نے فرمایا اس کے بعد درویشوں کی صحبت میں آپ کی کوئی جگہ نہیں ہے، اس کی طاقت کمزور ہو گئی، کافی منت سماجت کر کے حضرت خواجہ سے امداد طلب کی اللہ تعالیٰ کی امداد اس کی شامل حال ہو گئی اور تقلید کے چوکاٹ سے باہر نکلا، تو اس کی حالت کچھ اچھی ہو گئی بہت تڑ گیا جب وہ اس حالت سے نکل گیا تو تمام درویشوں کے سامنے کہنے لگا:۔

''کاش! خواجہ اس سے پہلے میرے ساتھ یہ مہربانی کرتے! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تقلید کے چوکاٹ سے مجھے باہر نکالا اور مجھے حقیقی ایمان کی سعادت نصیب فرمائی اور نفی ہی میں وارد ہوا ہے کہ ایک دن خلیفہ حضرت خواجہ علاؤالدین کی ملاقات بخارا کے ایک درویش سے ہوئی جو خلوتی کے نام سے مشہور تھا ان کے درمیان آپس میں عالم غیرت پر بحث چھڑ گئی اور اس درویش خلوتی پر غالب آ گئے یہ بات حضرت خواجہ کو پہنچ گئی، آپ خواجہ علاؤ الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ ولی ہیں، انہوں نے یہ صفت از خود نفی کر دی، پھر بھی حضرت نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں آپ ولی ہیں، آپ نے اپنی عادت کے مطابق ظاہری، باطنی، خلاؤ ملاء کی منت و سماجت عاجزی اور معذرت حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کی، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر آپ ولی نہیں ہیں تو صفت ولایت سے گزرو۔ آپ نے توقف کیا، حضرت خواجہ نے فرمایا:۔

اگر میری صحبت کے طلبگار ہو تو ولایت کی صفت سے گزر جاؤ، حضرت خواجہ علاؤالدین نے فرمایا حضرت خواجہ کی توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں پہنچ گئیں اور مجھے اس دائرہ اور حجاب سے گزار دیا، میں نے وہ دیکھا جو دیکھا کہ ہر اعلیٰ ترین حال اور کمال کے ساتھ کسی سالک کا معمولی تعلق اور وابستگی بھی ہو تو اس کے اور مقصود کے درمیان بہت بڑا حائل اور بہت بڑا حجاب موجود ہے۔

''بال سے بندھا ہوا بھی اسی بال سے حجاب میں ہوتا ہے''۔

منقول ہے کہ ایک بار، جبکہ خواجہ کوفین میں مقیم تھے، کئی درویش اور دیگر لوگ آپ کے ہمرکاب تھے حضرت خواجہ بھی رو رہے تھے اور آپ کے تمام ہمرکاب لوگ بھی

رو رہے تھے، حالانکہ کسی کو بھی اس کی وجہ معلوم نہیں تھی تھوڑی دیر کے بعد حضرت خواجہ نے پوری عاجزی کے ساتھ فرمایا کہ اتنی خرابی، کمزوری، بیچارگی، افلاس اور بے حاصلی کے باوجود میں اس لائق نہیں کہ کوئی میرے سلام کا جواب دے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان مجھے یوں شرمندہ کیا کہ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے لوگ میرے ساتھ لگا دیئے ہیں افسوس کہ کسی کو میرے حال کا علم نہیں۔

اے افسوس! کوئی مجھے نہیں جانتا--اگر وہ مجھے جان لیں تو شہر سے مجھے ہٹا دیں گے۔

''لوگوں سے مجھے کیا کام ہے؟'' ہمارے خواجہ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مقام میں اس بات کا گمان ہو کہ اس راہ کے سالک کا کوئی وجود (یعنی انا) سر اٹھالے گا، تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد سے اس کی نفی کر دے اور حق یہ ہے کہ حضرت خواجہ نے فرمایا ہے کہ جن احوال، صفات حرکات، سکنات، خیالات، قلبی و قالبی تعلقات، سری و جہری وغیرہ کے باعث بندہ کا شغل اللہ تعالیٰ سے نہ ہو، اور پوری طرح خود سے بے تعلق نہ ہو تو اس پر حقیقی بندگی کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور نہ اخلاص کی سعادت اسے نصیب ہو سکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام بشری تعلقات اور خواہشات اور خواہشات نفسانی بہت سی برائیوں کے ارتکاب کی باعث بن جاتی ہے۔ لہذا ہر لمحہ، حدیث ''ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے'' کے مطابق انہیں تمام امور سے قطع تعلق اور بیزاری اختیار کرنی چاہیے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' اب جو کئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ تعالیٰ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں'' -- اس راہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا طاغوت ہیں جس کا انکار کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا سالک کیلئے ایک ضروری شرط ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک خواہشات نفسانی تمام خداؤں سے زیادہ بری ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو''

اور پھر بھی خود کو بندہ خدا گمان کرتا ہے۔ ''خواجہ گمان کرتا ہے کہ مجھے کمال حاصل ہے حالانکہ اسے سوائے گمان کے اور کچھ بھی حاصل نہیں''۔

حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ: سیم وزر (سونے چاندی) کا بندہ، ہلاک ہوا اور اسی

طرح زن و فرزند کا بندہ بھی ہلاک ہوا) ہر ایک اپنی پسند کی چیز کا پرستار ہوتا ہے۔
دونوں جہانوں میں بندگی کرنا-- دونوں جہانوں کے مونس اور معبود کا حق ہے۔
لہذا ضروری ہوا کہ ہر چیز سے لاتعلق ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہیے۔

منقول ہے کہ حضرت عزیزان سے پوچھا گیا کہ درویش کیا ہے؟-- فرمایا۔
''اکھیڑنا اور جوڑنا'' یعنی غیر اللہ سے لاتعلق ہونا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا'' اسی طائفہ (جماعت) کے ایک بزرگ سے منقول ہے کہ جو بھی غیر اللہ سے پورا لاتعلق ہو جائے تو وہ مسلمان ہے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی تمام مرادوں اور مقاصد سے لاتعلقی بخشے تو وہ دونوں جہانوں میں مومن ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کوئی اس وقت تک مومن نہیں بنتا جب تک کہ پاک کو پلید سے علیحدہ نہ کرے۔ مطلب یہ کہ بندہ کی تمام مرادیں اور خواہشات گندی چیزیں ہیں-- اور آپ کی یہ بات بھی ہے کہ عرش، فرش اور تمام کائنات سے لاتعلقی کے بعد سب سے زیادہ مصیبت بندہ کا اپنا ہی وجود ہے اور سب سے زیادہ زہر قاتل بندہ کی تمنائیں ہیں، لہذا ان سب سے لاتعلق ہونا چاہیے۔
حضرت خواجہ نے جو آخری بات بطور وصیت فرمائی، وہ اس بارے میں کافی و شافی ہے۔
''اپنی تمام چیزوں کو جب تک آگ نہ لگاؤ تو حقیقت میں تیرا وقت اچھا نہیں ہوگا''
صحابہ کرام کے آثار میں وارد ہوا ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا ''آیئے کچھ دیر کیلئے ہم ایمان لائیں''- اس میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اگر اس راہ کے طالب حضرات باہم مل کر صحبت سجائیں تو اس میں بہت زیادہ خیر و برکت ہوتی ہے امید ہے کہ اس طریقے پر قائم رہنے کے باعث حقیقی ایمان و اسلام پر انجام ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ علاؤ الحق بار بار اس کی تاکید فرماتے اور فرماتے کہ باہم مل کر صحبت بناتے رہیں جبکہ ایسا کرنا سنت مؤکدہ ہے، اور فرماتے رہے ''وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ'' (ہماری ہدایت اور مہربانی کی نعمت اپنے آپ کو یاد دلاتے رہیں اور اس پر اللہ کی ربوبیت کی مہربانیوں کا تذکرہ کیا کریں اسی میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی تربیت جاری رکھنے کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ حدیث قدسی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے

حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا کہ میرے اور میرے دوستوں کے ساتھ محبت رکھ اور ہمارے بندوں کا تعلق بھی ہم سے جوڑنے کی کوشش کر"-- حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیرے اور تیرے دوستوں سے محبت تو کر سکتا ہوں لیکن تیری محبت تیرے بندوں کے دل میں کیسے پیدا کر سکتا ہوں۔ فرمایا بندوں کو میری نعمتوں اور مہربانیوں کی یاد دہانی کرانا گویا میری محبت کو ان کے دلوں میں پیدا کرنا ہے۔

اور فرماتے تھے، بمطابق حدیث "دین کے بارے میں جن کے دو دن برابر رہے تو وہ خسارے میں ہے اور جن کا کل برا دن ہو تو وہ لعنتی ہے، جو زیادتی کی فکر میں نہ ہو تو وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہے تو اس کے لئے موت بہتر ہے"-- یہ سالک راہ حق کے لئے اشارہ ہے، چاہیے کہ مزید یقین حاصل کرنے میں اس کے دو دن ایک جیسے نہ ہوں بلکہ اگلے دن کو اس کے یقین میں اضافہ ہونا چاہیے۔

اور فرماتے تھے کہ اخبار و آثار میں مشائخ کی باتوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا-- اس کی تاویل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی محبوب بندہ کسی گناہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عذر خواہی کا طریقہ جانتا ہو اور اس کے مطابق عذر خواہی کرے تو اس گناہ کا کوئی نقصان اس کے لئے باقی نہیں رہتا"۔

اور فرماتے تھے، بمطابق حدیث "اللہ تعالیٰ سے زیادہ سوال کیا کرو یہاں تک کہ اپنی ہانڈیوں کے لئے نمک بھی اس سے مانگا کرو اور اپنے جوتوں کیلئے تسمہ بھی"-- اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اصرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے کسی ایک چیز کا سوال کیا کرو تمہاری مراد حاصل ہو، اس کے بعد دوسری چیز کا سوال بھی اسی طریقے سے کیا کرو، چنانچہ احادیث مبارکہ میں آیا ہے:۔ (اللہ تعالیٰ، اصرار کے ساتھ سوال کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور فرماتے تھے۔ بمطابق حدیث تمہاری کسی حرکت سے متعلق تمہیں ناپسند ہو کہ لوگ اسے دیکھ لیں تو کیا کہیں گے اسے تنہائی میں بھی نہ کیا کرو"-- اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ درویش کی حالت خلاء اور ملاء دونوں میں یکساں ہونی چاہیے، لوگوں کے سامنے جیسا کرنا اسے گوارا ہو خلوت اور تنہائی میں بھی اسے ویسا ہی

کرنا چاہیے۔

اور فرماتے تھے، بمطابق حدیث ''نماز مومن کی معراج ہے'' حقیقی نماز کی طرف اشارہ ہے، مطلب یہ کہ تحریمہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی اکبریت (بڑائی) نماز ادا کرنے والے کے وجود میں ایسی پیوست ہونی چاہیے کہ اس کے باعث اس کی نماز میں خضوع وخشوع پیدا ہوا اور اس کی حالت استغراق تک پہنچ جائے چنانچہ یہ صفت اکمل طور پر رسول اللہ ﷺ کے لئے احادیث کی رو سے یوں ثابت ہے کہ نماز میں آپ ﷺ کے سینہ مبارکہ سے نکلنے والی آواز مدینہ منورہ سے باہر بھی سنی جاتی تھی، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''یہ آواز ایسی ہوتی تھی جیسی آواز ہانڈی کے جوش کرتے وقت ہوتی ہے''۔ علمائے بخارا میں سے ایک صاحب نے ہمارے خواجہ سے سوال کیا کہ نماز میں کس طریقے پر حضور حاصل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا حلال کھانا کھانے سے جبکہ یہ اسے پورا معلوم بھی ہو، اور یہ بھی فرمایا کہ نماز سے باہر وضو اور تکبیر تحریمہ کرتے وقت بھی آگاہ رہنا چاہیے۔

اور فرماتے تھے کہ حدیث ''روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دونگا'' میں حقیقی روزے کی طرف اشارہ ہے کہ ماسوی اللہ سے کلی پرہیز و اجتناب کیا جائے۔

اور فرماتے تھے کہ حدیث '' جہنم کی آگ سے میری امت کا حصہ اتنا ہوگا جتنا نمرود کی آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا'' اور حدیث ''میری امت گمراہی پر متفق اور جمع نہیں ہوتی''۔۔ سے مراد امت متابعت ہے چنانچہ امت کی تین قسمیں ہیں ایک امت دعوت ۔ دوسری امت اجابت اور تیسری امت متابعت ہے۔

اور فرماتے تھے کہ حدیث ''صابرین فقراء قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلیس (ہم مجلس) ہوں گے''۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب ہوں گے) کا مطلب اہل ظاہر کا حال بیان کرنا ہے، چنانچہ فقر کی دو قسمیں ہیں ایک فقر اختیاری اور دوسرا فقر اضطراری اور یہ اس لئے بہتر ہے کہ بندہ کی نسبت اختیار حق ہے۔

اور فرماتے تھے کہ حدیث قدسی ''میں ان لوگوں کا ہم مجلس ہوں جو مجھے یاد کرتے ہیں''

میں اہل باطن کی طرف اشارہ ہے۔

اور فرماتے تھے کہ حدیث میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ کسی مقرب فرشتے اور کسی مرسل پیغمبر کی موجودگی کی گنجائش نہیں ہوتی'' کے مطابق ایک یہ ہے کہ میرا ایسا حال ہوتا ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ اور مرسل نبی ملاحظ نہیں ہوتا، بعض اوقات مبتدی کا بھی یہی حال ہوتا ہے دوسرا یہ کہ مجھے مقرب فرشتے اور مرسل نبی سے برتر اور فزوں تر حال حاصل ہوتا ہے یہ ہمارے رسول ﷺ کی پیغمبری کی ولایت کا حال ہے، چنانچہ بعض مشائخ نے اسی بنا پر فرمایا ''نبوت سے ولایت بہتر ہے'' اور شاید اس طرف بھی اشارہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر اپنی صفت جمالی کی تجلّی کرتا ہے تو اسی بندے کا وجود اتنا بزرگ بن جاتا ہے کہ اس جہان میں اس کی جگہ نہیں ہوتی۔

اور فرماتے تھے، حدیث ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو اسمائے مبارکہ ہیں جس نے انہیں محفوظ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ میں ''احصاء'' کا ایک معنی شمار کرنا ہے، دوسرا معنی اسے سمجھنا ہے، تیسرا معنی ان اسمائے مبارکہ کے موجبات پر عمل کرنا ہے مثلاً رزاق کہہ کر اس کے دل میں روزی کی فکر نہ رہے گی، ''متکبر'' نام پڑھنے سے بڑائی اور کبریائی خالص اللہ تعالیٰ کی سمجھی جائے گی، تو حضرت سے سوال کیا گیا کہ حدیث میں جب ننانوے مذکور ہوا تو ایک کم سو ذکر کرنے کی پھر کیا ضرورت تھی؟ تو حضرت نے فرمایا کہ اس کا مطلب تاکید کرنا ہے جبکہ عرب گنتی کرنے میں مہارت نہیں رکھتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ماہ کے دن بتاتے وقت تین دفعہ اپنے دونوں دست مبارک سے اشارہ فرماتے ہوئے بتایا کہ کبھی اس طرح تیس دن ہوتے ہیں اور چوتھی دفعہ ایک ہاتھ مبارک کی انگلی بند کر کے اشارہ فرمایا کہ کبھی ایک ماہ کے انتیس دن ہوتے ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ حدیث ''اذیت ناک چیز راستے سے ہٹا دو'' سے مراد نفس کی آزادی ہے اور راستے سے مراد راہ حق ہے، مطلب یہ کہ ''نفس کو چھوڑ کر میرے پاس آ''۔

خود کو دروازے پر چھوڑ کر اندر چلا جا-- تیری راہ میں خس و خاشاک نہیں، تو ہی ہے

ے (تیرے وجود کی دیوار کی نیچے تو ہی موتیوں کا خزانہ ہے-- خزانہ اس وقت ظاہر ہو کر نکلے گا جب تو درمیان میں سے اٹھ جائے گا)۔

اور حدیث ''تیرا نفس تیری سواری ہے اس سے نرمی کا برتاؤ کرو'' میں نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے جو کہ ''اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّيْ'' سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، بعض اولیائے کرام کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کے نفوس اس حد تک ان کے تابع ہوتے ہیں کہ ان کے احکام کی تعمیل میں پس و پیش نہیں کرتے۔اور فرماتے تھے، ولایت ایک بڑی نعمت ہے لیکن اپنی ولایت کو جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اس نعمت کا شکر ادا کر سکے ولی، اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی حفاظت میں ہوتا ہے۔وہ اسے ویسا نہیں چھوڑتا بلکہ بشریت کی آفتوں سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔ خلاف عادت امور، احوال اور کرامت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، بات استقامت کی ہے یعنی اپنے اقوال و اعمال پر قائم رہنا۔

شیخ عبدالرحمٰن سلمی نے اپنی کتاب ''حقائق التفسیر'' میں آیت ''فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ'' کی تفسیر یوں نقل فرمائی ہے کہ ''استقامت کا طلبگار بن، کرامت کا طلبگار نہ بن جبکہ آپ کا پروردگار آپ سے استقامت طلب کرتا ہے اور آپ کا نفس آپ سے کرامت طلب کرتا ہے، اس گروہ کے حضرات نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی ولی اللہ کسی باغ میں جائے جہاں درخت کے ہر پتے سے یہ آواز آنے لگے ''یا ولی اللہ!'' تو چاہیے کہ ظاہری اور باطنی طور سے اس آواز کی طرف کوئی التفات نہ کرے بلکہ ہر لمحہ اس کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اس کی بندگی اور عاجزی میں اضافہ ہو۔اس مقام پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ کمال حاصل تھا کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کی بارش میں آپ پر جتنا اضافہ ہوتا اتنی ہی آپ ﷺ کی نیاز مندی، عجز و انکساری بڑھتی چلی جاتی، چنانچہ ایسے ہی موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' اسی طرح ولی پر وارد ہونے والے احوال میں اس کے بشری وجود کی نفی کرنا مقصود ہے۔

اور فرماتے تھے کہ اس راہ کا سالک اولیاء اللہ کی تابعداری کرنے کی برکت سے ولایت خاصہ حاصل کرتا ہے۔اور فرماتے تھے کہ یہی گروہ تین قسم کے ہیں۔مقلد،

کامل، کامل ومکمل۔۔ مقلد اپنے سننے کے مطابق عمل کرتا ہے اور کامل کا عمل اپنے آپ کیلئے محدود ہوتا ہے، جبکہ تربیت سوائے کامل، مکمل کے اور نہیں کرسکتا اور فرماتے تھے کہ ارادت، سپردگی اور بے اختیاری بڑا کام ہے، ارادت سے متعلق بہت اقوال منقول ہیں ان میں ہمارا اختیار کردہ قول یہ ہے ''ارادت کا مطلب، اپنا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے سامنے ترک کرنا ہے اور اپنے مقتداء کی خواہش کے سامنے اپنی خواہش کلیتہً چھوڑنا ہے۔

ے ہم نے اپنے اختیار کو ترک کر دیا ہے جبکہ بادشاہ کا اختیاری ہمارا اختیار ہی ہے۔
اور کرنا اپنے مقتداء کی خواہش کے سامنے اپنی خواہش کو بالکیہ چھوڑنا ہے۔
ہم نے اپنے اختیار کو ترک کر دیا ہے۔ جبکہ بادشاہ کا اختیار ہمارا اختیار ہی ہے۔
ہمارا اختیار ہے اگر ہم چاہیں تو طالب کو طریق جذبہ میں لگادیتے ہیں اور اگر چاہیں تو طریق سلوک میں لگا دیتے ہیں، چنانچہ مرشد ایک حاذق طبیب ہے۔ طالب کے حال کے مطابق اس کا علاج تجویز کرتا ہے اسی طرح صحیح حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ساتھ اپنی حکمت بالغہ کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ یعنی کسی کو فقر وسختی میں رکھتا ہے اور کسی کو دولت وسہولت عطا فرماتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ابتدائی طالب کو چاہیے کہ وہ ہمارے ساتھیوں کی صحبت میں اسی خاطر رہے کہ وہ ہماری صحبت کے قابل اور لائق ہو جائے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ موتی پروتے یا اس میں سوراخ کرتے وقت نگینہ ساز، اپنے شاگردوں کو خطرناک موتی دیتا ہے؟ اور فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ ایک نایاب اور عجیب چیز اور مضبوط کڑی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری میں عمل کرنا اور صحابہ کرام کے آثار کی اقتداء کرنا ہے۔ اس راہ میں فضل الٰہی کے دروازے سے لائے گئے ہیں ہم نے اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے فضل کا مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنے عمل کا اور اس طریقہ میں تھوڑے عمل کے ساتھ کافی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں، البتہ سنت کی تابعداری میں کام کرنا انتہائی درجہ کی فضیلت رکھتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہمارے طریقے سے منہ موڑنے میں دین کا خطرہ ہے، ہمارے حضرت خواجہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اسے کس طریقے سے پایا ہے؟ فرمایا ''رسول اللہ ﷺ

کی تابعداری کے طریقے سے'' اور فرماتے تھے کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے، خلوت میں مشہوری ہے جو کہ آفت ہے۔ اور فرماتے تھے، خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے، اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہونا ہے اور فرماتے تھے کہ جو جماعت ہماری صحبت میں پہنچتی ہے ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کا بیج ہوتا ہے لیکن خس و خاشاک کے باعث ترقی نہیں پا سکتے، ہمیں ان تعلقات کو پاک کرنا چاہیے اور جن کے دلوں میں قطعاً یہ بیج نہیں ہے تو ہمیں اس کو پیدا کرانا ہے۔ فرماتے تھے کہ جو بھی ہمارے ساتھ دلی محبت رکھتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہو ہر چوبیس گھنٹے میں اس کی نسبت پر گزرنا ہوتا ہے اور ہمارے سر چشمہ شفقت اور تربیت سے اسے فیض پہنچتا رہتا ہے اگر وہ اپنے حال سے واقف ہو اور فیض کا راستہ کوڑے کرکٹ سے صاف رکھتا ہو۔ اور فرماتے تھے، ہمارے اس طریقہ میں سالک کو چاہیے کہ اپنا مقام نہ جانے تا کہ وہ حجاب راہ ثابت نہ ہو اور فرماتے تھے کہ مرشد کو طالب کے تین حالات ماضی، حال اور مستقبل سے باخبر رہنا چاہیے تا کہ اس کی تربیت کر سکے اور طالب کی ایک شرط یہ ہے کہ جس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے کسی دوست کے ساتھ مل جل کر رہتا ہو اس عرصہ میں چاہیے کہ وہ اپنے حال سے واقف ہو اور ساتھ رہنے کے اس عرصہ کا موازنہ گزشتہ عرصہ سے کرے اگر اسے اس قسم کا فرق معلوم ہو جائے کہ تنزل سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا ہے تو اس عزیز کے ساتھ صحبت کو بدستور جاری رکھنا اس کا فرض عین ہے۔

اور فرماتے تھے کہ ''یہ طریقہ اول سے آخر تک آداب پر قائم ہے'' کے مطابق اس راہ کو ڈھونڈنے کی ایک شرط ادب بھی ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں ادب کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں کمال بندگی کے ساتھ اس کے فرامین کی بجا آوری کرتا رہے اور ماسوی اللہ سے بالکل توجہ ہٹا لے، رسول اللہ ﷺ کے متعلق ادب یہ ہے ''فَاتَّبِعُوْنِی'' کے بموجب تمام احوال میں آپ کی واجبی حرمت ملحوظ رکھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور تمام موجودات کا واسطہ سمجھے، تمام موجودات کا سر آپ کی بارگاہ عزت میں خم ہے۔ اور طالب حضرات پر مشائخ کا یہ ادب کرنا لازم ہے کہ آپ حضرات رسول اللہ ﷺ کی سنت کی متابعت کر کے دعوت خلق کے مقام میں حق کو پہنچ

چکے ہیں لہذا چاہیے کہ ان کی موجودگی اور عدم موجودگی میں ان کے ادب کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ اہل کرم اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو جاننے والے ہیں، وہ سب کچھ واردات و خطرات جو طالبوں پر گزرتے ہیں اسے دیکھتے رہتے ہیں اور انہیں گزارتے رہتے ہیں احوال مختلف ہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی مہربانیوں کے مشاہدہ کے وقت پہاڑ، پرکاہ کی مانند ہیں۔

''آپ کی بے حد مہربانیوں کے جوش کے وقت گناہ سے توبہ کرنا بھی گناہ ہے''۔

اور فرماتے تھے یہ امینوں کا گروہ ہے طالب پر گزرنے والے ذرے ذرے کو دیکھتا ہے تحقیق کی راہ سے اسے بتاتا رہتا ہے۔ کیونکہ مقام شفقت میں فروگذاشت نہیں ہے۔

''نابینا کا کنویں میں گرتے وقت خاموش بیٹھنا بھی گناہ ہے''۔

اور کبھی ان کی نظروں میں پرکاہ بھی پہاڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ اہل اللہ کے ساتھ وہی لوگ چل سکتے ہیں جو خود سے پوری طرح گزر گئے ہوں۔

''یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ کر ورنہ اپنے گھر کو ہاتھیوں کے مناسب بنا''

اور فرماتے تھے کہ اہل ارشاد ماہر شکاریوں کی مانند ہیں کہ باریک ترین حیلوں سے وحشی جانوروں کو قابو میں لاتے ہیں اور پھر انہیں انس کے مقام پر پہنچاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی حضرات اہل حکمت کی طرح صاحب طبیعت طالب کے ساتھ حسن تدبیر کا معاملہ کرتے ہیں کہ اسے تابعدار بنا کر طریقت میں اسے سنت کا تابعدار بنا لیتے ہیں اور پھر وہاں سے مقام وصول پر پہنچاتے ہیں اور فرماتے تھے کہ اس گروہ کا معاملہ ہر کسی کے ساتھ اس کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے مبتدی طالب کا بوجھ اٹھا کر اس کی خدمت بھی کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خطاب فرمایا ''جب آپ میرے کسی طالب کو دیکھ لیں تو آپ اس کے خادم بن جایئے بہت چاہتے کہ طالب میں اس طریقے کے سلوک کیلئے قابلیت پیدا ہو۔ اور فرماتے تھے کہ اس راہ کا سلوک اہل اللہ سے حصول یقین پر موقوف ہے۔

''جب آپ جمال کو نہ دیکھیں عشق کامل نہیں ہوتا-- یار کی صفت سنیں گے تو ٹھیک طور سے نہیں سنی جا سکے گی''

سالک کے تمام اعمال اسی طریق پر ہونے چاہئیں تا کہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے اور فضیلت کی معرفت حاصل ہو جائے جو کہ طالب حضرات کی انتہائے مقصود ہے کیونکہ طالب کے صرف حسن عقیدت سے کچھ حاصل نہیں کہ یہ عقیدت تھوڑی سی چیز سے بھی تبدیل ہوتی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ پیر کامل کی طرف سے ذکر کی تلقین اس لئے ہونی چاہیے کہ موثر ثابت ہو اور اس سے نتیجہ ظاہر ہوجائے تیر بادشاہ کی ترکش سے ہونا چاہیے تا کہ اس کی حمایت ہو سکے اور ہم نے ذکر کی تلقین خلیفہ حضرت شیخ بزرگوار خواجہ محمد بابا سماسی سے حاصل کی ہے۔

اور فرماتے تھے کہ حضرت عزیزاں سے ذکر کے دو طریقے منقول ہیں جہری وخفیہ اور ہم نے ذکر خفی کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ وہ زیادہ قوی اور زیادہ بہتر ہے۔ اور فرماتے تھے کہ وقوف عددی علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہے، ایک دانشمند صالح نے نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ حضرت خواجہ مجھے وقوف عددی کی تلقین فرماتے اپنے سلسلے کا بیان کیا اور حضرت شیخ یوسف ہمدانی تک پہنچایا اور فرماتے تھے کہ ایک دن خواجہ عبدالخالق غجدوانی اپنے استاد سے تفسیر قرآن پڑھتے وقت جب اس آیت (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور چپکے سے یاد کیا کرو بیشک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔ پہنچے تو آپ نے اپنے استاد سے پوچھا کہ اس خفیہ پڑھنے کا طریق کیا ہوگا، اگر ذکر کرنے والا بلند آواز سے پڑھے یا ذکر کرتے وقت اعضاء کو حرکت دیا کرے تو دوسرے لوگوں کے اس سے واقف ہونے کی بنا پر وہ خفیہ نہیں رہتا، اور اگر دل ہی میں پڑھتا ہو تو حدیث ''شیطان انسان کے رگوں میں پھرتا رہتا ہے'' شیطان اس سے واقف ہوتا ہے؟ استاد صاحب نے فرمایا، یہ علم لدنی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی آپ تک پہنچ جائے گا کہ اس کی صحبت کی برکت سے آپ کو معلوم ہو جائے گا، حضرت عبدالخالق انتظار میں رہے یہاں تک کہ حضرت شیخ پہنچ گئے اور آپکو وقوف عددی کی تلقین فرمادی۔

اور فرماتے تھے کہ ''لا الہ'' طبیعت کے خداؤں کی نفی ہے ''الا اللہ'' معبود برحق کا اثبات۔ ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر کرنے والا کلمہ توحید کی حقیقت کو پہنچ

جائے، زیادہ کہنا شرط نہیں، کلمہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے سارے ماسوی اللہ بالکل نفی ہو جاتے ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ وقوف زمانی سالک کی کارگزاری یوں ہے کہ وہ اپنے احوال سے خود واقف ہوتا ہے کہ ہر وقت اس کی صفت اور حال کیا ہے، موجب شکر ہے یا موجب عذر ہے؟ اور فرماتے تھے کہ سالک کا کام ساعت پر مبنی کیا گیا ہے تا کہ اپنے نفس کا پانے والا ہو جائے، کہ حضور سے گزرتا ہے چل کر؟ اگر نفس پر مبنی کرے تو ان دو صفتوں کا پانے والا نہیں بن سکتا۔ اور فرماتے تھے کہ سالکان شیطانی اور نفسانی وسوسوں کو دفع کرنے میں مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان چیزوں کو پہلے سے دیکھ لیتے ہیں جو نفس اور شیطان کے وسوسوں کے طور پر ان کے دلوں میں گزرنے والے ہوں اور اسی وقت اسے دفع کر لیتے ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں کہ وسوسے تو ان کے دلوں میں آتے ہیں لیکن اس کے قرار پکڑنے سے قبل اسے دفع کر لیتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ قرار پکڑنے کے بعد اسے دفع کرتے ہیں جس کا کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوتا، البتہ اگر اس کا منشاء اور سبب انتقالات کو پیدا کرے تو وہ فائدے سے خالی نہیں اور فرماتے تھے کہ اتنی صفتوں کو تبدیل اور منتقل کرنا انتہائی مشکل ہے۔

اور فرماتے تھے وہ راستے، جس کے ذریعے عارفین پاتے ہیں اور دوسرے لوگ نہیں پا سکتے، تین ہیں مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ، مراقبہ مخلوق کو دیکھنا اور یوں بھول جانا کہ مسلسل نظر خالق کی طرف ہو (یعنی مخلوق سے قطع نظر کر کے خالص خالق تعالیٰ کی طرف نظر ہو) اور مراقبہ کی ہمیشگی کمتر ہوتی ہے، اس گروہ کے تھوڑے حضرات نے اس معنی میں کسب کیا ہے اور ہم نے اس کے حصول کا طریقہ پایا ہے یہ مخالفت نفس ہے اور مشاہدہ واردات غیبیہ ہے جو دل پر اترتا ہے اور اسی باعث کہ زمانہ گزرنے والی چیز ہے جو قرار نہیں پکڑتا ان واردات کا ادراک ہم یوں نہیں کر سکتے۔ کہ ایک صفت کے طور پر ہم میں حال ہو جائے اور قبض اور بسط سے ہم اسے پالیں، قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کریں اور بسط میں صفت جمال کا،-- اور محاسبہ یہ ہے کہ ہم اپنے اوپر ہر ساعت گزرنے والا کا محاسبہ یوں کریں کہ بررفت (چلنا) اور حضور کیا ہے؟ ہم دیکھیں گے

جب سراسر نقصان ہوتو واپس ہو کر عمل کو از سرنو شروع کریں، حضرت عزیزان کا یہ فرمان منقول ہے کہ عمل کرنا ناکردہ چھوڑنا اور خود کو کوتاہی کرنے والا دیکھنا اور از سرنو عمل کرنا، اور جب راستہ ان تینوں میں ہے اور دوسرے لوگ اس کے سوا دوسرے امور میں اسے طلب کرتے ہیں اس لئے وہ اس کو نہیں پاتے، اور حضرت علاؤالحق سے منقول ہے فرمایا کہ ہمارے خواجہ کی نگاہ کی برکت سے، طالبوں کا یہ حال تھا کہ پہلے ہی مرحلہ میں سعادت مراقبہ کا شرف حاصل کر لیتے، اور جب بھی حضرت کی نظر زیادہ ہو جاتی تو عدم کے درجہ پر پہنچ جاتے، یعنی خود فانی ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو جاتے اور اسی حال میں حضرت خواجہ فرماتے "ہم وصول کا ذریعہ ہیں" ہم سے کٹ کر حقیقی مقصود سے پیوست ہونا چاہیے۔ اور تکمیل وایصال (مکمل اور موصول کرانا) ایسا ہے جیسا کہ اسی راہ کے بچوں (مبتدیوں) کو طریقت کے گہوارے (پنگھوڑے) میں بند کر لیتے ہیں اور تربیت کے پستانوں سے انہیں دودھ پلاتے ہیں تا کہ شیر خوارگی ختم ہونے کے بعد وہ خود اس قسم کا دودھ دینا شروع کر کے بارگاہ احدیت کا راز دار بنیں تا کہ بلا واسطہ طور اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے کے قابل بن جائیں۔

ے "جب یار کی امداد شامل حال نہ ہوتو مقصد حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔
اگر مقصد حاصل کرنے والا ہمیشہ کیلئے زندہ رہے تو پہنچانے والے (اللہ تعالیٰ) کا شکر چھوڑنا نہیں چاہیے اگر میں مسلسل آپ کا شکر کرنا اختیار کروں تو میری عمر ختم ہو جائے گی آپ کا شکر نامکمل رہ جائے گا"۔

اور فرماتے تھے کہ تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار کرنا چاہیے مخلوق کے ساتھ نہیں۔

اور فرماتے تھے کہ عبادت میں وجود ڈھونڈنا ہے اور عبودیت (بندگی) میں وجود کو ضائع کرنا ہے۔ جب تک وجود باقی ہے کوئی بھی عمل نتیجہ نہیں دیتا۔ (یعنی کسی بھی عمل کا نتیجہ نہیں نکلتا)۔

اور فرماتے تھے:۔ جب آپ مقام ابدال کا ارادہ کریں تو آپ کیلئے تبدیل احوال لازمی ہے۔ یہ مخالفت نفس کی طرف اشارہ ہے جس سے خواہش نفسانی وطبیعت، اوصاف نفسانی کا تبدیل اور بہتر ہونا حاصل ہوتا ہے، لیکن یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب اللہ

تعالیٰ کی مہربانی اور فضل و کرم شامل حال ہو۔

اور فرماتے تھے کہ ”حقیقی ادب ترک ادب ہے“ اولیاء اللہ کے ایسے اوقات اور ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں بے ادبی کرنا عین ادب اور ایسا زمانہ اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس میں ادب کا لحاظ رکھنا اور نفس کو چھوڑنا بعینہ بے ادبی ہے اور ادب چھوڑنا اور نفس کو قبول کرنا ادب کی حقیقت ہے۔ اور فرماتے تھے ”جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا تو اس پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی“ اور حضرت خواجہ علاؤ الحق نے فرمایا کہ اس کلمہ سے حضرت خواجہ کا مقصد یہ تھا کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اور پھر پوشیدہ ہونا اسی کی توجہ کے باعث ہے۔ اور فرماتے تھے کہ ہر ایک شیخ کے آئینے کی دو طرفیں ہوتی ہیں اور ہمارے آئینے کی چھ اطراف ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ ہم چالیس سال سے آئینہ استعمال کر رہے ہیں، ہرگز ہمارے وجود کے آئینے نے کوئی غلطی نہیں کی، اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ اولیائے کرام کا دیکھنا فراست کے نور سے ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک کرامت ہے، لہذا جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے بے شک حق اور درست ہوتا ہے۔ حضرت عبدالقدوس سے نقل کرتے ہیں جو کہ گوشہ نشین اولیائے کرام کے قطب تھے کہ حضرت خواجہ کی سیر آسمان و زمین کے ہر طبقہ میں جاری تھی۔

اور فرماتے تھے، عزیزان کی باتوں میں سے ہے کہ اس گروہ کی نظر میں زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے اور ہم کہتے کہ ناخن کے ظاہر کی مانند ہے اور کوئی بھی چیز ان کی نظروں سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ حضرت عزیزان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس لحاظ سے انہوں نے یہ بات فرمائی تھی اور حضرت خواجہ کا فرمانا دائرہ ولایت -- کی فراخی کے لحاظ سے تھا، ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی تشریح نہیں کی جا سکتی، اور فرماتے تھے کہ توحید کے راز کو جلدی پہنچا جا سکتا ہے، لیکن معرفت کی راز کو پہنچنا مشکل ہے اور فرماتے تھے کہ درویش کے پاؤں میں اگر کانٹا چبھ جائے تو چاہیے کہ وہ اس کی جگہ بھی بتا دے (کہ یہ کانٹا کہاں سے ہے؟)۔

منقول ہے کہ ہمارے خواجہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ گراں خاطر (بھاری

دل والا) ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا اسے عذر کرنا چاہیے جبکہ میں اس کے سلام کرتے وقت پوری طرح اللہ تعالیٰ کے کلام سننے میں مصروف تھا۔ (لہذا) "مجھے کلام اللہ کی مصروفیت نے مخلوق کے سلام سے بے نیاز بنایا" اور فرماتے تھے کہ "کام کاج کرنے (محنت، مزدوری کرنے) والا اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے" اس سے مراد رضائے الٰہی کی محنت کرنے والا ہے دینوی محنت مزدوری کرنے والا مراد نہیں۔ اور فرماتے تھے کہ جو بھی خود کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اس کی التجا کرنا شرک ہے اور یہ شرک عوام کیلئے معاف ہے لیکن خاصان کیلئے معاف نہیں۔ اور فرماتے تھے کہ متوکل کو چاہیے کہ وہ خود کو متوکل نہ سمجھے بلکہ اپنے توکل کو محنت کرنے میں پوشیدہ کرلے۔ اور فرماتے تھے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی کیلئے پیدا کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی تعمیر مانگتے ہیں۔

ے اپنے عالم اصلی میں کیوں آزاد نہ چلا جاؤں -- میں کہاں سے اور بارش و پرنالے کا غم کہاں سے۔

"پتھر پر کول مٹی کا گھر بنا تا ہے اور کبھی آپ نے سنا ہے کہ دام اور پھندے کا دانہ کون کھا سکتا ہے؟"

اور فرماتے تھے کہ اگر اس وجود سے کوئی زیادہ خراب وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانے کو وہاں اللہ تعالیٰ رکھ لیتا۔ خزانے کو بادشاہ لوگ ویران جگہوں میں رکھتے ہیں۔

اور فرماتے تھے کہ اہل اللہ لوگوں کا بوجھ اس لئے برداشت کرتے ہیں کہ ان کے اخلاق پاکیزہ ہوں اور اس لئے کہ کسی دل کو پالیں، وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا دل نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم نہ ہو، خواہ اس دل والا واقف ہو یا ناواقف، جو بھی اس دل کو پالے تو اس وجہ سے فیض الٰہی کی نظر اسے پہنچتی ہے۔

ے "مقصود کا طالب دشمن کیلئے سو بار دستر خوان بچھاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس دستر خوان پر دوست بھی آجائے اور فرماتا ہے اگر ہم یار کے عیب اور برائی پر نظر رکھیں تو بے یار رہ جائیں گے کیونکہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ کسی ذلیل خصلت سے خالی ہو"۔

ے "دریا کا کل حاصل موتی نہیں ہوتا۔ ایک ہنر جس کا بھی ہو تو مکمل ہونا چاہیے"۔

اور فرماتے تھے، اس راہ کے بوجھ اٹھانے کیلئے یاران (امدادی) چاہییں، بزرگوں نے کہا ہے کہ دین میں زیادہ امدادی رکھیئے -- خواجہ عبدالخالق سے کسی نے پوچھا، کہ پانی کس چیز سے چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یار کی امداد سے چلتا ہے، احادیث میں وارد ہے کہ حضرت عمر کے ایمان لانے تک کسی نے علی الاعلان اذان نہیں دی۔ "پہلے رفیق چاہیے پھر طریق (راستہ) پر جائے" اس راستے کیلئے ضروری ہے۔ اور فرماتے تھے کہ "جو اپنے آپ کو چاہے وہ خود کو نہیں چاہتا اور جو خود کو نہیں چاہتا وہ خود کو چاہتا ہے اور فرماتے تھے کہ موم بتی کی طرح رہو اور پہلی موم بتی کی طرح نہ بنو، یعنی دوسروں کو روشنی دینے میں موم بتی کی طرح بن اور خود کو تاریکی میں رکھ موم بتی کی یہ صفت اختیار نہ کر -- چنانچہ خداوند قدوس رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہیں:۔ "اور نہ کھول دے اس (اپنے ہاتھ) کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھے الزام کھایا، ہارا ہوا" -- حالانکہ آپ کا فداء اور ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ جس نے بھی ایک دفعہ جوتے ہمارے سامنے رکھے ہیں اس کی ہم شفاعت کریں گے۔ منقول ہے کہ ایک دن ایک پاگل شخص یہ بیت پڑھتا رہا:۔

؎ نیک لوگوں سے تو ہر کوئی محبت رکھتا ہے۔ لیکن برے لوگوں سے محبت کرنا بازی لے جانا ہے"۔

خواجہ نے فرمایا کہ ہم نے اس بیت سے سبق سیکھا اور درویشوں کو فرمایا کہ اس بیت کو یاد رکھئے۔ ہمارے خواجہ سے کسی نے التجا کی کہ فلاں شخص بیمار ہے اس کی قلبی توجہ ٹوٹ گئی ہے اور فرماتے تھے کہ ہم نے اس راہ میں ذلت کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں عزت دی:۔ "اور زور (عزت) تو اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا اور ایمان والوں کا"

اور فرماتے تھے کہ متکبر لوگوں کا اس راہ میں کام چلانا بہت مشکل ہے۔

؎ اگرچہ آپ کے حجابات کی کوئی حد نہیں۔ لیکن کوئی حجاب تکبر کا ہمسر نہیں ہوسکتا"۔

ہمارے خواجہ کی طرف کسی نے تکبر منسوب کیا، آپ نے فرمایا کہ ہمارا تکبر آپ کی کبریائی سے ہے۔

؎ ’’ہمارے سر میں اگر تکبر موجود ہے، تو آپ کے دم سے ہے جو ہم میں پھونک فرمایا‘‘۔

اور فرماتے تھے کہ درویش کو چاہیے کہ وہ حال کا راز بتائے، مشائخ طریقت نے فرمایا کہ اس حال کی بات کہنا جو اس میں موجود نہیں، تو اسی باعث اللہ تعالیٰ اسے اس حال کا درجہ نصیب نہیں فرمائے گا (اسی قسم کے حضرات کو اس پر سوچنا چاہیے)۔

’’اور فرماتے تھے جو بھی دوڑا اس نے گور (جنگلی گائے) نہیں پکڑا، گور، اسی نے پکڑا جو دوڑا‘‘ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس راہ میں ہمیشہ سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ اے برائے نام عاشق! طلب میں لگ جا اور آج کے ساتھ ساتھ کل کی ہر طلب میں بھی لگ جا۔ اگر غم میں آپ اسے نہ پا سکیں تو شادی میں اسے ڈھونڈ لیں۔ سرگردانی کی حالت میں اسے بدستور ہر جگہ ڈھونڈھا اور فرماتے تھے۔ کہ عادی ہونے کی صورت میں سالک کو کبھی کبھی نفل عبادت کو چھوڑنا چاہیے تاکہ یہ اس کا عادی نہ ہو جائے (یعنی جس عبادت میں مشقت کم ہو اس کا ثواب بھی کم ہوتا ہے، (سالکوں کی یہ نقل اتارنے والے اپنے سر کی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں جو سنت مؤکدہ کو بھی بطور فیشن چھوڑتے رہتے ہیں) (مترجم) اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے اس امت کی ظاہری صورتیں مسخ کرنا (بگاڑنا) اٹھا لیا گیا ہے، لیکن معنوی شکلیں بگاڑنا ابھی باقی ہے۔

؎ ’’اس امت کی ظاہری شکلیں مسخ (تبدیل) کرنا اٹھا لیا گیا ہے البتہ دلوں کا بگاڑنا اب بھی باقی ہے‘‘۔

اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو راز کی باتوں پر مطلع کرتے ہیں لیکن بے اجازت اس کو ظاہر نہیں کرتے، کہتے ہیں: ’’جو بھی رکھتا ہے وہ پہنتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ شور و غوغا کرتا ہے۔ راز کی باتوں کو چھپانا نیک لوگوں کا وطیرہ ہے‘‘۔

؎ راز کی بات فاش نہ کر کہ زمین پر خون بہانے کا موجب بن سکتا ہے۔

اور فرماتے تھے، ہم جو وسوسوں، اعمال اور لوگوں کے احوال کو ظاہر کرتے ہیں تو یہ ہمارا کام نہیں، بلکہ یا تو الہام کے ذریعہ ہمیں بتایا گیا ہے یا کسی دوسرے کے واسطے سے

ہمیں پہنچایا جاتا ہے اور فرماتے تھے، درویش کیا ہے؟ باہر سے بے رنگ اور اندر سے بے جنگ۔

؎ ''جب تک ہم اس گدڑی میں ہوں گے تو نہ ہم کسی سے خفاء ہوں گے اور نہ کسی کو رنجیدہ کریں گے''۔ اور فرماتے تھے، کہ میں نے ایک دینی بزرگ سے سوال کیا کہ درویش کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''خستہ حال معزز'' اور مجھے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کام تو خود کرتے ہیں اور تلوار تمہارے سر پر چلاتے ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ درویش تحمل اور بردباری میں ڈھول جیسا ہونا چاہیے جتنی بھی ضربیں اسے لگائی جائیں اس سے مخالف آواز نہیں نکلنی چاہیے۔

اور فرماتے تھے درویش حضرات اہل نقد ہیں، آئندہ کے حوالہ نہیں کرتے (بلکہ نقد کام کرتے ہیں (مترجم):۔''آج ہی باطنی آنکھوں سے دوست کا جمال دیکھ، اے فاخر شخص! آج کا کام کل کے حوالہ کیوں کرتا ہے؟ اور صوفی ابن الوقت ہوتا ہے'' یہ اس صفت کی طرف اشارہ ہے۔

؎ ''عقلمند شخص اس سے بیزار ہوتا ہے کہ آج کا کام کل پر چھوڑ دے''۔

اور فرماتے تھے کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کیطرف سے بندہ کی طرف راستہ سرتاپا سعادت ہے اور وہ راہ جو بندہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے وہ گمراہی در گمراہی ہے۔

اور فرماتے تھے کہ امور میں نیت کی تصحیح انتہائی ضروری اس لئے ہے کہ نیت کا تعلق عالم غیب سے ہے عالم کسب سے نہیں، آپ نے نہیں دیکھا کہ اس دینی بزرگ نے حسن بصری کی نماز جنازہ ادا نہیں کی اور فرمایا:۔''مجھے اب نیت حاضر نہیں آئی''۔۔ اور شیخ عبداللہ تستری سے منقول ہے آپ نے فرمایا:۔''نیت ایک نور ہے، اس کے حرف نون سے مراد نور، یاء سے مراد یَدُاللّٰہ عَلیٰ عَبْدِہٖ (اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندہ پر ہے) ھاء سے مراد اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، کیونکہ نیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی و مہربانی کا ایک جھونکا ہے''۔۔ ہمارے خواجہ سے کسی نے سوال کیا کہ علم منطق کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے؟ فرمایا کہ ''حق اور باطل کے درمیان تمیز اور فرق کرنے کی خاطر'' اور فرماتے تھے کہ جس کا انداز بری صحبتوں کے باعث خراب ہو گیا تو اس کا کام خراب

ہوا، سوائے اہل تدبر کی صحبت کے اور کچھ بھی اس کی اصلاح نہیں کرسکتا جس کی مثال سرخ گندھک جیسی ہے۔

"سوائے مست عاشقوں کی صحبت کے دوسری پسند نہ کر، ذلیل لہسن کی محبت میں گرفتار نہ ہو ہر گروہ آپ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ الو تم کو ویرانے کی طرف اور طوطی قندونبات کی طرف کھینچتا ہے"۔

اور فرماتے تھے کہ ابتدائی دور میں ہم خود کو مطلوب اور دوسروں کو طالب گردانتے تھے، لیکن اس وقت ہم نے اپنا یہ طریقہ چھوڑ دیا، مرشد علی اخلاق اللہ ہی ہے جن کے دلوں میں اس راہ کے طلب کرنے کا داعیہ پیدا فرماتا ہے تو انکو اس وقت ہمارے پاس بھیجتا ہے تو اسے اسکی اپنی قسمت کے مطابق پہنچتا ہے۔ اور فرماتے تھے کہ اختیار بندہ کے اثبات میں اس کی سعادت زیادہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف کوئی حرکت اس سے صادر ہو جائے، تو اسے اپنا اختیار قرار دے کر شرمندگی اور عذر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اگر وہ مقام رضا کو پالیتا ہے تو اسے اختیار سمجھ کر توفیق الٰہی دینے کے شکر میں مصروف ہو جاتا ہے۔

اور فرماتے تھے، "مجاز حقیقت کا پل ہے"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام ظاہری، قولی اور فعلی عبادتوں کی جیسی اجازت ہے اس راہ کے سالک کو اس سے گزرنا نہیں ہے ورنہ حقیقت کو نہیں پہنچ سکے گا--ایک دن ایک لڑکا مکتب سے باہر نکل آیا، اس کے پاس مصحف تھا ہمارے حضرت خواجہ کو سلام کیا، جب اس کے مصحف کو کھولا تو آیت نکلی (ترجمہ) "ان کے کتے نے اپنی اگلی ٹانگیں ان کے (غار کے) دہانے پر پھیلا رکھی ہیں"-- خواجہ نے فرمایا، "امید ہے کہ وہ ہم ہوں گے"۔ اور فرماتے تھے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر کا فرمانا ہے "حضور قلب کے ساتھ کبھی کبھی زیارت کرنا ہمیشہ زیارت کرنے سے بہتر ہے جو حضور قلب کے بغیر ہو" جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت ابو ہریرہ کو یوں فرمایا "کبھی کبھی زیارت اور ملاقات کیا کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے" حضرت ابو ہریرہ "استن حنانہ" کی پشت پر سے گزرے اور عرض کی کہ "اس سے زیادہ کی میں طاقت نہیں رکھتا" اگرچہ ابو ہریرہ نے اس سے کمال محبت کا اظہار کیا لیکن اگر رسول اللہ

ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے تو بہتر تھا۔

اور فرماتے تھے کہ اگر طالب کو اپنے مقتداء کے کام میں کوئی مشکل پیش آئے تو اسے اپنی طاقت کے مطابق صبر کرنا چاہیے، بے اعتقاد نہیں ہونا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ اس پر اس کی حکمت ظاہر ہو جائے اگر متبدی ہونے کے باعث اسے صبر کرنے کی توفیق نہ ہو تو اس کے لئے مقتداء سے سوال کرنا جائز ہے۔ لیکن کہا گیا ہے کہ متوسط الحال کے لئے سوال کرنا بھی جائز نہیں۔

ہمارے حضرت خواجہ کے بارے میں منقول ہے دوسری بار حج بیت اللہ سے واپسی پر جب آپ بغداد پہنچے تو علماء، فقراء اور دیگر لوگ آپ کی زیارت کے لئے اٹد آئے۔ ہمارے حضرت خواجہ شیخ نورالدین، عبدالرحمٰن کے پوتے شیخ عبدالرحمان کے ساتھ ایک چبوترے پر آمنے سامنے تشریف فرما تھے۔ ہمارے خواجہ کے اصحاب بھی آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے، حاضرین مجلس ہمارے حضرت خواجہ کی برکت سے چپ سادھے اس طرح بیٹھے تھے ''گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں'' اس موقع پر حضرت خواجہ ایک غیبی مطالعہ میں مصروف تھے کچھ دیر بعد آپ نے سر اٹھا کر اپنے اصحاب (ساتھیوں) کو بطور راز فرمایا کہ کچھ دیر کے لئے میں غیبی مطالعہ میں یوں مصروف رہا کہ حضرت شیخ بزرگوار بابا سماسی حاضر ہوئے اور مجھے فرمایا کہ اس مجمع میں طریقت سے متعلق کوئی بڑا سوال کیا جائے گا آپ کو خبردار رہنا چاہیے اور جرأت کے ساتھ اس کا جواب دیدیں، اس کے کچھ دیر بعد اس مجلس کے آخر سے ایک درویش نے سوال کیا جس میں یہ باتیں تھیں

''میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس میں میں نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو، میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے ساتھ میں نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو، میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو، میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے قبل میں نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو'' اور کہا کہ ان باتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟''۔ شیخ نورالدین نے ہمارے خواجہ سے جواب کی التجاء کی، حضرت خواجہ نے جواب آپ کے حوالے کیا، کئی بار اس بارے میں دونوں کے درمیان

سوال و جواب جاری رہا لیکن حضرت خواجہ پورے سکون اور وقار سے اس کا جواب دے رہے تھے جو کہ پر مغز اور مختصر جواب ہوتا تھا اور فرمایا کہ اختلاف اقوال اختلاف احوال پر مبنی ہے، اس پر مغز بات سے مجلس کے تمام حاضرین محفوظ ہوئے اور ایک زبان ہو کر سب نے اس کی تحسین فرمائی آپ کی حقانیت اور آپ کے کلام کا حق ہونا سب نے تسلیم کر لیا، اس کے باوجود کہ اس مجلس میں اس چبوترے پر بہت سارے عازمین، علماء اور مناظر موجود تھے، آپ کا بات کو پوری طرح جلدی سمجھ لینا معلوم ہوا-- مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ حق بات کی علامت یہ ہے کہ اس سے قلب، نفس اور جوارح مطمئن ہو جاتے ہیں اور اس پر کوئی بھی اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ اسے تسلیم کرنے پر مجبور ہو کر شکوک اور شبہات سے رہائی پاتا ہے-- ہمارے حضرت خواجہ سے ایک بڑے امام ماوراء النہر نے سوال کیا کہ سیر اور سلوک سے مقصد کیا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ معرفت تفصیلی ہو جائے، اسی بزرگ نے پھر پوچھا کہ معرفت تفصیلی کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ ہے جو مخبر صادق سے اجمالاً قبول کیا گیا ہے اسے مرتبہ دلیل سے بہ طریق تفصیل پہچانا جاتا ہے اور کشف و عیان کے مرتبہ سے جہاں کو پہنچ جاتا ہے-- ہمارے حضرت خواجہ سے ایک دانشمند نے سوال کیا کہ لطف اور قہر دونوں اعلیٰ صفات کمال خداوندی ہیں تو یہ فرق کہاں سے معلوم کیا جا سکتا ہے، کہ صفت لطف کے مظہر بن جانے کی وجہ سے وہ محل اثبات ہے اور صفت قہر کے مظہر بن جانے کی وجہ سے وہ محل نفی ہے؟-- حضرت خواجہ نے فرمایا، مظہر قہر کے دو معنی ہیں، ایک یہ کہ قہر حقانی اس سے ظاہر ہو جائے جس کی نشانی یہ ہے کہ بندگان خدا کی طرف سے اس کا کسی طور سے بھی مقابلہ کرنا ممکن نہ ہو، تو یہ بیشک صفت کمال ہے دوسرا یہ کہ قہر حقانی اس پر واقع اور ظاہر ہو جائے تو یہ صفت نقصان ہے-- ہمارے حضرت خواجہ سے پوچھا گیا کہ بلا اور بلوئی کے درمیان کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ بلا کا بہ نسبت محبوب زیادہ عزیز ہونا ظاہر ہے، اور بلوئی بہ نسبت باطن۔

ہمارے حضرت خواجہ سے پوچھا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی درویش سے حال کو واپس لیتا ہے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا، اگر اسی حال کا کچھ رمق (کمترین درجہ) باقی رہ

گیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسی حال کو طلب کرنے کی خاطر اللہ کے ہاں عاجزی اور نیاز مندی پیش کرے، اور اگر رمق بھی باقی نہیں تو اس سے صبر و رضا مطلوب ہے۔

اور فرماتے تھے کہ خدا طلبی بلا طلبی ہوتی ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا میری طرف سے اس پر آزمائش ہوتی ہے جو میرے ساتھ محبت کرے، یہ معنی واضح ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کا طالبگار رہوتا ہے اور محبوب ہر چند کہ زیادہ عزیز ہو تو اسی نسبت سے اسے طلب کرنے کی راہ میں مصائب اور خطرات بھی زیادہ ہوتے ہیں-- حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "میں آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "فقر قبول کرنے کیلئے آمادہ ہو"-- دوسرے شخص نے عرض کیا کہ "میں اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتا ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا "مصائب کیلئے آمادہ ہو" اور فرماتے تھے کہ اس راہ میں کمال طلب حقیقی ہے چنانچہ وہ طالب کو بے قرار اور بے آرام بناتا ہے؟

"یہ طلب تمہارے مطالب کی چابی ہے، اسی طرح سیاہ، امداد اور پرچم ہیں"

ہمارے حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ سارے درویش خود کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی حصہ طلب کرتے وقت تو "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" کیوں پڑھتے ہیں؟ (بخشش کیوں مانگتے ہیں؟) آپؒ نے فرمایا کہ اس سے اپنے وجود اور دوسروں کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ درویش حضرات کرامات میں کیا کہتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا "تمام موجودات کلمہ توحید کی حقیقت کے پہلو میں نفی ہے، کرامات کیا ہوتی ہیں؟۔ "صاحب کرامت لوگ سارے محبوب ہوتے ہیں اور عارفین حضرات اس کی طرف دیکھنے سے دور رکھے گئے ہیں" ہمارے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا گیا کہ اہل اللہ کی بصیرت اور شناخت لوگوں کے خیالات، احوال اور اعمال کے بارے میں کہاں سے ہے؟ آپ نے فرمایا "یہ فراست کے نور سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے بطور اعزاز ان کو بخشا ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے:۔ "تم مومن کی فراست سے ڈرو (بچو) کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ ہمارے حضرت خواجہؒ سے لوگوں نے کرامات طلب کیں، فرمایا کہ ہماری کرامات یوں ظاہر ہیں کہ اتنے گناہوں

کے باوجود ہم روئے زمین پر چل پھر سکتے ہیں۔ اور فرمایا، شیخ سے احوال کا ظاہر ہونا مرید کی کرامت ہے، منقول ہے کہ شیخ ابوسعید ابو الخیرؒ سے کرامات طلب کیں گئیں، آپؒ نے فرمایا، ایک روز ہم شیخ بزرگوار شیخ ابوالعباس قصابؒ کی خدمت میں موجود تھے، لوگوں نے آپؒ سے کرامات طلب کیں، آپؒ نے فرمایا میں تو بھیڑ بکریاں مارنے (ذبح کرنے) والا ہوں، اتنے لوگ مجھ پر کیوں اُمڈ آئے؟

حضرت شیخ ابوسعید ابو الخیرؒ سے پوچھا گیا کہ آپکے جنازے کے سامنے ہم کونسی آیت پڑھیں؟ فرمایا، یہ بیت پڑھیں ''ساری دنیا میں اس سے اچھا کام اور کیا ہے کہ دوست، دوست کے اور یار، یار کے پاس پہنچ جاتا ہے'' اور ہمارے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ بیت پڑھنا بڑا کام ہے، ہمارے جنازے کے سامنے یہ بیت پڑھ لیں:۔ ''ہم مفلس ہیں جو آپکی گلی میں آئے ہیں، اللہ کی خاطر ہمیں اپنے چہرے کے جمال کا کچھ نظارہ کرائیے'' ہمارے حضرت خواجہؒ سے قلب سلیم کے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ فرمایا۔ ''یقین جانیے کہ آپ کا عاشق مسلمان نہ ہوگا۔ عشق کے مذہب میں کفر اور ایمان نہیں ہوتا۔ عشق میں دل، عقل، تن اور روح نہیں ہوتی۔ اور جو اس طرح نہ ہو وہ، وہ نہیں ہوتا'' ہمارے حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ ''صوفی مخلوق نہیں ہے'' اسکی تاویل کیا ہے؟ خواجہ نے فرمایا، ''بعض اوقات صوفی کی صفت اور ایسا حال ہوتا ہے کہ وہ نہیں ہوتا۔ تو یہ اسی وقت کی بات ہو سکتی ہے ورنہ صوفی مخلوق ضرور ہے'' ہمارے حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت جنیدؒ سے جو منقول ہے کہ ''پڑھنے والوں سے کٹ جا اور صوفیوں سے مل جا'' تو اس میں قاری اور صوفی سے کیا مراد ہے؟۔ آپؒ نے فرمایا کہ'' قاری وہ ہے کہ اسم میں مشغول ہو اور صوفی وہ ہے جو مسمّٰی کے بارے میں مصروف ہو'' حضرت خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ ''فقیر اللہ تعالیٰ کا محتاج نہیں ہوتا'' جو آپؒ ہی کا قول ہے، اسکا مطلب کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقیر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ اسکے سوال کے بغیر بھی اسکی حالت کو جانتا ہے جیسا کہ فرمایا ''مجھے سوال کی ضرورت نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ خود ہی میرے حال کو جانتا ہے''۔

ہمارے خواجہؒ سے پوچھا گیا کہ "جب فقر مکمل ہو جائے تو وہی اللہ ہے" کا کیا مطلب ہے، آپؒ نے فرمایا کہ یہ بندہ کی ہستی اور فنا کی طرف اشارہ ہے جسمیں اسکی صفتیں بالکل محو ہوں۔

؎ "جب تو نہ تھا، کون تھا؟ بس خدا ہی خدا تھا۔ جب تو نہ رہے گا تو کون رہیگا، اے گدا! خدا ہی خدا رہیگا"۔

اور فرمایا کہ "عارف کو اس وقت نہیں پہچانا جا سکتا، جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری و فریاد کر رہا ہو" یہ بندہ کی ہستی اور اسکی بقائے صفات کی طرف اشارہ ہے۔

؎ "اگر تو اپنی ہستی سے اوپر، نیچے نہ پھرے تو نیستی مطلق میں پروں کے سہارے نہ پھر سکو گے" یہ پردہ بھی توڑ دے جبکہ پردے کے پیچھے سے تو راہ نہ پاسکیگا جب تک کہ تو پردے کے اندر نہ چلا جائے۔

چوتھی قسم:

تمام کرامات، ظہورات، احوال اوران کی علامات

ہمارے حضرت خواجہؒ سے کرامات اس وقت دیکھی گئیں جب آپؒ کی ولایت کا سمندر موجوں کی حالت میں تھا۔

خواجہ علاؤ الحقؒ نے نقل کیا ہمارے خواجہؒ بخارا میں تھے اور مولانا عارفؒ خوارزم کو چلے گئے تھے جو آپؒ کے عزیز دوست تھے اس وقت حضرت خواجہؒ، صفتِ بصیری کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ایسے موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ اتفاقاً مولانا عارف خوارزم سے سرائے کو روانہ ہوئے، خوارزم کیطرف واپس ہوئے، درویشوں کی کافی تعداد اس وقت حضرت خواجہؒ کی مجلس میں موجود تھی۔ انہوں نے اس واقعہ کی تاریخ تحریر کی کچھ عرصے کے بعد مولانا عارف خوارزم سے بخارا میں تشریف لائے، اس وقت کے حاضرینِ مجلس نے آپ سے پوچھا کہ فلاں تاریخ کو آپ بطرف سرائے روانہ ہوئے تھے؟ مولانا عارفؒ نے انہیں اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ یہ ہو بہو اسی طرح نکلا جیسا حضرت خواجہؒ نے فرمایا تھا، حاضرین حیران ہوگئے کہ حضرتؒ نے آنے، جانے اور لوٹنے وغیرہ کے ارادوں کا بھی مشاہدہ فرمایا۔

دانشمندانؒ نے نقل کیا جو ماوراء النہر کے بزرگوں میں سے تھا کہ ابتدائے جوانی میں حضرت خواجہؒ سے میری پیوستگی اور محبت کامل ہو چکی تھی، آپؒ کی نظر کی برکت سے مجھ میں ایک صفت حال ہوتی تھی، اور مجھے وصیت فرمائی کہ آپ کو نہ بھلاؤں اور میں کسی بھی وقت آپؒ سے غافل نہ ہوتا، اس دوران میرے والد کو حج پر جانا ہوا جو مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے، ہرات کو پہنچ کر اس علاقہ کے حالات کا ہم مطالعہ کر رہے تھے، حضرت خواجہؒ کی طرف سے مجھے پہنچی ہوئی نصیحت میں نے غائب کر دی، جب ہم اصفہان پہنچ گئے تو وہاں کسی مقام پر ایک عزیز تھے، لوگ ان کے نزدیک ہونا چاہتے تھے، لوگوں نے آپ کی ولایت کی بڑی اور بہت نشانیاں مشاہدہ کی تھیں۔ میرے والد

نے اس عزیز سے میری طرف ایک نظر کرنے کا التماس کیا، حالانکہ میں خواجہؒ کی صفت غیوری سے بہت زیادہ ڈرتا تھا۔ اسکے بعد کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ حضرت خواجہؒ حج سے واپسی پر آئے۔ ملاقات کے وقت حضرت خواجہؒ سے میں پوری طرح ڈرتا تھا جبکہ مجھ سے شہر ہرات اور اصفہان کے قصے میں کوتاہی ہوئی تھی، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نہ ڈر، جبکہ وہ کام ہمارا ہے۔ آپ ہمارے فرزند ہیں۔ ہمارے فرزندوں میں کسی کو تصرف کرنے کی مجال نہیں، اور پھر فرمایا کہ جب آپ ہرات کو پہنچ گئے تو مجھے بھلا دیا۔ ''بھلانا دوستوں کی شرط نہیں''۔

نقل کیا ایک دانشمند نے کہ جب میرا ارادہ سفرِ عراق کا پختہ ہو گیا تو حضرت خواجہ بہاؤالحقؒ کے کچھ درویشوں کی رفاقت بھی مجھے حاصل ہوئی، جب سمنان پہنچ گئے تو ہم نے سنا کہ اس علاقے میں ایک عزیز امیر محمود قصر مزانی نام کا یہاں موجود ہے جو کہ حضرت خواجہؒ کا ایک محب ہے، انہی درویشوں کی معیت میں ہم وہاں چلے گئے۔ ملاقات کے دوران ہم نے حضرت خواجہؒ سے ان کی وابستگی کی وجہ دریافت کی، انہوںؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جو کہ انتہائی صاف جگہ پر تشریف فرما تھے ''اور اللہ تعالیٰ بہترین جاننے والا ہے'' یا بزرگانِ امت میں سے ایک بزرگ، اس مجلس میں ایک انتہائی نورانی عزیز بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بزرگ سے پوری عاجزی سے التماس کی کہ مجھے آپ کی صحبت کا شرف حاصل نہ ہوا، اور آپکے زمانے کی برکت سے محروم رہا اور اس سعادت سے میں دور رہ گیا، میرے لئے کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اس بزرگ نے مجھے فرمایا: ''اگر آپ میری خیر وبرکت پانا چاہتے ہیں تو اس عزیز کی تابعداری کر، اور حضرت خواجہؒ کا اسم گرامی بھی مجھے بتایا حالانکہ مین نے اس سے قبل کسی صورت میں بھی نہیں دیکھا تھا، جب میں بیدار ہوا تو حضرت خواجہؒ کی صورت اور صفت (شان) کو ایک کتاب کی پشت پر میں نے لکھا اور اسکی تاریخ ثبت کر لی اس کے چند سال بعد بازار میں ایک بزاز کی دکان پر میں بیٹھا ہوا تھا، کہ اچانک ایک نورانی عزیزؒ آ کر دکان پر بیٹھ گئے اور آپؒ کی پیشانی پر

ہیبت وجلال کے آثار پائے جاتے تھے، جب میں نے آپؒ کے چہرہ مبارک پر نظر کی تو مجھے وہ صورت یاد آ گئی جو کتاب کی پشت پر میں نے لکھی تھی، میری حالت دگر گوں ہو گئی، کچھ دیر تک میں اسی حالت میں رہا، جب میں اپنی اصلی حالت پر آیا تو میں نے حضرت خواجہؒ سے التماس کی میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیے۔ خواجہؒ نے مہربانی فرمائی میرے غریب خانے پر پہنچنے کیلئے مجھ سے آگے آگے تشریف لے جا رہے تھے، یہ پہلی کرامت تھی جو میں نے حضرت خواجہؒ کی مشاہدہ کی۔ کیونکہ آپؒ نے ہرگز میرا غریب خانہ نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تشریف لاتے ہی میرے ایک خاص کمرے کی طرف بڑھ گئے، اندر جاتے ہی دیوار کے ایک طاق میں پڑی ہوئی میری چند کتابوں میں سے خاص وہی کتاب اٹھائی تھی جس پر میں نے اس سے سات سال قبل خواب میں حضرت خواجہؒ کے بارے میں اشارے لکھے تھے، تو اس سے میری عقیدت مزید پختہ ہوگئی، جب میں اپنے حال پر واپس آ گیا تو مہربانی فرما کر آپ نے میری درخواست قبول فرمائی اور مجھے اپنی فرزندگی کی سعادت سے نوازا۔ اس کے بعد اس ابیوردی دانشمند نے مجھے کہا کہ حضرت خواجہؒ سے متعلق امیر محمود اور آپؒ کے درویشوں کے کمال اور برکت سے مجھے ایسے احوال کا مشاہدہ کرایا گیا جو حدِ بیان سے باہر ہے۔

حضرت خواجہؒ علاؤ الحقؒ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجہؒ بخارا کے محلّہ کلال آباد میں مقیم تھے، وہاں ایک درویش کے مکان پر کئی دوسرے درویشوں کے ساتھ ایک دفعہ تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہؒ نے مولانا نجم الدین دادرک کو نفی پر متوجہ فرمایا اور فرمایا کہ آپ میرے حکم کی تعمیل کرینگے؟۔ انہوں نے عرض کی کہ تعمیل کرونگا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا، اگر فلاں عمل اور فلاں کام کرنے کا حکم آپ کو دیدوں تو آپ مانیں گے؟، عرض کی کہ مانونگا، خواجہؒ نے فرمایا، اگر چوری کرنے کا حکم دوں تو اسکی تعمیل کرینگے؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ فرمایا، کیوں؟ عرض کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں کام تھا جسکی مہربانی کی کوئی حد نہیں، لیکن چوری کرنا حقوقِ بندگان سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے مولانا دادرک کو کہا، جب آپ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے تو ہماری صحبت ترک کیجیے، فوراً ان پر حالت قبض طاری ہوگئی اور بڑا

غم آ گیا جس سے سخت پریشان ہوئے، حاضرین نے حضرت خواجہؒ سے التجا اور کافی منت سماجت کی، یہاں تک کہ حضرت خواجہؒ نے مولانا دادرک کو معاف فرما دیا، اسکے بعد حضرت خواجہؒ اس مکان سے باہر تشریف لائے، آپؒ کی خدمت میں مولانا دادرک اور دوسرے درویش بھی موجود تھے۔

یہاں سے یہ سب محلّہ دروازہ سمرقند کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچکر حضرت خواجہؒ نے ایک مکان کیطرف توجہ فرمائی اور درویشوں کو فرمایا کہ اسکے کمرے میں نقب لگا دیں، فوراً درویش حضرات اس کام میں لگ گئے، خواجہؒ نے فرمایا کہ اس مکان کے فلاں مقام پر کپڑوں کی ایک بڑی گٹھڑی پڑی ہوئی ہے اسے باہر نکال لاؤ، درویشوں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی، خواجہؒ اپنے درویشوں کے ساتھ ایک کونے میں بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد اس گھر سے کتے بھونکنے کی آواز آئی، حضرت خواجہؒ نے کچھ درویشوں کو مکان کی دوسری طرف جانے کا حکم دیا، وہاں انہوں نے جا کر دیکھا کہ چور اسی طرف سے نقب لگا چکے ہیں، اس کے اندر جا کر جب چوروں نے حالت دیکھی تو کہا کہ ہم سے پہلے ہی کچھ چالاک لوگ آ گئے ہیں اور مکان میں موجود اسی سامان کو لے گئے ہیں، اس حالت کے مشاہدہ کرنے پر وہ حیران ہو گئے، اتفاقاً اس مکان کا مالک باغ میں چلا گیا تھا، صبح کے وقت حضرت خواجہؒ نے کپڑوں کی وہ گٹھڑی ایک درویش کی وساطت سے مالک مکان کے پاس بھجوا دی اور فرمایا کہ مالک مکان کو یہ کہنا کہ ہم رات کو اس مقام سے گزر رہے تھے، جب اس حالت پر مطلع ہوئے تو کپڑوں کی اس گٹھڑی کو ہم نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے مولانا دادرک کو فرمایا، اگر آپ ابتدا میں یہی قصہ قبول کر لیتے تو بہت سی حکمتیں آپ پر ظاہر ہو جاتیں۔ مولانا دادرک کافی پچھتائے اور اس واقعہ کے باعث ایک گروہ کی مضبوطی محبت میں اضافہ ہوا، چنانچہ صحیح بخاری میں ایک حدیث بابت قصۂ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام یوں وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ والسلام پر رحم کرے اگر آپؑ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان پر مزید برکات نازل فرماتے''۔

ایک درویش اسی زمانے کے متعلق نقل فرماتے ہیں جبکہ ہمارے حضرت خواجہؒ مرو میں مقیم تھے جہاں ہر ایک درویش کو ان کی حالت کے مطابق طبیعت بشری کی مخالفت کرنے کی ہدایت فرماتے، اس دوران مجھے اپنا گھر بار اور آل وعیال کی یاد ستا رہی تھی اور اجازت طلب کرنے سے میں ڈر رہا تھا کہ میں بخارا جا سکوں، یہاں مرو میں موجود شیخ امیر حسین سے میں نے التجا کی کہ وہ میرے لئے بخارا جانے کی اجازت لے لیں کیونکہ کسی نے مجھے اطلاع پہنچائی ہے کہ میرے بھائی شمس الدین بخارا میں فوت ہو چکے ہیں اور میرا دل کافی پریشان ہے، اسی دوران حضرت خواجہؒ مسجد سے باہر آ نکلے، شیخ امیر حسین نے میرے بھائی کی وفات کی خبر آپ کو پہچا دی، آپؒ نے فرمایا آپ نے یہ خبر کہاں سے سنی ہے؟ وہ فوت نہیں ہوئے اس کی بو تو آ رہی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اس کی بو نزدیک سے آ رہی ہے۔ خواجہؒ اور امیر حسین ابھی یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ میرے بھائی شمس الدین بخارا سے پہنچ گئے اور حضرت خواجہؒ کو سلام کیا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا، امیر حسین! یہ شمس الدین ہے، حاضرین کی حالت تبدیل ہو گئی اور یہ قصہ اس علاقے میں مشہور ہو گیا۔

محبانِ حضرت خواجہؒ میں سے ایک محبّ نے کہا کہ ایک زمانے میں دشت قبچاق کی طرف سے بخارا میں ایک لشکر وارد ہوا انہوں نے کئی لوگ ہلاک کئے اور کئی دیگر کو قیدی بنا کر لے گئے جسمیں میرا بھائی بھی شامل تھا، میرے والد اس فرزند کی خاطر سخت غمگین تھے اور ہمیشہ کیلئے مجھے کہتے "اگر میری خوشی چاہتے ہو تو دشت قبچاق میں اپنے بھائی کو تلاش کرنے کیلئے نکل جاؤ، میں حضرت خواجہؒ سے کافی عقیدت ومحبت رکھتا تھا، اور تمام اہم امور میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں مشورے کیلئے رجوع کرتا، لہذا یہ بات بھی میں نے آپؒ کی خدمت میں مشورے کیلئے پیش کی۔ مجھے فرمایا کہ جلدی سے چلا جا اور والد کی رضا مندی حاصل کر کہ یہ بڑی سعادتمندی کی بات ہے، کچھ نقدی میں نے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کر دی جسے قبول فرما کر آپ نے مجھے واپس کر دی اور فرمایا کہ اسے محفوظ رکھ، اس سے تجھے برکات حاصل ہونگی، سفر میں جہاں بھی تجھے کوئی مشکل پیش آئے، تو میری طرف توجہ کرنا، جب آپؒ کی اشارت

پانے پر میں نے سفر شروع کیا تو تھوڑی سی تجارت کرنے پر مجھے کافی آمدنی ہوئی، اور جلد ہی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پایا، اور ہم قیدیوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گئے اور بخارا کی طرف روانہ ہوئے، کشتی میں لوگ بہت زیادہ تھے اچانک بادِ مخالف چلی اور کشتی ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا، سواریوں نے شور و غوغا برپا کیا، اس بیچارگی کی حالت میں ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی حضرت خواجہؒ کو یاد کر رہا ہے، جس سے شیخؒ کی وہ بات مجھے یاد آ گئی کہ جہاں بھی تجھے کوئی تکلیف پیش آ جائے، میری طرف توجہ کر، میں نے حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کی، میں نے دیکھا کہ آپؒ فوراً حاضر ہوئے، آپؒ کو میں نے سلام کیا، آپؒ کی برکت سے فوراً ہوا رک گئی اور دریا کی موجیں ساکن ہو گئیں۔ اس کے بعد جب ہم دونوں بھائی بخارا پہنچ گئے، تو جلدی سے حضرتؒ کی ملاقات کو حاضر ہوئے، ہم نے سلام کیا، خواجہؒ نے تبسم کر کے فرمایا، ''جب آپ نے بخیریت مجھے کشتی میں سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا لیکن تم نے نہیں سنا''۔ اس واقعہ کے مطالعے سے حضرت خواجہؒ کے ساتھ ہماری عقیدت اور محبت میں اضافہ ہوا۔

حضرت شیخ عبداللہ خجندیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا'' حضرت خواجہؒ سے میری وابستگی کا باعث یہی تھا کہ آپؒ کی صحبت حاصل کرنے سے قبل مجھے خجند میں میرے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اس راہ کو طلب کروں، میں اسی سلسلے میں بڑا بے قرار اور بے آرام تھا اور یہی طلب مجھ پر غالب آ گئی تھی۔ میں خجند سے باہر جا کر ہر کہیں جاتا یہاں تک کہ ترمذ پہنچا، وہاں محمد علی حکیم ترمذیؒ کے مزار پر پہنچا۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں مجھ سے مزار سے متعلق بے ادبی صادر ہوئی، خادم مزار نے مجھے اس کی سزا دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن میری حالت معلوم کرنے پر مجھے معذور قرار دیا۔ اس کے بعد میں جیحون کے کنارے والی مسجد میں آ کر سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ نورانی چہرے والے دو بوڑھے آئے، ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ مجھے جانتے ہو؟ میں محمد علی حکیم ترمذیؒ ہوں اور یہ دوسرے حضرت خضر علیہ السلام ہیں، آپ اس وقت پریشان نہ ہوں، آپ کے مطلوب پانے کا یہ وقت نہیں بارہ سال کے بعد آپ نے بخارا میں مطلوب پانا ہے جو خواجہ بہاؤ الدینؒ کے ذریعہ حاصل ہوگا۔ اس واقعہ سے مجھے تھوڑی تسلی ہوئی

اور خجند کو واپس لوٹا، ایک دن بازار کی ایک مسجد میں دو ترک بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے جو اسی سلسلہ کا ایک قصہ بیان کر رہے تھے، مجھے ان کی طرف میلان ہوا، میں فوراً ان کے لئے کھانا لایا، انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ درویش طالب ہے چاہیے کہ یہ ہمارے سلطان زادہ اسحاق خواجہؒ کے ساتھ رہے، اسکی پوری تشریح میں نے ان سے دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ اسحاق خواجہؒ اسیجاب کے مضافات میں ایک مقام ہے۔ میں ان کے ساتھ حضرت اسحاق خواجہؒ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ کافی پیار اور شفقت سے پیش آئے، آپؒ کا ایک خوبصورت فرزند تھا، اسمیں قبولیت اور نجابتؒ کے آثار ظاہر تھے۔ ایک دن اسی برخوردار نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ اس درویش مسکین کو آپ ہی کی صحبت میں رہنا چاہیے، اسحاق خواجہؒ رونے لگا اور فرمایا، اے میرے بیٹے! یہی درویش حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ کا بیٹا بننے والا ہے، ہمارا کوئی تصرف اس پر نہیں ہو سکتا، پھر میں خجند چلا گیا اور ان دو اشاروں کے ظاہر ہونے کے انتظار میں تھا، کچھ عرصہ بعد مجھے بخارا جانے کا جذبہ پیدا ہوا جسے مجھے روکنے کی توفیق نہ ہوئی۔ میں حضرت خواجہؒ کی طرف متوجہ ہوا، بخارا پہنچ کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا بارہ سال شامی ہو گئے تھے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا ''خوش آمدی، عبداللہ خجندیؒ ان بارہ سال پورا ہونے میں ابھی تین دن باقی ہیں، اس اشارے نے مجھ میں پورا تصرف کیا اور آپؒ کی مزید محبت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی، وہاں کے درویش حضرات اس اشارے سے حیران ہوئے اور مجھ سے اس کی تشریح پوچھنا چاہتے تھے، میں نے پورا قصہ ان کو کہہ سنایا جس سے وہ مزید حیران ہوئے، اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے مہربانی فرمائی اور میری ارادت قبول کی۔

بابا صاحب سمرقندیؒ سے منقول ہے، فرمایا ہر گاہ کہ خواجہ بہاؤ الدینؒ کی کرامات اور مقامات کی پیش گوئی ہوئی تھی تو مجھے آپؒ سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور بخارا کی طرف سمرقند سے روانہ ہوا، جب سے یہ جذبہ ملاقات میں پیدا ہوا تھا تو اس وقت سے میں نے ٹھان لی تھی کہ بخارا میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے آپؒ کی خدمت میں حاضری دونگا۔ لیکن بخارا پہنچ کر ہم پہلے کاروان سرائے میں اترے اور کسی

سے ملاقات کیے بغیر جلدی سے میں کاروان سرائے سے نکلا اور آپؒ کی ملاقات کیلئے روانہ ہوا، اسی اثناء میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ مجھ سے آگے آگے آدمیوں کا ایک گروہ اسی راستے پر جا رہا ہے، میرے دل میں گزرا کہ شاید یہ آپؒ کے درویش ہیں۔ اس صفت نے مجھ میں تصرف کیا اور جلدی سے میں ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا، اسی حالت میں میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت خواجہؒ کے پاس پہنچتے ہی آپؒ مجھے دودھ کی بالائی دینگے اور کوئی اسمیں میرا شریک نہ ہوگا۔ اسی حالت میں جب میں دو تین قدم آگے بڑھا تو گروہ والے اشخاص سب کھڑے ہو گئے، ان میں سے ایک ایسے شخص نے آگے بڑھکر میری پذیرائی کی جس کے نورانی چہرے پر ولایت کی نشانیاں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔ اس صاحب نے مجھے گلے لگایا اور دو بار یہ کہا کہ خوش آمدی بابا صاحب سمرقندی، حالانکہ اس سے پہلے ان سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ میرا نام انہیں کسطرح معلوم ہوا، میں نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ صاحب خود شیخ بہاؤ الدین ہوں۔ پھر آگے چلنے لگے اور ساتھ ساتھ مجھ سے سمرقندی علماء کے متعلق پوچھ رہے تھے، جب منزل پر پہنچ گئے تو جلد ہی حضرت خواجہؒ منزل سے باہر تشریف لائے اور آپؒ کے طریقے کے مطابق سارے ساتھی حاضر و غائب بیٹھے ہوئے تھے، یہ ایک روح پرور، دلکش اور خوبصورت مجلس تھی، آپؒ کے تشریف لانے سے تھوڑی دیر قبل ایک روٹی اور دودھ کی بالائی میرے سامنے رکھی گئی، میرے قریب آپؒ تشریف رکھ کر فرمانے لگے، کھا لے یہ تمہاری قسمت ہے کوئی بھی آپکے ساتھ شریک نہیں ہے، اور آہستہ سے مجھے فرمایا کہ عزیزوں کا دل اس حد تک رنجیدہ نہیں کرنا چاہیے۔

ایک درویش سے منقول ہے جو آپؒ کے ساتھ حاضر باش ہوتا تھا کہ عید قربانی کے دن آپؒ بخارا شہر میں ایک درویش کے مکان پر تھے، اور مقام معرفت کے بارے میں بات فرما رہے تھے، میرے دل میں یہ بات آئی کہ آپؒ کی والدہ کو عید مبارک کہنے کی اجازت مجھے دی جائے، اور یہ کہ مجھے خلوت میں کھانا دیا جائے، تین درم کا بادام، تین درم کا .... اور تین درم کا ....، جب آپؒ عید گاہ سے تشریف

لائے تو مجھے کہا کہ میری والدہ کو عید مبارک کہنے کیلئے جاؤ۔ جب اس درویش کے مکان کے قریب پہنچے تو اسے فرمایا کہ گھر میں خلوت بنا لے، اور مجھے اسمیں جانے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت خواجہؒ نے میرے سامنے اتنا کھانا رکھدیا کہ مجھ سے باقی رہ گیا، اسکے بعد ایک شخص نے .... کا ٹکڑا لایا، آپؒ نے اسکی قیمت کے بارے میں پوچھا تو اس نے تین درم بتائے، دوسرے شخص نے ایک طبق میں .... پیش کیا حضرتؒ کے پوچھنے پر اسکی قیمت بھی اسی شخص نے تین درم بتائی، کچھ دیر بعد ایک اور شخص نے آ کر تین درم (نقد) کا ہدیہ پیش کیا، میری طرف آپؒ نے اشارہ کر کے فرمایا، ''آپ نے مجھ سے اس دن تین چیزیں مانگی تھیں، عید کی مبارک باد کی اجازت، خلوت کا طعام، اور یہ تین چیزیں، پھر فرمایا اس قسم کی فرمائشیں کرنا اچھا نہیں چنانچہ اس کے باعث ہم اُس جہان سے اِس جہان میں آ گئے اور آپ کے کام کی خاطر گوشۂ دل کو ہم نے مصروف بنایا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ جب پہلی بار ہمارے حضرتؒ سفر مبارک سے واپس آ گئے تو ماخانؔ کو آئے ہوئے ایک دانشمند نے کہا جن کا نام محمد ہرویؔ تھا آپ کے پیچھے بغدادؔ سے آیا اور طلب کا اظہار کیا، خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ وقت التفات پر موقوف ہے، ایک دن درویشوں کی جمعیت موجود تھی، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ وقت آن پہنچا ہے جسکے انتظار میں اس راہ کے سارے طالبان، عاشقان اور سوختگان برسرِ راہ ہیں، مولانا محمد کو اپنے پاس بلا کر فرمایا خبردار رہو کہ آپ کچھ حصہ پا سکیں، اپنی انگشت شہادت اس کے زانو (گھٹنے) پر رکھی، تو اس کی حالت تبدیل ہو گئی، خواجہؒ اسے دوبارہ اپنی حالت پر لے آئے اور فرمایا کہ خبردار رہو وقت گزر رہا ہے، پھر اسکی طرف التفات فرمایا تو اسکی پہلی جیسی حالت دوبارہ ہو گئی، پھر اسے اپنی اصلی حالت پر لائے اور فرمایا کہ اچھی طرح خبردار رہو کہ بہت تھوڑا وقت باقی رہ گیا ہے، حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے ان پر مہربانی فرمائی ہے جب اسی حالت پر کچھ دیر گزر گئی تو حضرت خواجہ مولانا محمدؒ نے فرمایا کہ یہ ''باغِ زاغاں'' یاد کرنے کا کیا مقام ہے؟ خواجہؒ کے اس فرمانے سے مولانا محمدؒ رونے لگے، اپنے کپڑے پھاڑ لئے اور بہت پریشان ہوئے،

جب مولانا محمد کی حالت سنبھل گئی تو ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت خواجہؒ کے اس فرمان ''یہ باغِ زاغان'' یاد کرنے کا کیا مقام ہے؟'' کا کیا مطلب تھا؟ اور پھر آپکے پریشان ہونے کی کیا وجہ تھی؟۔ مولانا نے قصۂ ''باغِ زاغاں'' یوں بتایا کہ ایک روز ایک دینی دوست کے ساتھ ہم ہرات کے ''باغِ زاغاں'' میں موجود تھے تو اس دوست نے مجھے کہا کہ آپ جب کبھی بھی وقت اللہ تعالیٰ کے کسی دوست کی مجلس میں پہنچ جائیں تو اور آپ کو اس بزرگ کی برکت سے خوشی حاصل ہو تو اسی وقت مجھے نہ بھلاؤ، حضرت خواجہؒ کے التفات اور مجھ پر مہربانی کرتے وقت مجھ پر عجیب احوال طاری ہوئے، ''باغِ زاغاں'' کا وہ قصہ مجھے یاد آیا تھا حضرت خواجہؒ نے اسی وجہ سے فرمایا تھا اور میری بیخودی اس باعث تھی کہ خواجہؒ میرے دل کے راز کو جان گئے، میں کئی سالوں سے دنیا میں پھر رہا ہوں، اس قسم کا کوئی بزرگ میں نے نہیں دیکھا اور میرا گمان یہ تھا کہ اسی زمانے میں آپؒ کی طرح اور کوئی صاحب شرف نہیں۔

حضرت خواجہؒ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے فرمایا کہ ایک دن جبکہ میں حضرت خواجہؒ کی خدمت اقدس میں موجود تھا اس وقت موسم ابرآلود تھا، حضرت خواجہؒ نے مجھ سے پوچھا کہ نماز پیشیں کا وقت ہو چکا ہے؟۔ میں نے کہا ابھی وقت نہیں ہوا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا ''آسمان کیطرف دیکھو''۔ میں نے کسی حجاب کے بغیر صاف دیکھا کہ آسمانوں کے فرشتے نمازِ پیشین کی نمازِ فرض ادا کرنے میں مصروف ہیں، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ''نماز پیشین کا وقت ہو چکا ہے''۔ میں اپنے کہنے پر بہت پشیمان ہوا، اور مدتوں تک مجھ پر اس کا بوجھ برقرار رہا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کے ایک درویش نے حضرت خواجہ علاؤ الحقؒ سے سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک دل کا حال کس کیفیت میں ہے؟۔ انہوںؒ نے فرمایا کہ یہ مجھے معلوم نہیں۔ اس درویش نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ کیفیت دل تین شمی چاند جیسی ہے، یہاں موجود لوگوں نے یہ قصہ حضرت خواجہؒ کو پہنچایا، آپؒ نے فرمایا، یہ اس نے اپنے دل کی حالت بیان کی ہے، اس وقت آپؒ نے حضرت علاؤ الحقؒ کو طلب فرمایا ان کے ساتھ پیار سے پیش آئے اور قدم مبارک ان کے پاؤں پر رکھا، بڑے

حال نے ان تصرف کیا جب خواجہ علاؤ الحق اپنی اصلی حالت پر آئے تو حضرتؒ نے اس حالت کی تشریح ان سے طلب فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمام موجودات کو خود میں مشاہدہ کیا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ آپکے دل کی نسبت یہ ہے اور جب آپ کے دل کا یہ حال ہو تو آپ دل کی حالت کا ادراک کس طرح کر سکتے ہیں؟ دل کی بزرگ ترین حالت کو بیان نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا مجھے زمین و آسمان جگہ نہیں دے سکتا البتہ میرے مومن بندے کا دل مجھے جگہ دے سکتا ہے۔ کون دل کو جان سکتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز ''شیخ شادی غدیوتی ؒ'' غدیوت کے درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت خواجہؒ کی ملاقات کی خاطر ''قصرِ عارفاں'' آرہے تھے۔ حضرت خواجہؒ باغِ مزار کے قریب تھے اور شیخ امیر حسینؒ نے آپ کی موجودگی میں کہا اس کے ایک کھیت میں کوئی کام کر رہا تھا، جب درویشان غدیوت پہنچ گئے تو خواجہؒ شیخ امیر حسین کو فرما رہے تھے کہ اس بات سے متعلق ہم حق پر ہیں یا آپ؟۔ شیخ امیر حسینؒ نے کچھ نہ کہا۔ خواجہؒ نے ہیبت سے ان کی طرف دیکھا وہؒ گر پڑے اور نشانے کی طرح ان کا سر زمین میں چلا گیا یہاں تک کہ ان کا سر اور گردن مٹی میں دب گیا اور کوئی سانس نہیں لے سکتے تھے، وہاں ایک قریبی درخت پر حضرت خواجہؒ نے پشت کی ٹیک لگا دی، شیخ شادیؒ نے ایک درویش سے کہا کہ آپ مبتدی ہیں اور حضرت خواجہؒ آپ کی عرض معروض قبول کرتے ہیں لہذا آپ حضرت خواجہؒ سے امیر حسینؒ کو مانگیں چنانچہ حضرت خواجہؒ نے اس کی عرض معروض قبول فرمائی اور شیخ امیر حسینؒ کی طرف بڑھنے لگے اتفاق سے کپاس کے اس کھیت کے کنارے کھڑے دو آدمی یہی منظر دیکھ رہے تھے اور حضرت خواجہؒ کو بھی دیکھ رہے تھے اس دوران حضرت خواجہؒ نے انہیں دیکھ لیا، وہ بھی گر پڑے جب حضرت خواجہؒ، امیر حسین کے پاس پہنچے تو اپنا قدم مبارک جوتے سے نکال کر ان کے سینے پر رکھ دیا، وہ فوراً حرکت میں آیا کافی رویا اور عذر خواہی کی۔ اس وقت خواجہؒ نے انہیں فرمایا کہ پانی میں آجا اور باغ مزار کے حوض کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ درویش کہتا تھا کہ خواجہؒ نے مجھے ان دو شخصوں کے دیکھنے اور پہچاننے کا حکم دیا۔ میں ان

کی طرف گیا تو ایک محمد زاہد اور دوسرا محمود دیوتوتی تھا۔ میں نے ان کے بارے میں عرض کی تو براہ کرم آپؒ نے میری عرض قبول فرمائی، ان کے پاس چلے گئے اور تین بار فرمایا محمد! محمد زاہد نے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا، اس سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہوا، اس نے کہا ''ہم آپکی طرف دیکھ رہے تھے تو آپکی ہیبت سے ہماری وہی حالت ہو گئی جب حضرت خواجہ ''باغِ مزار'' میں آئے، شیخ امیر حسین چاہتا تھا کہ تالاب کے اندر چلا جائے جب وہ اندر چلا گیا تو غوطہ لگا کر بہت دیر کی، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پانی سے سر باہر کر، ورنہ تمہاری حالت پہلے جیسی ہو جائیگی۔ جلدی سے پانی سے باہر نکلا یہ ضعیف نقل کرنے والے سے یہ قصہ سن چکا تھا۔ شیخ امیر حسین سے میں نے پوچھا کہ پانی میں آپکے زیادہ دیر ٹھہرنے کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ غوطہ لگاتے وقت میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں میرے سامنے زمین، آسمان، چاند، آفتاب، رات، دن وغیرہ کوئی حجاب نہ تھا ہر طرف مجھے نور ہی نور نظر آ رہا تھا۔

ایک عزیز درویش نے نقل کیا کہ ایک دفعہ کہ ایک روز میں حضرت خواجہؒ کی صحبت میں پہنچا، آپؒ قصرِ عارفاں سے بخارا کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ نے اپنے ایک قریبی شخص کیطرف توجہ فرمائی اور اس فقیر کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ایسا شخص ہے جو آسمان پر اڑ سکے گا۔ چند دنوں تک آپؒ کی صحبت شریف میں موجود رہا۔ مجھے آپؒ کی وہ بات یاد تھی جب مجھے اپنی ولایت کی طرف روانہ کیا تو حضرت خواجہؒ کے التفاتِ قلبی کے باعث مجھ میں بہت بڑا تصرف ہونے لگا، ایک دن ایک مکان میں نماز پڑھ رہا تھا، قعدہ کے وقت مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی۔ میں نے خود کو آسمان پر جاتا ہوا دیکھا، حتیٰ کہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جسے بیان کرنا مشکل ہے، کوئی آسمان، زمین، سورج، چاند اور ستارے نہ تھے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ جب آپؒ قصرِ عارفاں میں مقیم تھے ایک رات نماز عشاء پڑھنے کے بعد مسجد کے دروازے پر کھڑے رہے اسی طرح آپؒ کے ساتھ وہ لوگ بھی کھڑے تھے جو جماعت کے ساتھ نماز عشاء ادا کر چکے تھے۔ یہ بہار کا موسم تھا، حضرت خواجہؒ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کچھ ترنجبین بخارا سے لاؤ

جلدی سے آپکی نظروں کے سامنے میں روانہ ہوا، اس زمانے میں بھیڑیوں کی بہتات ہوگئی تھی، مشہور تھا کہ بھیڑیوں نے بہت لوگوں کو ہلاک کیا ہے، اسی راستے میں جب میں علی سلیمان نامی پل پر پہنچا تو تین بھیڑیئے میری طرف بڑھے مجھ پر حملہ کرنے کیلئے میرے پاس پہنچ گئے لیکن کامیاب اسلئے نہ ہو سکے کہ ان کے منہ بند ہی رہ گئے۔ جب میں بخارا پہنچ گیا تو لوگ نماز عشاء پڑھ رہے تھے، بازار میں جاکر ہر دکاندار سے کہا کہ ایک ولی اللہ کیلئے ترنجبین کی ضرورت ہے، بالآخر ترنجبین خرید کر فوراً قصر عارفاں کی طرف توجہ کی یہاں قریب پہنچ کر باران کی علامتیں نمودار ہوئیں، جلدی سے مسجد میں آگیا اور ساری رات بڑی بارش رہی۔ پو پھٹتے وقت گاؤں کے لوگ جب صبح کی نماز پڑھنے کیلئے آنے لگے اور مجھے دیکھا تو وہ سمجھے کہ اس نے خواجہؒ کے حکم کی تعمیل نہیں کی یہ ترنجبین لیکر نہیں آیا لیکن جب حضرت خواجہؒ نے فجر کی نماز ادا فرمائی، تو میں نے وہ ترنجبین آپؒ کی خدمت میں پیش کی، آپؒ نے فرمایا راستے میں آپ پر بھیڑیے حملہ آور ہونے لگے تھے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ وہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ اسلئے ایسا نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے منہ بند تھے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) اہل مسجد آپس میں چپکے سے باتیں کر رہے تھے، حضرت خواجہ ؒ نے فرمایا کہ کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں ایک مشکل درپیش ہے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ انہی سے پوچھ لو، انہوں نے کہا کہ آج رات بہت بارش ہوئی لیکن اسکا پوستین خشک (سوکھا) ہے میں نے اسکا جواب یہ دیا کہ جب میں اس گاؤں کے قریب پہنچا تو بارش کی علامتیں نمودار ہوئیں، جلدی سے میں مسجد میں آگیا۔ لوگ حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ نماز عشاء کے بعد بارش شروع ہونے کے وقت تک تھوڑا وقت گزرا تھا، یہ شخص ایک ہرسنگ (پڑاؤ) راستہ کسطرح دونوں طرف طے کر سکا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سعادت کی راہ مجھ پر کھول دی تھی، آنے جانے کی مجھے کیا ضرورت تھی؟۔

ہمارے حضرت خواجہؒ کے ایک تابعدار درویش سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ حضرتؒ کے ساتھ میری وابستگی کی وجہ یہ تھی کہ بخارا میں موجود درویشوں کی ایک بڑی جماعت ہمارے حضرت خواجہؒ کی بیمار پرسی کیلئے آئی تھی۔ جبکہ آپؒ باغِ مزار میں تھے،

اس بیماری کی حالت میں بھی آپؒ نے درویشوں کو اپنا شرفِ باریابی بخشنے سے بہت خوش کیا۔ آپؒ ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور باوجود بیماری کے جلدی اپنی صحبت کی جماعت کے پاس چلے گئے اور اپنے ساتھ دنبے لے آئے چنانچہ خود بھی ایک دنبہ اپنے کندھے پر اٹھا لائے اور پھر کھانا پکانے میں بہ نفسِ نفیس لگ گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس خوش اخلاقیوں کے باعث مجھے آپؒ سے محبت ہونے لگی۔ اسکے بعد مجھے اپنے (آپؒ کے) مکان میں اسلئے بھیجا کہ میں کھانا پکانے کیلئے ضروری سامان وہاں سے لاؤں، فرمایا کہ ہمارے گاؤں پہنچ کر ہمارے مکان کے بارے میں پتہ کر لیں۔ ایک چھوٹا لڑکا وہاں اندر بھجوا دیں اور یہ چیزیں اٹھا کر لائیں اگر کوئی لڑکا آپ کو نہ ملے تو اس غرض سے ہمارے دروازے کی کنڈی کھڑکا دیں۔ گاؤں پہنچ کر میں نے ایک ضعیفہ سے جب آپؒ کے مکان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بری بھلی باتیں یوں کہنی شروع کیں کہ آپؒ شیخ "نہیں بلکہ جیب کٹ اور جلاد ہیں، آپؒ کا مکان فلاں ہے میں ضعیفہ کی باتوں سے بہت رنجیدہ ہوا، میں نے آپؒ کے مکان پر جا کر آپ کی ہدایت کے مطابق وہ کنڈی کھڑکا دی۔ اور مطلوبہ چیزیں لیکر آپ کو پہنچا دیں، حضرت خواجہؒ نے مجھ پر نظر ڈال کر فرمایا کہ جس حالت میں تم یہاں سے گئے تھے اسی حالت میں واپس نہیں آئے ہو، وجہ بتا تو میں نے بامر مجبوری بتا دی جو ضعیفہ نے کہا تھا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ دوبارہ جا کر ہمارے مکان سے دسترخوان لاؤ، اس دفعہ اسی ضعیفہ نے آپؒ کے بارے میں مزید برا بھلا کہا اور کہا کہ تم اسے "شیخ" کیوں کہتے ہو؟ ذکر، سماع اور خلوت کا مالک نہیں اسکی باتوں سے میں زیادہ خفا ہوا، آپؒ کی ہدایت کے مطابق میں نے دسترخوان حاصل کر کے آپؒ کے پاس پہنچا دیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ پہلی دفعہ سے اس بار تم زیادہ رنجیدہ دکھائی دیتے ہو۔ میں نے اسکی وجہ بتا دی، آپ نے فرمایا اس باغ کے باہر امیر حسینؒ نامی ایک درویش کاشتکاری کے کام میں مصروف ہے اسے میرے پاس بلاؤ، امیر حسین جب حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ تم جا کر فلانی ضعیفہ کو کہو کہ تو ہی جلادی کرتی ہے اور الزام مجھ پر لگاتی ہے؟ اگر وہ اس سے انکار کرے تو کہہ دو کہ فلاں شخص کے ساتھ تو نے مویشیوں کے چارے کے ذخیرہ میں بدکاری نہیں

کی، اور جب اسکا نتیجہ تجھ پر ظاہر ہوا اور لوگ تجھے شرمندہ کرنا چاہتے تھے تو تم نے اسقاط حمل کرا کے فلانی جگہ میں اسے دفن کیا۔ اس کے بعد مجھے فرمایا کہ امیر حسینؒ کے پیچھے جا کر دیکھ کہ وہ میرے کہنے پر پورا عمل کرتا ہے کہ نہیں؟ میں امیر حسینؒ کے ساتھ اسی ضعیفہ کے پاس گیا، حضرت خواجہؒ کی ہدایت کے مطابق امیر حسینؒ نے ساری باتیں ضعیفہ کو سنائیں وہ روتی پیٹتی منت سماجت کر کے یہ کہتی رہی اللہ تعالیٰ کے بندے ان امور پر واقف ہوتے ہیں، میں نے برا کیا تھا میں نے توبہ کی۔ امیر حسینؒ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع نہ دیتے تو یہ حضرات کس طرح اسے ظاہر کرتے؟۔ نقل کرنے والے نے کہا کہ ان امور کو مشاہدہ کرنے سے آپ سے میری محبت میں اور اضافہ ہوا۔

منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ قصرِ عارفاں میں تھے، مکان میں دیگدان (چولھا) بنا رہے تھے، آپ کو درانتی کی ضرورت پڑی، وہ کافی ڈھونڈھنے کے بعد بھی آپؒ کو دستیاب نہ ہو سکی، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ درانتی قطب الدین غدیوتی کے گھر میں موجود ہے۔ درانتی کے لوہے کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا ہے، اور اپنے خزانے کی چھت میں اسے چھپائے رکھا ہے۔ اسکے خزانے میں داخل ہو کر آپ کے سر کے اوپر چھت میں یہ رکھا گیا ہے۔ اس درانتی کو بذریعہ حامل رقعہ ھذا جلدی بھجوا دے۔ چنانچہ وہ درانتی وہاں ہی پائی گئی جہاں حضرت خواجہؒ نے نشاندہی فرمائی تھی۔ جو لوگ خط بھجوانے اور درانتی لانے کے وقت موجود تھے سارے حیران ہوئے۔

ایک عزیز درویش سے منقول ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ بخارا کے کسی راستے پر جا رہے تھے۔ ان دنوں بخارا کے کسی بزرگ یا عالم دین سے آپؒ کی کوئی واقفیت نہیں تھی، اچانک سامنے سے اسی راستے میں مولانا حسام الدین خواجہ یوسفؒ بہت سے طلباء کے ساتھ آرہے تھے جو کہ مولانا حافظ الدین کبیر بخاریؒ کے پوتے تھے۔ جب حضرت خواجہؒ نے اس جماعت کو دیکھا جو کسی دوسری طرف متوجہ ہو کر تیزی کے ساتھ جا رہے تھے فاصلہ درمیان میں کافی تھا، وہی بزرگوار اکیلے اس جماعت سے باہر نکل کر حضرت خواجہؒ کی طرف آنے لگے۔ حضرت خواجہؒ سے تواضع و نیازمندی کے ساتھ ملے، حضرت خواجہؒ کو سلام کیا، آپؒ نے بھی ان کو پیار و محبت سے سلام کا جواب

دیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ سب سے پہلے یہی بزرگ عالم واقف ہونگے۔ حضرت خواجہؒ کی یہ بات مجھے یاد رہی جس کے سات سال بعد اسی بزرگ عالم دین کا تعلق استوار ہوا۔

ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ کا شرفِ صحبت حاصل کرنے سے قبل میں نسف میں تھا، جہاں ایک شخص ترمذ سے آیا ہوا تھا۔ اسکی بیٹی سے میری محبت ہونے لگی، ایک دفعہ میں نے وہ لڑکی اسکے اپنے گھر میں اکیلی پائی اس کے ساتھ ہر قسم کی باتیں میں نے کر لیں۔ اسکے بوسے لئے، گلے لگایا، اس کے بعد بخارا سے ایک درویش آیا جس کی صحبت کی برکت سے میری وہ محبت ختم ہو گئی، اس کے ساتھ چند روز کی محبت سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ کے درویشوں میں سے ہے، وہ تو بخارا چلا گیا، اسکی صحبت کا اشتیاق مجھے بھی بخارا لے گیا، وہاں پہنچ کر میری ملاقات حضرت خواجہؒ سے ہوئی، میری طرف آپؒ نے التفات فرماتے ہوئے فرمایا ''کیا کام کرتے ہو؟'' میں نے کہا ''مجھے درویشوں کی صحبت کا شوق ہے''۔ آپؒ نے فرمایا ''اِس کا اور اُس کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے۔ جب کہ گھر میں اکیلی ترمذی لڑکی کے بوسے تم نے لئے اسے گلے لگایا میں نے کہا اس کی برائی کو میں نہیں جان سکا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ ناجائز اور حرام کام تھا۔ میں نے کہا ''جب آپؒ اس وقت ہمارے پاس موجود نہ تھے تو اس واقعے کا علم آپ کو کیسے ہوا؟۔ فرمایا کہ جس کو معلوم تھا اس نے مجھے بتایا، میں حیران ہو کر آپؒ کا انتہائی عقیدتمند بن گیا۔

حضرت خواجہؒ کے ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ آپؒ کے قریبی حضرات میں سے کسی کے 25 عدلی دینار گم ہو گئے، حضرت خواجہؒ جب اس پر مطلع کئے گئے تو فرمایا کہ اس گھر کی لونڈی ہی نے چرائے ہیں۔ لیکن لونڈی نے کہا کہ میں نے اسے فلاں مقام پر مٹی میں گاڑھ (دبا) دیئے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ تین دینار ہیں (25 نہیں) لوگوں نے حضرت خواجہؒ سے یہ بات سنکر تعجب کیا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں واقعی تین ہی دینار دفن تھے۔

ایک درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ بخارا کے مضافات میں تھے آپ کی

معیت میں درویشوں کی ایک جمعیت تھی، اتفاقاً سردی کا موسم تھا، وہاں قریب کوئی موجود نہیں تھا، درویش حضرات کو بھوک لگ گئی۔ حضرتؒ نے حاضرین کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جاؤ۔ وہاں فلانی نوعیت کا باغ ہے جس کے تالاب میں تھوڑا پانی موجود ہے اور اسمیں ایک بڑی مچھلی ہے وہ ساتھ لائیں تاکہ ساتھیوں کے کھانے کا بندوبست ہو جائے، ایک درویش نے وہاں جاکر اس قسم کے باغ کو تلاش کیا۔ تالاب میں تھوڑا سا پانی تھا، اسمیں بڑی مچھلی پکڑ کر آپؒ کے پاس لایا، اس سے حاضرین کی حالت اچھی ہو گئی۔ ایک عزیز درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کے سفر کے موقع پر آپؒ کے درویش حضرات بھی آپؒ کے ساتھ تھے۔ راشن ختم ہو چکا تھا، ساتھیوں نے حضرتؒ سے کھانا طلب کیا۔ آپؒ نے فرمایا ''تم کیا چاہتے ہو؟''۔ ساتھیوں نے کہا کہ ہم بریانی چاہتے ہیں۔ وہاں قریب انتہائی بڑی چٹان تھی، حضرتؒ نے ان کو وہاں جانے کا فرمایا، وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار بنا بنایا خوانچہ لایا، جسمیں بریانی (بھنا ہوا گوشت) سبزی، سرکہ، روٹی اور نمک تھا۔ ساتھیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ منقول ہے کہ جس زمانے میں صحرائے قبچاق کی طرف سے آئے ہوئے لشکر نے بخارا کے ارد گرد گھیرا ڈالا جس سے اہل اسلام کافی پریشان ہوئے اسی حال میں ایک ترکی غلام بھاگ کر لشکر کیطرف چلا گیا، میں انتہائی غمگین ہوا کہ محصور حاکم مجھے اسکے جرم میں دھر لیں گے کہ میں نے مخبری کے طور پر اس غلام کو بھجوایا ہے۔ جب میں نے حضرتؒ کے سامنے یہ حالات عرض کیۓ تو آپؒ نے فرمایا کہ کوئی فکر نہ کرو، یہاں اس قلعہ کے حاکموں کا میں ذمہ دار ہوں، اسطرح غلام کے بارے میں بھی خاطر جمع رکھو جبکہ وہ غلام تمہارے پاس آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا تھا، قلعے کے حاکموں نے غلام کے بھاگنے کا مجرم قرار نہیں دیا۔ ایک دن میں نے غلام کے بارے میں درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ یہ اس قسم کی درخواستوں کا موقع نہیں جبکہ تمام لوگوں کا بوجھ ہم پر پڑا ہوا ہے۔

''اگر بادشاہی خراب ہو جائے تو بادشاہ سے خفاء نہ ہو۔ جبکہ اہل حقیقت کے ہاں یہ درویش کا گناہ ہے۔ اگر تیرا غلام نہ آیا تو ہم سرائے کا علاقہ الٹ پلٹ دینگے''

نقل کرنے والے نے کہا، آپؒ کی توجہ کی برکت سے وہ غلام سرائے سے واپس آ گیا۔ اس نے کہا کہ لوگ مجھے سرائے لے گئے تھے۔ وہاں سے میں یہاں بھاگ آیا، اس ضعیف نے بھی غلام سے پوچھا تو مجھے بھی غلام نے اسی طرح کہا۔

حضرت خواجہؒ کے درویشوں میں سے کئی درویشوں سے منقول ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک صادق درویش کے ساتھ صحرا میں تھے۔ ہم کسی کام کیلئے تیشوں کو لیکر نکلے تھے۔ ایک حالت کے پیش آنے پر ہم نے تیشے وہاں چھوڑ دیئے اور بیابان (ریگستان) کا رخ کیا، باہم ہر قسم کی باتیں کرتے رہے۔ چنانچہ عبودیت اور فدا میں ہم بحث کرنے لگے، اس نے کہا کہ فدا کی انتہا کہاں تک ہوتی ہے؟ میں نے کہا اگر درویش کو مرنے کیلئے کہا جائے تو اسے فی الحال مرنا چاہیے۔ اسی دوران مجھ میں ایک صفت ظاہر ہوگئی۔ میں نے زاہد کی طرف متوجہ ہو کر کہا:۔ مرجا، وہ فوراً گر پڑا اور روح اسکے بدن سے بالکل پرواز کر گئی۔ کچھ وقت وہ اس طور پر پڑا رہا کہ اسکی پشت زمین پر تھی، منہ آسمان کی طرف اور پاؤں قبلے کی طرف۔ چاشت سے دوپہر کے وقت تک اسی طرح رہا۔ سخت گرمی تھی آفتاب برج میزان میں تھا، میں بہت پریشان ہوا۔ وہاں قریب کوئی سایہ نہیں تھا تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھنے کے بعد اپنی جگہ سے اٹھکر محمد زاہد کے پاس آ گیا۔ میں نے اسے دیکھا کہ گرمی کے باعث اسکا رنگ کالا پڑ گیا تھا۔ میری حیرانگی زیادہ ہوئی۔ اچانک میرے دل میں یہ الہام وارد ہوا کہ اسکو زندہ ہونے کا کہوں۔ میں نے تین بار اسے کہا کہ "محمد زندہ ہو جا"۔ اسمیں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اس کے اعضاء حرکت کرنے لگے اور اسی وقت زندہ ہو گیا۔ میں سید امیر کلالؒ کی خدمت میں گیا اور یہ قصہ آپ کو بیان کیا۔ جب میں اس حد تک پہنچ گیا کہ روح اسکے بدن سے پرواز کر گئی اور میں حیران ہو گیا۔ امیرؒ نے فرمایا! اے فرزند! حیرانگی کی حالت میں آپ نے کیوں ایسا نہیں کہا کہ "زندہ ہو جا" میں نے کہا، مجھ پر الہام وارد ہوا، جب میں نے اسی طرح کہا تو اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ ایک درویش سے منقول ہے کہ جب ہمارے حضرت خواجہؒ کسی درویش کو کسی طرف روانہ کرنا چاہتے تو اپنے طریقے کے مطابق اسے گلے لگاتے۔ اتفاقاً اخی محمد درآھنین، جو حضرتؒ کا ایک

بڑا درویش تھا، اسکی رخصتی کیلئے چند قدم کے فاصلے پر اسکے ساتھ جانے لگے، کچھ دیر کے بعد وہ گر پڑا اور اسکی حالت دگرگوں ہوگئی۔ روح اسکے بدن سے پرواز کرگئی، ''میں اخی محمد آھنین'' کی حالت دیکھ کر جلدی سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا قصہ سنایا۔ آپؒ نے مہربانی فرما کر اس درویش کے قریب تشریف لے گئے اور اپنا قدم مبارک اس کے سینے پر رکھا۔ وہ حرکت کرنے لگا اور اس کے بدن میں روح آ گئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں نے اسکی روح کو چوتھے آسمان میں پایا اور وہاں سے واپس کرایا۔

ایک صحیح النسب سید صاحب نقل کرتے ہیں جو کہ ہمارے شیخؒ سے کافی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ کہ جب آپؒ حج کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ حاجی صاحبان جب وہاں قربانیاں کررہے تھے، آپؒ نے فرمایا کہ ہمارا بھی ایک بیٹا ہے جسکی قربانی ہم دینا چاہتے ہیں۔ آپؒ کی معیت میں جو درویش حج پر گئے تھے انہوں نے آپؒ کی اس بات کی تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا۔ بخارا پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپؒ کے صاحبزادے اسی دن اسی وقت فوت ہوئے تھے۔ جس تاریخ اور وقت کی آپؒ نے بات فرمائی تھی۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ آپؒ سے وابستگی کی ابتدا میں جب ہمارے خواجہؒ شہر بخارا کے دروازہ کلد باد میں اپنے ایک درویش کے ہاں مقیم تھے۔ اتفاقاً وہ درویش نور زوی ٹوپی سی رہا تھا جسے امیر اور حاکم لوگ پہنتے ہیں حضرت خواجہؒ کافی دولتمند تھے اور اس قسم کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ وہاں درویش حضرات موجود تھے انہیں بھی اس قسم کی ٹوپی پہننے کا شوق دامنگیر ہوا۔ چنانچہ سب نے اس قسم کی ٹوپیاں پہن لیں۔ اسی حالت میں آپؒ نے فرمایا ''جب ہم نے اہلِ حکومت کی ٹوپی سر پر رکھی تو حکومت میں ہمارے لئے تصرف کرنا ضروری ہوا۔ بتائیے کہ ہم کس اہلِ حکومت میں تصرف کریں؟ وہاں حضرت پہلوان محمودؒ کا بکیار نامی ایک درویش موجود تھا۔ اس نے ایک حاکم کا ذکر کیا جو اس زمانے میں ماوراء النہر کا حاکم تھا، آپؒ نے فرمایا کہ اس میں تصرف کرینگے۔ موجود لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ اس مجلس کا ایک شخص کابل ایک ایسے امیر کے پاس جانیوالا تھا جو متذکرہ ماوراء النہر کے حاکم سے بھاگ کر آیا تھا۔ آپؒ نے اسی کابل

جانیوالے بخاری شخص کے ہاتھ، اسی بھاگے ہوئے امیر کے پاس ایک خط بھجوایا جسمیں تحریر تھا کہ صورتِ حال یہ ہے، چاہیے کہ تم پانچ سو دینار 'معاملہ' حامل رقعہ کے ذریعہ درویشوں کے پاس بھجوادو۔ چند دنوں کے بعد یہ خبر آئی کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم قتل ہوا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی تاریخ تھی جس تاریخ کو آپؒ نے یہ بات فرمائی تھی۔ سارے لوگ اس پر تعجب کرنے لگے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اس قسم کا تصرف کرنا عطا فرمایا ہے۔ اور یونہی یہ واقعہ مزید یقین کرنے کا موجب بنا۔ اکثر اوقات ایسے واقعات کے موقعوں پر فرماتے کہ اے دوستو! ہم درمیان میں نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طلب کے بغیر یہ امور ہمارے ذریعے خود انجام دیتے ہیں، فقیر، مفلس اور عاجز سے بغیر تقصیر اور کوتاہی کے اور کیا صادر ہوسکتا ہے۔

ے ''عجیب بادشاہ ہے جو اپنے نوکر (بندہ) کے ساتھ معاملہ یوں کرتا ہے کہ اگر چاہے تو اسے عطا فرماتا ہے یا اسے گرا دیتا ہے''۔ اسکے باوجود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے انتہائی قریب دوست اور حبیب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا ''جب آپ پھینک رہے تھے، تو یہ آپ کا پھینکنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پھینکنا تھا''۔
اس سے عاجز امتی کا اندازہ لگایئے کہ وہ کیا کرسکتا ہے؟ لہذا درویشوں کے ذریعہ ظاہر شدہ کرامات میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا بلکہ طالبان کو راستہ دکھانے کا ایک ذریعہ ہے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز ہمارے خواجہؒ تالاب کے کنارے پر کھڑے تھے جو کہ ''پرانی ادینہ'' کی مسجد کے پہلو میں تھا اور وہ بخارا کے سترستان نامی شہر کے قبلہ کی طرف ہے، اسی حال میں ایک عزیز درویش نے خواجہؒ سے ملاقات کی، یہ عزیز درویش لوگوں میں ارشاد وتربیت کے لئے مشہور تھا اور کثیر تعداد میں لوگ ان کے مرید طریقت تھے۔ آپؒ نے ان سے پوچھا کہ آپ واقعی خوارزم جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جیسا کہ میں نے سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ''ہاں'' آپؒ نے فرمایا کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑتے، اس صاحب نے کہا کہ یہ بات چھوڑ دیجئے آپؒ کو یہ طاقت حاصل نہیں۔ اتفاق سے اسی دوران حضرت مولانا حمید الدین شاشیؒ ایک جماعت کے ساتھ وہاں پہنچ

گئے اور آپؒ کے ساتھ انہوں نے ملاقات کی۔ آپؒ نے مولانا کو یہ قصہ سنایا اور فرمایا کہ آپ گواہ رہیں کہ "میں اس درویش کو خوارزم جانے کیلئے نہیں چھوڑتا" مولانا نے فرمایا کہ میں بھی گواہ ہوں، اس کے بعد اس درویش نے مدد طلب کی اور خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ جب مضافات بخارا کے "افشنہ" مقام پر پہنچے جو کہ قافلہ کے اکٹھا ہونے کی جگہ تھی تو اس زمانے کے بادشاہ کے ماموروں نے خوارزم کا راستہ بند کیا ہوا تھا کہ کوئی بھی خوارزم نہ جا سکے۔ درویش کو بھی روک لیا گیا۔ اس کے بعد قافلہ والوں نے تدبیر کی اور دوسرے راستے سے خوارزم کے راستے پر آ گئے، بادشاہ کے مامور لوگ ان کے تعاقب میں چلے گئے اور قافلہ والوں کے ساتھ اس درویش کو بھی کافی پریشان کیا۔ اور بخارا کی طرف ان سب کو لوٹا دیا۔ درویش نے شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے پوتے حضرت داؤدؒ سے التجا کی اور زرِ کثیر خرچ کر کے ان مامورین کے پنجے سے رہائی پائی۔ مولانا حمید الدینؒ نے یہ اطلاع پانے پر بڑا تعجب فرمایا اور کہا کہ خاصانِ خدا کو اس قسم تصرف کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ اس حال کے مطالعہ کرنے سے حضرت خواجہؒ کے ساتھ مولانا حمید الدین کی عقیدت و محبت اور بڑھ گئی۔

ایک درویش سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ آپؒ نے مجھے پن چکی پر چھ خروار گندم پیسنے کیلئے لے جانے کا فرمایا۔ وہ برج قوس کی 21 تاریخ تھی۔ آٹا پیسنے کی میری باری نہ آ سکی، یہاں تک کہ چھ دن تک میں یہاں رکا رہا۔ میں نے آپؒ کے پاس جا کر صورتِ حال کو بیان کیا۔ یہ عصر کا وقت تھا، ہوا کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی دریائے بخارا کے کناروں پر پانی جمنے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ پن چکی بان کو کہو کہ پن چکی تجھے دیدے۔ سخت سرد ہوا چلنے کی کوئی فکر نہ کرو، اسے یہ بھی کہو کہ اس موسم سرما میں بھی تمہاری پن چکی نہیں رکیگی۔ اور پانی بھی نہیں جمیگا اور فرمایا کہ شیخ عالم شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ انہوںؒ نے بھی فرمایا تھا کہ اس موسم سرما میں پانی جمنے نہیں پائیگا۔ ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ پانی نہیں جمنے پائیگا۔ اسکے بعد میں نے حضرت خواجہؒ کا پیغام پن چکی بان کو پہنچایا۔ اس نے پن چکی مجھے دیدی۔ شام ہوتے ہی سردی ختم ہو گئی۔ آسمان پر بادل پھیل گئے اور ہوا خوشگوار

ہو گئی۔ اس موسم سرما میں پانی جمنے کے نوبت بھی نہ آئی۔ چنانچہ اس باعث حضرت خواجہؒ سے پن چکی بان اور کافی لوگوں کی عقیدت اور محبت بڑھ گئی۔

منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت میں مقیم تھے ایک درویش نے آپؒ کی خدمت میں کچھ انار پیش کیے۔ اسی مجلس میں محمد زاہد درویش بھی موجود تھا۔ آپؒ نے انار تقسیم کر کے فرمایا کہ کھاؤ، محمد زاہد نے کہا کہ میرا دل خفا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کسی طرف کو جانے کی ضرورت نہیں تم اڑتالیس گھنٹے (دو شبانہ روز) ہمارے پاس رہو، تیسرے روز ''ریورتونؔ'' اپنے گھر جاؤ، آپ کو غلام کی خبر پہنچے گی یا خود غلام پہنچ جائیگا۔ محمد زاہد نے حکم کی تعمیل کی، تیسرے روز محمد زاہد اپنے گھر پہنچتے ہی اس سے قبل کہ حضرت خواجہؒ کی خوشخبری گھر والوں کو پہنچاتے، غلام اسی وقت گھر کے اندر آیا۔ محمد زاہد اور ان کے گھر والوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے غلام! ''تم کو کیا ہو گیا تھا؟'' اس نے کہا کہ بخارا سے نکل کر میرا ارادہ نسفؔ جانے کا تھا۔ تھوڑی دور جا کر میری ٹانگوں میں ایسی مشکل پیدا ہو گئی کہ میں چل نہیں سکتا تھا اور مجھے ایک آواز سنائی دے رہی تھی۔ مجھے وہم گزرا کہ مجھے یہ آواز بخارا سے آرہی ہے جب میں ریورتون کو واپس ہوا تو وہ بند میری ٹانگوں سے کھل گیا اور آواز آنا بھی بند ہو گئی۔ تین دن تک میرا یہ حال رہا اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ یہ کیفیت دوسری جگہ سے ہے۔ میں واپس ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے معافی مانگی اور بہت عذر خواہی کی۔ جس نے بھی یہ قصہ سنا، اس کی محبت آپؒ سے بڑھ گئی۔

منقولؔ ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ قصرِ عارفاں میں تھے اور شیخ شادیؒ غدیوتؔ سے آگئے تھے۔ وہ اپنی بے بسی کا عذر کر رہے تھے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ کوئی کاروبار کرلو، اس نے کہا میں بیل کے ساتھ کاروبار کر سکتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ معاملہ کے بارے میں یہ قبول نہیں۔ اڑتالیس عدلی دینار ہی سے معاملہ چلایا جا سکتا ہے جو غدیوت کی دیوار کے سوراخ میں چھپائے گئے ہیں۔ اور دھوئیں سے وہ جگہ کالی ہو چکی ہے اور اس پر کافی عرصہ گزرا ہے۔ شیخ شادیؒ کی حالت غیر ہو گئی کیونکہ انکو چھپاتے وقت کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا جو اس کی اطلاع پائے۔ وہ جلدی سے غدیوت چلے گئے

اور اڑتالیس دینار آپؒ کی خدمت میں پیش کئے، ان میں سے آپؒ نے ایک دینار واپس کر کے فرمایا کہ اس میں یہ ایک دینار حرام کا ہے۔ یہ کہاں سے آپ کو مل گیا ہے۔ اسی وقت آپؒ نے شیخ شادیؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سینتالیس دینار سے بیل خریدو اور اس سے کھیتی باڑی کا روزگار شروع کرو اور اسکا حاصل اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت میں خرچ کرو۔ اس کے بعد شیخ شادی سے جب اسی ایک دینار کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ آپؒ سے بہت عرصہ قبل میں نے یہی دینار جوئے میں جیتا تھا۔

منقول ہے کہ جب ایک دفعہ ہمارے خواجہؒ کرینہ پہنچے تو شیخ خسرو کے مکان میں اترے جو کہ آپؒ کے درویش تھے۔ شام کا وقت تھا جبکہ اس علاقے کے سفید پوش لوگ آپؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؒ نے شیخ خسرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھ مکان کے دروازے پر کون ہے۔ خسرو نے باہر آ کر دیکھا تو یوسف نامی کوئی شخص کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں امرودوں کا ایک طبق تھا اور کہا کہ میں حضرت خواجہؒ کو یہ امرود دینے آیا ہوں۔ آتے ہی یوسف نے آپ کو سلام کیا۔ آپؒ نے ان امرودوں کے حلال ہونے سے متعلق بہت تحقیق کی۔ یوسف نے کہا کہ میں نے فلاں سے خریدے ہیں۔ آپؒ نے خسرو کو اشارہ کیا کہ امرود کو کھلی جگہ میں رکھو اور پھر اپنے دستِ مبارک سے انہیں کافی ٹٹولا۔ جس سے ایک امرود کو اٹھا کر یوسف کو واپس کیا۔ اور فرمایا کہ یہ باقی تمام امرود حاضرین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ لیکن کوئی بھی اس چنے ہوئے امرود کو نہ کھائے۔ اس کے بعد یوسف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کسی وجہ سے ہمارے دل میں ان امرودوں کو ٹٹولنے کی بات پڑ گئی۔ ہم نے اسے کافی ٹٹولا اور ان میں سے ایک کو علیحدہ کر کے اپنے لئے ناقابلِ استعمال قرار دیا۔ آپ اس بارے میں سچ سچ بتا دیں۔ یوسف نے کہا کہ ہوا ایسا کہ لوگ کہہ رہے تھے:۔ کرینہ میں ایک صاحب کمال بزرگ آیا ہے۔ اسلئے میں نے آپؒ کو آزمانے کی ٹھان لی کہ ایک نشان زدہ امرود کو میں نے نیچے رکھ کر خرید کردہ دوسرے امرود اس کے اوپر طباق میں رکھ دیئے۔ آپؒ نے اسی واحد امرود کو اچھی طرح سے

پہچاننے کی ہدایت فرمائی۔ یوسف نے کہا میں نے اچھی طرح سے پہچان لیا ہے بالکل وہی امرود ہے۔ آپؒ نے یوسف کو نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آزمانا نہیں چاہیے۔ اگر میں آپ کو یہ امرود نہ دیتا، تو نقصان آپ ہی کا ہوتا اور ہم سے کافی دور پڑ جاتے، درویش دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمانے کی کیا ضرورت ہے؟۔ یوسف نے توبہ کر کے رجوع کیا، اس سے حضرت خواجہؒ کے ساتھ لوگوں کی دلی محبت مزید بڑھ گئی۔

منقول ہے کہ جب حضرت خواجہؒ غدیوت میں مقیم تھے۔ تو مجھے ہدایت فرمائی کہ میں کچھ ایندھن (لکڑی) آپؒ کے دولت خانہ واقع عارفاں پہنچا دوں۔ اور آپؒ غدیوت سے کسی دوسری طرف روانہ ہوئے۔ میں نے آپؒ کی ہدایت کے مطابق کچھ ملٹھی کی لکڑی حاصل کی جب معلوم ہوا کہ ملٹھی کی لکڑی مشکل سے حاصل ہو گی۔ یہ خیال آتے ہی کہ خاردار لکڑی بھی اس کے ساتھ ملالی اور قصرِ عارفان آپؒ کے دولت خانہ میں لے گیا۔ تین دن کے بعد حضرت خواجہؒ نے تشریف لائے اور پوچھا کہ آپ ایندھن لے آئے؟۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ ایندھن کی بات تم کرتے ہو کہ میں بتا دوں؟۔ پھر فرمایا کہ تم نے پہلے ملٹھی کی لکڑی حاصل کی، پھر اپنے خیال سے اس کے ساتھ خاردار لکڑی بھی ملائی۔

ایک قرشی درویش سے منقول ہے کہ ان دنوں میں جب حضرت خواجہؒ قرشی میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا کہ بخارا کے علاقہ غدیوت میں شادی نام کا ہمارا ایک درویش ہے۔ وہ تین دن کے بعد بخارا سے قرشی آئیگا۔ اس نے ایک دفعہ ہمارے مکان قصرِ عارفاں میں ایندھن لے جانے کے موقع پر کوتاہی کی تھی۔ قرشوی درویش کا کہنا ہے کہ میں ان کا تین دنوں سے انتظار کر رہا تھا۔ تین دن کے بعد جب شادی غدیوتی، قرشی پہنچ گیا تو آپؒ نے اسے اپنی صحبت میں نہ آنے دیا۔ اسی طرح چند دن کے بعد میں نے آپؒ کی خدمت میں اسے معاف کرنے کی استدعا کی جبکہ میں مبتدی تھا۔ آپؒ نے مہربانی فرما کر اسے معاف فرما دیا۔ میں (درویش قرشوی) نے تنہائی میں شادی سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی کہ آپ بخارا سے قرشی کیوں گئے؟ اس نے کہا

کہ قصر عارفاں میں آپ کے مکان میں ایندھن پہنچانے کے سلسلہ میں مجھ سے فروگذاشت ہوئی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر اسی دن آپکی خدمت میں حاضر ہونا ضروری سمجھا۔ جس کے تین دن کے بعد یہاں پہنچ گیا ہوں۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ہمارے خواجہؒ قرشی تشریف لے گئے اور اپنے گھر کی خدمت کیلئے قصرِ عارفاں میں ایک درویش کو رکھا۔ ایک دن قرشی میں قیام کے دوران آپؒ نے پورے مجمع میں لوگوں کو بتایا کہ وہ خادم درویش اس وقت ہمارے مکان میں ایندھن لے جارہا ہے۔ اس کے دل میں یہ بات آئی ہے اگر آپؒ یہاں موجود ہوتے تو اچھا ہوتا کہ میری خدمت برمحل ہوتی۔ اس وجہ سے بے دلی کے ساتھ ہمارے مکان میں ایندھن لے کر گیا ہے۔ ہمارے مکان میں موجود افراد نے جب اس کی بیدلی دیکھی تو اس ایندھن کو قبول نہ کیا۔ ہر چند کہ اس نے منت سماجت کی تو اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس وجہ سے وہ درویش کا دل تنگ ہوا اور تین روز کے بعد بخارا سے قرشی آجائے گا۔ جن حضرات کی موجودگی میں آپؒ نے یہ قصہ بیان کیا وہ اس انتظار میں رہے۔ تین دن کے بعد وہ بخارا سے قرشی پہنچ گیا۔ جب ان لوگوں نے حقیقت دریافت کی تو اس نے بعینہ اسی طرح بیان کیا جیسا کہ آپؒ نے فرمایا تھا۔ سارے لوگ حیرانگی کے عالم میں آپؒ کے مزید معتقد ہو گئے۔

حضرت خواجہؒ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا، ایک دن آپؒ دوسرے درویشوں کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ (اسی گھرانے کے تابعداروں میں سے) ان میں کچھ حضرات، توشہ دان کے سامان کی خاطر آپؒ کے اشارے سے حجرہ سے باہر نکلے، وہ دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ صرافوں کے بازار کی طرف چلا گیا۔ انہوں نے حضرت خواجہؒ کو وہاں دیکھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ آپؒ بھی باہر آئے ہونگے۔ دوسرا گروہ چوک کی طرف چلا گیا۔ جنہوں نے آپؒ کو وہاں دیکھا ان کو بھی وہی خیال آیا۔ یہ درویش حضرات پریشان ہوئے کہ آپؒ کو کہاں ڈھونڈ ہیں گے؟ اسی اثناء میں آپؒ کا ایک درویش ان کے پاس آیا کہ آپؒ فرما رہے ہیں کہ ان درویشوں نے کیوں دیر کی ہے؟۔ انہوں نے جب اس درویش کو اپنا دیکھا

ہوا قصہ بیان کیا۔ تو اس درویش نے کہا کہ آپؒ اسی حجرہ ہی میں رہے جبکہ میں اور صاحبِ حجرہ آپؒ کی خدمت میں موجود تھے اور مجھے آپ کی خبر گیری کیلئے خود وہاں سے بھیجا ہے۔ درویش حضرات حیرانگی کے عالم میں آپؒ کے پاس پہنچ گئے۔ جب آپؒ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپؒ نے تبسم فرمایا، صاحبِ حجرہ سن کر بہت رویا اور اس سے اس کی محبت میں اضافہ ہوا۔

منقول ہے کہ حضرت عزیزانؒ رمضان شریف کی ایک شام کو تیرہ مقامات پر حاضری فرمائی۔ سب کی دعوت قبول کی تھی، نقل کرنے والا کہتا تھا کہ میں ایک دسترخوان پر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ دوسرے مقامات کے بارے میں جب میں نے پوچھا تو کہا گیا کہ ہر مقام پر اسی وقت دیکھے گئے تھے۔

منقول ہے کہ جس زمانے میں حضرت خواجہؒ مرو میں تھے اور درویش آپ کی ملاقات کیلئے جوق در جوق آرہے تھے اور بیابان مرو کی ریت کو ریشم کی طرح طے کرتے تھے اور ہر ایک زبانِ حال سے کہہ رہا تھا ''اس کے وصال کی خاطر کبھی پہلو اور کبھی سر کے بل دوڑنا چاہیے''۔ غدیوت کے درویش حضرات بھی اس سفر پر گئے ہوئے تھے۔ جس زمانے میں آپؒ غدیوت کے درویش حضرات کو بخارا بھیج رہے تھے۔ تو ان کو حکم فرماتے تھے کہ خبردار، بخارا پہنچ کر خواجہ علاؤ الدینؒ کے انگوروں کے باغ کی تعمیر میں اس طرح مصروف ہو جاؤ کہ آپ سے اس کام میں کسی قسم کی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ اگرچہ ان درویش حضرات نے باغ کی تعمیر کرنے میں آپؒ کے حکم کی تعمیل کی۔ تاہم اسکے اہتمام کرنے میں ان سے تقصیر ہوگئی۔ جب آپؒ مرو سے بخارا پہنچ گئے اور یہ آواز بلند ہوئی کہ ''نعمانِ کوفہ، کوفہ کو واپس آ گئے'' تو سب نے مستعدی کے ساتھ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونا اپنی سعادتمندی سمجھی۔ جب آپؒ کی نظر درویشان غدیوت پر پڑی تو ان کی وہ فروگذاشت پوری طرح ان کو یاد دلائی جو باغ کی تعمیر میں ان سے سرزد ہوئی تھی۔ ہر کوتاہی اور اسکی جگہ ان کو بتا دی اور فرمایا کہ مقتدر اور پیشوا کا سپرد کردہ کام پوری تندہی سے انجام دینا اپنی سعادتمندی سمجھنا چاہیے، چنانچہ سب درویش حضرات اپنی تقصیر پر بہت پچھتائے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کا ایک درویش محمد ترک کوفینی، بازار بخارا میں دوسرے درویش کی دکان پر ایک دن بیٹھا ہوا تھا۔ اسکی صفت جذبہ کافی قوی تھا۔ اونچی باتیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ وہ کسطرح کا درویش ہے کہ بغداد میں درخت کی باریک ٹہنی پر بیٹھا ہوا مچھر یہاں سے نہ دیکھ سکا۔ اسکے بعد حضرت خواجہؒ نے تشریف لا کر فرمایا۔ آپ کو اس قسم کی باتیں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ دین اور مسلمانوں کی فکر کرو اور شریعت مصطفوی پر ثابت قدم رہو۔ اس قسم کی باتوں سے کام نہیں چل سکتا۔ موجود لوگ آپؒ کی شفقت اور مہربانی سے بہت خوش ہوئے۔

شیخ شادی غدیوتی سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ سے میری محبت اس دن پیدا ہوئی جب میں غدیوت میں کاشتکاری کے کام میں مصروف ہوتا تھا۔ ایک دن غلہ کوٹنے میں، میں مصروف تھا۔ اچانک عزیزی نورانی بیل پر سوار یہاں سے گزر رہے تھے۔ جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اپنے پاس آنے کا مجھے اشارہ کیا۔ اس وقت میرے پاس چار تربوز تھے ان میں سے دو بڑے تربوز چھوڑ کر دو آپ کے پاس لے گیا۔ تو اسے دیکھتے ہی فرمایا وہ دو بڑے تربوز تو تم وہاں چھوڑ آئے ہو۔ اس عزیز سے یہ بات سن کر میں متعجب ہوا۔ جلدی سے میں وہ دو بڑے تربوز لے کر آیا اور بزرگوار کو پیش کر دیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ جلدی سے اسے کاٹو کہ کھانے والے پہنچ رہے ہیں۔

میں آپؒ کی صحبت میں موجود تھا، فرمایا اسی مقدار کے حقوق ہمارے درمیان ثابت ہوئے۔ ہمیں اپنے گھر جانا چاہیے کہ آپ کی خاتون خانہ تنور میں ہریسہ پکا چکی ہے۔ حالانکہ مجھے اپنے گھر کی کوئی خبر نہیں تھی جب میں خواجہ کے قدم مبارک میں گھر پہنچ چکا۔ تو واقعہ آپؒ کی خبر کے مطابق تھا۔ اس واقعہ کے ظاہر ہونے کے باعث میرے اور میری آل اولاد کے دل میں آپکی محبت جاگزیں ہوئی اور ہمیشہ کیلئے ہم آپؒ کی صحبت کے مشتاق رہتے تھے۔

شیخ شادیؒ سے منقول ہے کہ جب اس قصہ کو چند روز گزر گئے اور حضرت خواجہؒ کے ساتھ محبت ہم پر غالب رہی۔ ایک رات ہم کو آپؒ کی ملاقات کا اشتیاق پیدا

ہوا تو میں اور میرے گھر والے سر بسجود ہو کر انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہو گئے کہ ہمیں حضرت خواجہؒ کی بزرگی پہنچا دے۔ سخت سردی کے اس موسم میں حضرت خواجہؒ نے کچھ دیر کے بعد تشریف لا کر فرمایا۔ اگر آپ لوگوں کی خدمت کا حق مجھ پر نہ ہوتا تو کام مشکل تھا۔ اس قسم کے مقام پر کون درویشوں کو پریشان کر سکتا ہے؟ درویشوں کا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جسمیں اور کسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ میں تکیہ میں تھا کہ مجھے کہا گیا کہ فقیر لوگ آپؒ کا دیدار اور ملاقات کے مشتاق ہیں۔ ہر چند کہ میں نے کوشش کی مزید دیر کرنے کا امکان نہ رہے اسلئے اس سخت ٹھنڈی ہوا میں قصرِ عارفاں سے یہاں آ گیا ہوں۔

منقول ہے کہ ایک رات درویش محمد زاہد ریورتوتی شیخ شادی کے مکان میں تھا۔ آدھی رات تک انہوں نے آپس میں باتیں کیں۔ شیخ شادی کی طرف شیخ محمد زاہد نے توجہ کر کے کہا کہ میں نے اپنی ضعیفہ بیوی آپ پر قربان کر دی۔ میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ آپ اسے نکاح میں لائیں۔ اسی طرح شیخ شادی نے شیخ محمد زاہد کو بھی کہا کہ میں بھی اپنی ضعیفہ کو آپکے نکاح میں لانے کیلئے طلاق دیتا ہوں۔ دونوں اسی طرح کہتے ہوئے بیخود ہوئے اور فانی ہو گئے۔ اس حالت پر جب زیادہ دیر گزری تو گھر والوں نے خیال کیا کہ شاید دونوں فوت ہو چکے ہیں اور سب اسی وجہ سے پریشان ہوئے۔ اسی دوران حضرت خواجہؒ قصرِ عارفان سے تشریف لائے اور ان دونوں حضرات کو اپنی اصلی حالت پر لے آئے۔ فرمایا کہ میں قصرِ عارفان میں تھا۔ آپ دونوں پر جب فدائیت کے جذبات غالب ہوئے تو مجھے کہا گیا کہ ہمارے بندوں کو تھام لے۔ تو میں راتوں رات یہاں پہنچا۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے۔ انہوںؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہؒ کے قدم دبا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک شریف زادہ اسی مجلس میں حاضر تھا۔ اس وقت حضرت خواجہؒ مقام فنا میں بات فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں آپؒ نے فرمایا کہ اولیائے کرام کو فنا میں تصرف دیا جاتا ہے۔ اس شریف زادہ نے حضرت خواجہؒ سے پوچھا کہ اولیائے کرام کو فنا میں تصرف کسطرح دیا جا سکتا ہے؟ حضرت خواجہؒ نے اپنا قدم

میرے سینے پر رکھا۔ مجھ میں خود رفتگی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ یہ نماز عصر سے پہلے کا وقت تھا میری یہ حالت اگلے روز صبح تک جاری رہی۔ جب میں اصلی حالت پر آیا تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں نے آپ میں یہ تصرف اسلئے کیا کہ اس شریف زادہ کو درویشوں کے بارے میں یقین حاصل ہو جائے۔

ایک ایسے ہی درویش سے منقول ہے کہ وہ پہلی بار حج کے موقع پر حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے تھے۔ جب خراسان پہنچے گئے تو میہنہ میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پوتے خواجہ مؤید کے مکان میں مقیم ہوئے۔ ایک دن کہا کہ امیری کا ذوق رکھتا ہوں۔ آپؒ کاروان سرائے میہنہ میں چلے گئے۔ ایک درویش وہاں آیا، آپؒ نے فرمایا کہ یہ درویش اللہ کے دوستوں میں سے ہے لیکن اس نے مجھے نہیں پہچانا۔ جب مکان پر آئے تو کھانا حاضر کیا گیا۔ آپؒ نے خواجہ مؤید کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ آج تمہارے شہر میں اللہ تعالیٰ کا ایک دوست آیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو یہاں حاضر ہو جائے۔ خواجہ مؤید نے فرمایا کہ اچھا ہوگا۔ خواجہؒ نے انہیں بلانے کے لئے اشارہ فرمایا۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو خواجہ مؤید نے اس درویش کے ساتھ مسائل طریقت کے بارے میں بحث چھیڑ دی۔ ہر چند کہ درویش نے آپؒ سے استفادہ کرنے کی التماس کی آپؒ نے کوئی بات نہیں فرمائی۔ جب ان کے درمیان یہ بحث نازک اور سخت موڑ پر پہنچ گئی تو وہ درویش اس مکان سے باہر آیا اور پرندے کیطرح اڑ کر ایک اونچے مقام پر بیٹھ گیا۔ آپؒ اس کے اس عمل پر متبسم ہوئے اور فرمایا آسان ہوگا۔ نماز عصر کے وقت وہ درویش آپؒ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کام تھا جو آپؒ نے کیا اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ہاں ایسے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر ان پر لائے ہوئے احوال میں سے کچھ بھی اہلِ جہان پر ظاہر کریں تو ان کے احوال تبدیل ہو جائینگے۔ اس درویش نے کہا کہ میں بر و بحر میں 45 سال سے پھر رہا ہوں مجھے کوئی ایسا بندۂ خدا نہیں ملا جسمیں یہ کمال موجود ہو۔ دس بار حج کے موقع پر روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دے چکا ہوں۔ یہ کمال میں نے نہیں پایا۔ آپؒ نے فرمایا اگر آپ تھوڑی دیر کیلئے تسلیم کریں تو آپ کو یقین ہو

جائیگا کہ اس قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں یا نہیں۔ فرمایا قریب بیٹھ جاؤ۔ اپنی انگشت شہادت اس کے گھٹنے پر رکھی۔ اسکی حالت غیر ہو گئی اور رنگ بھی تبدیل ہو گیا۔ اور سانس بھی رک گئی۔ کافی دیر اسی حالت میں پڑا رہا۔ آپؒ نے اپنی انگشت شہادت اسکی پیشانی پر رکھی۔ وہ آنکھیں کھول کر حرکت کرنے لگا۔ کافی منت سماجت کر کے کہنے لگا میں نے اچھا نہیں کیا، برا کیا۔ آپکے کمال کو نہ جان کر یہ باتیں مجھ سے صادر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ لوگوں سے آپکی خدمت کرائے۔ چنانچہ اس نے آپ کے دامن مبارک کو مضبوطی تھام لیا اور التماس کی کہ اللہ کی خاطر مجھے میرا وہ مقصود دے دیں۔ میں عرصہ دراز سے جسکی جستجو کر رہا ہوں۔ سو آج میں نے پا لیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں دس بار حج کی سعادت حاصل کی ہے اسکا کوئی حساب نہیں۔ ''وہ عمر شمار نہیں کی جا سکتی جو بغیر دوست کے گزرے''۔ خواجہؒ نے فرمایا، آپ کو ہرات جانا چاہیے۔ اس نے اس ہدایت پر عمل کیا اس کے بعد معلوم ہوا کہ ہر مقام پر اس نے آپ کی کرامت بیان کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہاں رہنے میں خیر نہیں۔ جلدی سے عزم حج کر کے روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ ہمارے خواجہؒ عید قربان کے دن عید گاہ سے باہر نکلے۔ بہت سے لوگ آپؒ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور سید امیر کلالؒ کے فرزند امیر برہان بھی آپ کے پیچھے جا رہے تھے جو کہ آپؒ کی نظر کی برکت سے عالم معنیٰ سے کافی بہرور ہو گئے تھے۔ جب انہوںؒ نے آپؒ کی طرف لوگوں کی یہ توجہ دیکھی تو خود چپکے سے کہا۔ حضرت خواجہؒ کے اوائل احوال اور کرامات کتنے اچھے تھے۔ اس وقت یہ لوگ آپؒ کو پریشان کر رہے ہیں۔ میں امیر برہان کے قریب تھا۔ آپ آگے آگے جا رہے تھے۔ جب اس نے یہ بات کہی تو آپ ٹھہر گئے۔ برہان کے پہنچنے پر اسکا گریبان آپؒ نے پکڑ لیا اور اسکو تھوڑی حرکت دیدی۔ بزرگی کی صفت نے اسمیں تصرف کیا، کھڑا رہنے کی اس میں تاب نہ تھی۔ آپ نے اسے تھامے رکھا۔ کچھ دیر اسی حالت میں رہا۔ جب اپنی اصلی حالت پر آ گیا تو اسے کہا، بتاؤ کہ اس زمانے کے احوال اور کاروبار اب ہے کہ نہیں؟ امیر برہان نے بڑی عذر خواہی کی اور اپنی بات سے توبہ کی اور کہا کہ پہلے سے اب کے احوال اور کاروبار زیادہ ہے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ آپؒ ایک عزیز درویش کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جا رہے تھے۔ مطلوب درویش قرشی سے بخارا آ کر یہاں مقیم ہوا تھا۔ اسمیں ایک درویش نے آپؒ کا ساتھ دیا جو پہلوان محمود بکیار کے تابعداروں میں سے تھا۔ فتح آباد پہنچ کر جب آپ نے اس عزیز درویش سے ملاقات کی تو کچھ دیر کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ خواجہؒ عالم باطن کے متعلق مجھ پر مہربانی فرما رہے ہیں۔ اسی دوران پہلوان محمودؒ کے اسی درویش نے اپنے جوتے سے روپیہ/ درم باہر نکالا اور نیازمندی کے طور پر عزیز درویش کو پیش کیا۔ لیکن عزیز درویش نے اس پر یوں گرفت کی کہ آپ نے دینوی حیثیت کو ملحوظ رکھا اور دوسرے نکتے پر غور نہیں کیا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک کندہ ہے۔ اس کی بے ادبی کا خیال نہیں کیا۔ اسکے بعد اس عزیز درویش نے میری طرف دیکھا تا کہ مجھے بھی تشویش لاحق ہو۔ آپؒ کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپؒ کے اس درویش کا کیا نام ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ اسکا نام امیر حسین ہے جو کہ میرا ساتھی تھا۔ اسی عزیز درویش نے اٹھ کر مجھے گلے لگایا اور بہت مہربانی سے پیش آیا۔ کافی عذر خواہی کی اور اس صفت قبض مکمل طور پر کھل گئی اور باتیں کرنے لگا۔

ایک شخص نے آ کر سلام کیا اور ایک دینار آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی کہ ایک گدھا غائب ہے۔ لوگوں نے آپ کے متعلق مجھے کہا ہے (کہ آپ اس کا کوئی حل نکال لیں گے) اس عزیز نے کہا کہ یہ معاملہ خواجہؒ کے پاس لے جاؤ۔ اسکے بعد خواجہؒ کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے اور گدھے کے مالک کو فرمایا کہ فتح آباد کے قبلہ کی طرف فلاں مقام پر تمہارا گدھا موجود ہے۔ اس پر عمل کر کے اس نے اپنا گدھا پالیا اور واپس آ کر سارے حاضرین اس واقعہ پر تعجب کرنے لگے۔

ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ اسی ہار کے بعد وہ عزیز درویش اپنے دوسرے درویشوں اور تابعداروں کے ساتھ باہر آئے۔ ہمارے حضرت خواجہؒ مکان میں تشریف فرما رہے۔ اس عزیز کے باقی درویش بھی آپؒ ہی کی خدمت میں رہے۔ ان میں سے ایک نے چاہا کہ باطن میں آپؒ کے کسی درویش کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ اس درویش نے حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کی۔ آپؒ میں صفتِ جلال کے آثار پیدا ہو

گئے۔ اس درویش کی طرف آپؒ نے نظر کی۔ اسکی حالت متغیر ہو گئی اور فوراً بید مشک (پشتو میں خرولہ) درخت کیطرح ہلنے لگا۔ اسکی شکل اور رنگ بھی بگڑ گیا۔ اس حال سے عزیز کو بھی مطلع کر دیا گیا۔ جلدی سے وہاں آیا، آپؒ کے درویشوں سے اسکے حال کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ صاحب حادثہ سے پوچھ لیں۔ اس سے پوچھنے پر اس نے فرمایا کہ میں نے اسی طرح کی بے ادبی کی ہے۔ وہ عزیز آپؒ کو کہنے لگے کہ اس نے برا کیا ہے۔ بے خبری کے باعث اس نے ایسا کیا ہے۔ اسے معاف فرمائیں، کسی شاخ اور ٹہنی کی تکلیف سے پورا درخت بھی متاثر ہوتا ہے۔ آپؒ نے عزیز کی معذرت خواہی کی وجہ سے اسے معاف فرمایا۔ یوں وہ اصلی حالت پر آ گیا۔ اس مکان میں موجود اس سے متعجب بھی ہوئے اور خوش بھی۔

اسی درویش نے نقل کیا کہ حضرت خواجہؒ اس عزیز کے ساتھ پانی کی اس ندی کے کنارے پر تشریف فرما تھے جو مزار شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے بالمقابل بہہ رہی تھی۔ اسی گروہ کے احوال کے بارے میں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔ اس دوران مچھلی کا وہ قصہ بھی زیرِ بحث آیا جو شیخ سیف الدینؒ اور شیخ حسن بلغاریؒ کے درمیان ہوا تھا۔ اس عزیز نے کہا، اولیائے کرام اس قسم کے تصرفات کر سکتے ہیں۔ اس زمانے میں کون اس قسم کے تصرفات کر سکتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا، کہ ایسے اولیاء بھی ہیں کہ اس ندی کو اشارہ کرنے سے اس کا پانی اوپر کو چلا جائیگا اور فی الحال جاری بھی ہو جائیگا۔ آپؒ نے یہ بات کی تھی کہ ندی کا پانی اوپر کی طرف جانے لگا۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا، اسکے بعد پانی اپنی ڈگر پر چلنے اور بہنے لگا۔ بہت سے لوگوں نے یہ منظر دیکھا اور خواجہؒ کی کامل ولایت کا اعتراف کرنے لگے۔

منقول ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ قصر عارفاں کی مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے اور ہر طرف سے درویش حضرات آئے ہوئے تھے۔ کافی رش تھا، تاشکن کی طرف سے بھی ایک درویش حضرت خواجہؒ کے قدم مبارک کی دریافت پر یہاں آیا۔ آپؒ نے اسکی طرف کوئی التفات نہ فرمایا اور فرمایا تیری وجہ سے ماخان کے لوگوں کو اذیت پہنچی ہے اور تم میری اجازت کے بغیر وہاں سے بخارا آیا۔ اسے ہیبت کی نگاہ

سے دیکھا کہ اسکا حال تبدیل ہوگیا۔ بیہوش ہوگیا کہ اس عالم میں سانس بھی نہیں لے سکتا تھا۔ کچھ دیر تک اسکی یہی حالت رہی۔ آپؒ کے خوف سے اسکے بارے میں کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ ایسے وقت میں ایک درویش نے التجا کرنے کا ارادہ کیا۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ تم مجھ سے زیادہ مشفق نہیں ہو۔ خاموش رہو۔ یہ حالت کافی دیر رہی کہ آش (پشتو میں پیتی) پکا کر درویش کھا گئے وہ تاتکنی درویش اسی حال میں پڑا رہا۔ آخر کار درویش حضرات خواجہؒ کے والدؒ کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ کے سوا اور کوئی اس درویش کی سفارش نہیں کرسکتا۔ انہوں نے بھی فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں۔ ڈرتے ہوئے آپ کے پاس گئے اور کہا درویشوں کے دل اس گناہگار کیلئے خفا ہیں۔ خواجہؒ نے فرمایا جب تک یہ ماخان کو نہ جائے۔ ان لوگوں کے بارے میں منت سماجت نہ کرے تاکہ ان لوگوں کا نقصان دفع ہو جائے تو یہ ہمارے پاس نہ آئے۔ آپؒ نے اپنے قدم سے اسے چھو کر فرمایا کہ اٹھ جا، وہ فوراً خود میں آ گیا موجود تمام درویش بڑے حیران ہوئے جنہوں نے پہلے اس قسم کا حال نہیں دیکھا تھا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ قصرِ عارفاں میں سیر کر رہے تھے۔ میں بھی آپؒ کی خدمت میں تھا۔ وہاں پر قریب ہی ایک قصائی عمارتی لکڑی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے اپنے گھر لیجا رہا تھا۔ اس نے آپؒ سے امداد طلب کی۔ یہاں سے قصاب کے گھر تک کچھ مسافت تھی۔ آپؒ نے اس لکڑی کا ایک سرا اپنے کندھے پر اٹھانا چاہا۔ میری درخواست پر آپؒ نے میرے لئے چھوڑا لیکن بھاری ہونے کی وجہ سے آپؒ نے میری مدد فرمائی۔ آہستہ سے مجھے بتایا مسکین قصائی اس لکڑی سے اچھی عمارت تعمیر کریگا۔ نہ اسے گھر کی ضرورت رہے گی اور نہ روزگار کی۔ دوسرے دن میں نے اس قصائی کو دیکھا جو پاگل ہو گیا تھا اور اپنے کپڑوں کو پھاڑتا ہوا بیابان میں بدحال پھر رہا تھا۔ کچھ عرصہ ایسے ہی رہا اس کے بعد لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگیا۔

اسی درویش سے منقول ہے کہ ایک دن آپؒ ایک باغ میں تھے جہاں اب آپؒ کا مزار بھی ہے۔ اس وقت شیخ شادی آپؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ اس پاگل

قصائی نے آ کر آپؒ کو سلام کیا اور سکون و وقار کے ساتھ نیا زمندی کے انداز میں کھڑا ہوا۔ آپؒ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے لگا اور کہا کہ آپؒ کی برکت سے میں نے سارے تعلقات سے نجات پائی۔ آپؒ اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ نماز عصر کے بعد حاضر ہو جانا۔ یہاں اس قصائی اور شیخ شادی کے درمیان کوئی بات چھڑ گئی اور دونوں گرم ہو گئے۔ وہی قصائی کچھ راستے پر پرندے کی طرح اڑ کر ایک دیوار پر بیٹھ گیا۔ میں نے آپؒ کی بات اس قصائی تک پہنچائی جو کہ فرمایا تھا کہ عصر کی اذان کے بعد ہمارے ہاں حاضر ہو جانا۔ اس نے کہا کہ آپؒ کا اشارہ فرض نماز کی ادائیگی کا تھا۔ دیوار سے اتر کر نماز عصر ادا کی۔ جب ہم آپؒ کے مکان کیطرف روانہ ہوئے تو چند قدم ہمارے آگے تشریف لائے اور فرمایا۔ امیر حسین کیا ہوا ہے؟ جلدی بول، میں نے ابتدا سے انتہا تک آپؒ کی خدمت میں قصہ بیان کیا۔ خواجہ نے شیخ شادی کی طرف غصہ سے دیکھا۔ اسکی حالت عجیب ہوئی وہ گر پڑا اور اس میں مکمل تبدیلیاں رونما ہو گئیں۔ وہ قصائی ان احوال کے دیکھنے سے بہت حیران ہوا۔ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں منت سماجت کے ساتھ کہا یہ کیا واقعہ ہے؟ خواجہؒ نے فرمایا یہ آپ کی وجہ سے ہوا۔ یہ آپ پر منحصر ہے کہ اسے ٹھیک کریں۔ قصائی نے کہا، میں نے کیا کیا؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس نے آپ کے ساتھ بحث کی جس کے باعث آپ دل شکستہ ہوئے۔ اس لئے اسکا یہ حال ہوا ہے۔ جب تک آپ اس سے راضی نہ ہونگے وہ اپنی اصلی حال پر نہیں آ سکتا۔ قصائی نے کہا، میں اس سے راضی ہوا۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ اس کا سر زمین سے اٹھالے، قصائی نے تعمیل کی۔ شیخ شادی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور حرکت میں آنے لگا۔ اس قصائی درویش نے عاجزی کے ساتھ شیخ شادی کو معاف کرنے کی درخواست کی۔ آپؒ کی نظرِ عالی سے قصائی درویش کی حالت بلند ہوئی اور حقیقی دوست (ولی) بن گئے۔

ہمارے حضرت خواجہؒ کے ایک درویش سے منقول ہے کہ آپؒ سے میری وابستگی ہونے اور آپکا دامن پکڑنے سے قبل بھی میں آپؒ سے کافی عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ اسی عرصے میں میں نے شہر بخارا کے بزرگوں اور علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کیا

اور اپنے وطن جانے کا قصد کیا۔ مجھے ایک ملاقات میں حضرت خواجہؒ سے شرف زیارت نصیب ہوا۔ بہت عاجزی اور نیازمندی ظاہر کی۔ 'فرمایا' اس وقت آپ کیا ارادہ کر کے میرے پاس آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ آپؒ کی خدمت کی غرض سے کہ پسند کرتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا اسکی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اسلئے کہ آپؒ ایک مقبول خلق بزرگ ہیں۔ آپؒ نے فرمایا اس سے بہتر دلیل ہونی چاہیے۔ یہ شیطانی حرکت بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا، صحیح حدیث میں وارد ہو چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست رکھتا ہے تو اس کی دوستی لوگوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے۔ خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ ہم عزیزانؒ کے مرید ہیں۔ آپؒ کی اس بات سے میری حالت دگرگوں ہو گئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس ملاقات سے ایک ماہ قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کہا گیا کہ عزیزانؒ کے مرید ہو جاؤ۔ لیکن میں بھول گیا تھا۔ خواجہؒ کے یہ بات فرمانے سے مجھے وہ بات یاد آ گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت خواجہؒ سے التجا کی کہ میری طرف توجہ فرماتے رہیے۔ آپؒ نے فرمایا، حضرت عزیزانؒ سے ایک نیاز مند نے اسی قسم کی التجا کی تو آپؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں اور کسی کیلئے گنجائش نہیں ہے۔ تم ایسی چیز ہمارے پاس چھوڑ دو کہ اسکے دیکھنے سے تم مجھے یاد آ سکو۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم ہمارے پاس کوئی چیز نہیں چھوڑ سکتے؟ اپنی ٹوپی مبارک مجھے دیدی اور اسے اپنے پاس رکھنے کی ہدایت فرمادی کہ یہ ٹوپی میری ایک گونہ یادگار ہے اسے دیکھنے سے جب میں تمہیں یاد آ جاؤں راحت پاؤ گے۔ اور فرمایا خبردار! مولانا تاج الدین دشت کولکیؒ کو پالو جبکہ آپؒ ولی اللہ ہیں۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ مجھے بلخ جانا ہے۔ اسی راستے سے اپنے وطن کی طرف جاؤنگا۔ بلخ کہاں اور دشت کولک کہاں؟۔ بخارا سے باہر آیا تو اچانک مجھے ایک ضرورت پیش آئی جسکی وجہ سے مجھے بلخ سے دشت کولک جانا پڑا۔ چنانچہ دس ماہ گزرنے کے بعد مجھے حضرت خواجہؒ کا اشارہ یاد آیا۔ مجھے بہت تعجب ہوا اور مولانا تاج الدین کی صحبت کی غرض سے دوڑ پڑا۔ اس وجہ سے حضرت خواجہؒ کے ساتھ میری محبت میں اضافہ ہوا بعد ازاں کسی وجہ سے مجھے بخارا جانا پڑا۔ وہاں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں، میں نے حاضری دی۔ میں نے ارادت کا اظہار اور زیادہ عرصے تک آپؒ

کی صحبت اختیار کرنے کا عزم کیا۔ جب مجھے داعیہ پیدا ہوا تو اس پر عمل کرنے سے قبل میں نے قرآن کریم سے فال لینا چاہی۔ قرآن کریم کھولتے ہی یہ آیت نکل آئی۔ ترجمہ ''ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل ہوئی لہذا تم بھی ان کی ہدایت پر چلو'' لہذا میرا یہ داعیہ عزم میں تبدیل ہو گیا۔ آپؒ کی خدمت میں جانے سے قبل راستے میں بیٹھا ہوا مجھے ایک مجذوب ملا جو اپنے سامنے کئی خطوط (لکیریں) کھینچے ہوا تھا اور میں اس کا معتقد بھی تھا۔ میں نے ان سے عرض کی کہ ''جاؤں''۔ اس نے کہا کہ ''جا'' میں نے اس خیال سے لکیریں گننے کا ارادہ کیا کہ اسکے طاق ہونے کی صورت میں داعیہ کو عملی جامہ پہناؤنگا ورنہ جفت ہونے کی صورت میں اس پر عمل نہ کرونگا۔ خواجہؒ کی خدمت میں گیا آپؒ نے اس صحبت میں پہلے یہ ارشاد فرمایا۔ ''علم دو قسم کا ہے ایک زبانی علم جو انسان پر حجت بنتا ہے اور دوسرا باطنی علم نفی (غیر) کرنے والا یا نافع (فائدہ پہنچانے والا) ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا علم ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ان بزرگوں کے ساتھ بیٹھنا صدقِ دل اور عزم و ہمت کے ساتھ ہونا چاہیے چنانچہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ ''اہل صدق کے ساتھ صدق کے ساتھ بیٹھنا اسلئے چاہیے کہ وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ تمہارے دلوں کے اندر جاتے ہیں اور تمہاری ہمتوں سے نکلتے ہیں''۔ اس کے بعد فرمایا'' آج رات ہم ارواح عزیزان کا انتظار کرتے ہیں کہ وہ قبولیت فرماتے ہیں یا رد کرنا چاہتے ہیں؟ اسی کے مطابق ہم نے عمل کرنا ہے جبکہ ہم مامور ہیں اور مامور معذور ہوتا ہے۔ جب یہ رات گزر گئی تو فجر کی نماز فرض ادا کرنے کے بعد خلوت میں فرمایا'' تجھے مبارک ہو تجھے قبول کر لیا'' اور انہوںؒ نے فرمایا کہ ہم کسی کو یا تو قبول ہی نہیں کرتے یا اگر کرتے ہیں تو دیر سے۔ ہم شخصیات اور اوقات کے مناسب کام کرتے ہیں'' اسکے بعد اپنے مشائخ کا سلسلہ بیان فرمایا اور اسے حضرت شیخ یوسف صمدانی تک پہنچایا اور فرمایا ''ایک روز حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ اپنے استاد صاحبؒ سے تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت ''تم اپنے رب کو عاجزی کے ساتھ چپکے سے یاد کیا کرو جبکہ وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' پر پہنچے تو انہوںؒ نے اپنے استاد سے پوچھا کہ اپنے رب کو چپکے سے یاد کرنے کا مطلب کیا ہے؟

اگر زبان سے پڑھے یا کسی عضو یا اعضاء کو حرکت دیکر چپکے سے پڑھے تو دوسرے لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں اور اگر صرف دل میں دل سے پڑھے تو شیطان اس سے واقف ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ''شیطان انسانی رگوں میں خون کی طرح پھرتا رہتا ہے'' (یعنی دونوں صورتوں میں خفیہ نہیں رہتا پھر خفیہ پڑھنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے؟ استادؒ نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے، اگر اللہ نے چاہا تو کوئی اہل اللہ اسے بتانے کیلئے آپ کے پاس پہنچ جائیگا۔۔ حضرت خواجہ عبدالخالقؒ متوجہ ہوئے تا آنکہ اہل اللہ میں سے ایک شخص آپؒ کے پاس پہنچ گئے اور آپؒ کو وقوف عددی تلقین فرمایا۔ ہمارے خواجہؒ نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے طاق عدد کی رعایت کرو یہ اس دلیل کی طرف اشارہ ہے جو میں نے اپنے داعیہ کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے استعمال کیا تھا۔ اس سے آپ کے ساتھ میری محبت اور عقیدت میں بہت اضافہ ہوا۔

اسی دانشمند سے منقول ہے کہ جب حضرت خواجہؒ نے مجھے وقوف عددی میں مصروف کیا تو میں نے ایک واقعہ میں یوں دیکھا کہ کافی گہرے صاف پانی میں گر گیا ہوں۔ تعبیر پوچھنے کی خاطر حضرت خواجہؒ کے پاس پہنچا تو آپؒ نے فرمایا کہ آپکی عبادت قبول ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ تمہارا دل ذکر کی وجہ سے زندہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسی خانوادے کا کلام ہے:۔

''دل مچھلی اور ذکر (الٰہی) پانی کی مانند ہے۔ وھاب ہی کے ذکر پر دل کی زندگی موقوف ہے''۔

شیخ نجم الدینؒ کی کتاب ''مرصاد العبادؔ'' میں تحریر ہے کہ ایک دن ایک درویش حضرت یوسف ہمدانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اس وقت میں شیخ احمد غزالیؒ کی خدمت میں تھا جو کہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کچھ دیر کیلئے اس پر غیبت کا حال وارد ہوا۔ اسکے بعد فرمایا کہ اس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور میرے منہ میں لقمہ دے گئے۔ شیخ یوسف صمدانیؒ نے اسی طرح فرمایا ''یہ ایسے خیالات ہیں جس سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے''۔

اسی دانشمند سے منقول ہے، وہ فرماتا ہے کہ ایک رات میں ایسا پریشان حال

ہوا کہ میں نے اپنا ذوق وغیرہ کچھ نہ پایا۔ صبح کے وقت میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے فرمایا ایک دن ایک درویش کی صحبت میں، میں گیا تھا۔ کچھ دیر بعد پہلوان محمودؒ کے تابعداروں میں سے ایک صاحب وہاں آئے اور اپنے جوتے کے اندر سے ایک درہم (روپیہ) نکال کر اس درویش کی خدمت میں پیش کیا۔ اس درویش نے فرمایا، دنیا کے ایک ذلیل نکتے کا خیال تم نے رکھا اور یہ نکتہ نہیں دیکھا کہ اللہ اور رسولؐ کے اسمائے مبارکہ درم (روپے) پر لکھے ہوتے ہیں۔ اس دانشمند نے کہا کہ حضرت خواجہؒ کے اس فرمان سے میں دل آزردہ ہوا۔ گھر پہنچنے پر میں نے تحقیق کی، میرے قدم کے نیچے چند پتے موجود تھے۔ میں سمجھ گیا کہ گزشتہ رات میں انہی اوراق کے باعث پریشان حال رہا۔

منقول ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ نے ایک روز رومال اپنے کندھے پہ ڈال لیا۔ میں دل میں سمجھا کہ یہ خوش طبع حضرات کا طریقہ ہے، فوراً خواجہؒ دوسروں کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فلاں شخص نے دوسرے کے ساتھ جھگڑا کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا آپس میں تصفیہ کراؤں اور یہ رومال اسے دے دونگا لیکن یہ میں نے اپنے خیال سے نہیں کیا۔

اس نے نقل کیا ہے کہ ایک روز میں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ بحث چھیڑ دی اور کچھ دیر بعد پھر میں نے اسکے ساتھ تصفیہ کیا۔ جب میں اپنے خواجہؒ کے پاس پہنچا تو آپؒ نے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا چاہیے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آپؒ کا اشارہ فلاں کی طرف ہے۔ اسی وقت آپؒ نے فرمایا:.......... کو اپنی طرف کھینچنا چاہیے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ تھوڑا سا جھگڑا تھا جسکا تصفیہ ہم نے جلدی سے کرایا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا حتی الوسع لحاظ رکھنا چاہیے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ نہیں سنا کہ آپؐ نے لونڈی کے سر کے بال خود اپنے دست مبارک سے تھام کر اسے اپنے سر پر نہانے کی خاطر پانی انڈیلنے میں مدد دی؟ یہ سب کچھ خواتین کی دلداری کی خاطر ہے۔

نقل کیا ہے کہ ایک دن میں نے اپنے خواجہؒ کے ایک درویش سے سنا کہ

جب حضرت خواجہؒ نسفؔ تشریف لے جاتے ہیں تو وعظ فرماتے ہیں۔ بطریق وعظ خاص میرے دل میں گزرا کہ کیا اچھا ہوتا اگر میں نسفؔ میں ہوتا تو آپؒ کے وعظ کو سن لیتا۔ اس کے چند روز بعد جب حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے قصرِ عارفاں پہنچنے پر میں نے اس باغ کے دروازے پر اندر جانے میں کچھ توقف کیا جس میں آپؒ موجود تھے تو آپؒ نے باہر آ کر اس فقیر کی طرف التفات فرمایا۔ اسکے بعد خطاب فرمایا جسمیں آپؒ نے یہ حدیث روایت فرمائی کہ ''صبر کرنے والے فقیر حضرات قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہمنشینوں میں ہونگے'' اور فرمایا کہ شیخ احمد جامیؒ نے فرمایا ہے ''فقر کی دو قسمیں ہیں۔ فقر اختیاری اور فقر اضطراری۔ ان میں فقرِ اضطراری، فقرِ اختیاری سے اس لئے بہتر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار پر ہے۔ بندہ کے اختیار پر مبنی نہیں اور اسی وعظ میں فقر اور صبر سے متعلق خطاب کا اس فقیر کے ساتھ وعدہ فرمایا۔

ایک روز حضرت خواجہؒ کی خدمت میں، میں حاضر ہوا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپؒ کی نظر کی برکت سے حاصل شدہ نسبت اور صفت میں سے ہم میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ میرے دل میں یہ آیا کہ یہ حضرت خواجہؒ نے ہم سے واپس لے لیا ہے۔ اسی دوران آپؒ نے ایک درویش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہمارا دیا ہوا سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ البتہ اس کتے کا شکار کھانا حرام ہے جو سدھایا ہوا نہ ہو۔

ایک بار حضرت خواجہؒ مجھ سے خفا ہوئے جس کی وجہ سے میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں، دو ہفتے تک نہ جا سکا۔ اس عرصے میں، میں کافی غمزدہ اور قبض میں تھا۔ بمطابق آیت شریف مجھ پر فراخ زمین تنگ ہو چکی تھی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں لوٹ کر آیا۔ کئی مشائخ اور ایک ایسے درویش کی روح کو میں نے سفارشی بنایا جو ابھی ابھی فوت ہوا تھا۔ لہذا میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپؒ کی خدمت میں پہنچ کر میں نے آپؒ کو سلام کیا۔ بڑے پیار سے آپؒ ملے، اور ایک درویش کو مخاطب کر کے فرمایا ''ہم تم سے خفا تھے، اور تم کو اپنے دل سے نکال دیا تھا لیکن جب تم نے بزرگانِ دین اور تازہ فوت

شدہ بدعتی درویش کی روح کو سفارشی بنایا۔تو ہم نے تمہیں معاف کر دیا۔ اس کے بعد دانشمند نے کہا کہ آپؒ سنت رسول کے پکے عامل ۔ اسلئے تو مجھے اس تازہ فوت شدہ درویش کے بدعتی ہونے سے آگاہ فرمایا اور آپؒ نے شفقت اور تربیت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی۔

نقل کیا ہے کہ جن دنوں دشت قبچاق کی طرف سے ایک بڑی فوج بخارا آئی اور یہاں کا محاصرہ کیاتو اس عرصے میں نہت سے لوگ مر گئے۔ چوپایوں اور دیگر نقصانات کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ ہمارے خواجہؒ کے ایک عقیدتمند درویش کا ایک کمزور اور دبلا بیل بے بسی کے عالم میں پڑا رہا۔ایک دن حضرت خواجہؒ اس مقام سے گزرے تو اس فقیر کو بیل کی تربیت اور نگہداشت کی ہدایت فرمائی۔ اس درویش نے کہا: کب تک اسکی نگہداشت کروں، میں نہیں جانتا کہ یہ بلا اور مصیبت کب دفع ہوگی؟۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ''مزید دس دن تک اسکی نگہداشت کرو''۔ وہ دانشمند کہتے ہیں، میں نے گن کر دس روز تک اس بیل کی نگہداشت کی تو حضرت خواجہؒ کے فرمان کی برکت سے دسویں روز اہل بخارا سے وہ مصیبت ٹل گئی اور اہل اسلام نے اس بیچارگی سے نجات پائی۔

منقول ہے کہ اس پریشانی اور فتنہ کے زمانے میں بخارا کا جو حاکم دفاع اور دیگر متعلقہ امور کا منتظم تھا اس نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں ایک روز اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم کلی طور پر دفاع وغیرہ کے انتظام کرنے سے عاجز آگئے ہیں۔ لہذا آپؒ ہماری دستگیری کی خاطر دعا فرمائیں تا کہ ہم اہل اسلام ان ظالموں کے شر سے رہائی پاسکیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہم بھی آج رات باگ ڈور اپنے منہ میں ڈال دینگے اور اللہ تعالیٰ سے نجات کی دعا کرینگے۔ صبح کے وقت حضرت خواجہؒ نے یہ خوشخبری سنائی کہ چھ دنوں میں یہ مصیبت ٹل جائیگی۔ جب یہ خوشخبری اس حاکم کو بھی پہنچائی گئی تو بخارا کے لوگ خوش ہوئے اور ویسا ہی ہوا کہ ان ظالموں نے گھیرا اٹھایا اور تیزی کے ساتھ بخارا سے چلے گئے اور بخارا کے مسلمانوں نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ اس بیچارگی کی حالت میں ایک دن حضرت خواجہؒ نے بخارا کے لوگوں کو فرمایا کہ میری رہگزر کو خلاف نہ رکھو کیونکہ میرے قدم بے

نماز (ناپاک) ہو جاتے ہیں اور یہ اسلئے کہ میں دعا کروں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اس مصیبت سے نجات دلائے۔ اسی روز رات کے وقت فرمایا کہ آج وہ رات ہے کہ ہم اپنی گردن میں طوق ڈالکر اللہ تعالیٰ سے درخواست کرینگے۔ صبح کے وقت وہ ظالم گھیرا اٹھا کر تیزی کے ساتھ بخارا سے چلے گئے اور اہل بخارا نے نجات پائی۔

ایک درویش سے منقول ہے انہوں نے بتایا کہ حضرت خواجہؒ کی صحبت سے شرف باریابی پانے سے قبل میں حضرت سید امیر کلالؒ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ان کے وظیفہ ذکر بالجہر میں بھی گاہے گاہے میں شامل ہو جاتا۔ اس عرصے میں ایک خاتون سے میرے تعلقات قائم ہو گئے۔ میں پری خوانوں کا کردار ادا کرتا تھا۔ میں آنکھیں چھپا کر یہ کہتا کہ ارواح ایسا بولتی ہیں اور دیگر بے فائدہ باتیں کرتا۔ ایک دن ہمارے حضرت خواجہؒ جلدی سے اپنی منزل سے باہر نکلے اور سید امیر کلالؒ کے فرزند امیر برہان کے منزل (مکان) پر آ گئے۔ میں بھی حضرت خواجہؒ کے پیچھے اسلئے چلا گیا کہ آپؒ سے ذکر بالجہر میں شمولیت نہ کرنے کی وجہ پوچھ لوں۔ خواجہؒ نے امیر برہانؒ کے مکان پر پہنچتے ہی بات کا رخ میری طرف کر کے یوں فرمایا کہ اگر اس درویش عزیز سے تجھے شرم نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ سے بھی تمہیں شرم نہیں آتی جبکہ تم کہتے ہو کہ ارواح اس طرح کہتی ہیں۔ اسطرح کیوں نہیں کہتے کہ میں فلاں عورت پر عاشق ہوں اور اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپؒ کی ان باتوں سے میری حالت غیر ہو گئی۔ جلدی سے میں نے حضرت خواجہؒ کا دامن مبارک پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے وہ پا لیا جو میں ڈھونڈ رہا تھا۔ آپؒ نے ہاتھ مبارک میرے جسم پر رکھا تو میں بیخود ہو گیا۔ خود (ہوش) میں آنے کے بعد ہمیشہ کیلئے میں آپؒ کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب یہ قصہ سید امیر کلالؒ تک پہنچا۔ تو انہوںؒ نے آپؒ سے شکایت فرمائی کہ میرے فرزند امیر برہان اور نیک بخت درویش کو اپنے درویشوں میں شامل کیا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے یہ شکایت پہنچتے ہی مجھے اور امیر برہان کو اپنی صحبت سے راندہ کر دیا۔ نعوذ باللہ، مجھ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے تمام اعمال سرزد ہونے لگے۔ اس حالت پر کافی عرصہ گزرنے کے بعد میری حضرت خواجہؒ سے ملاقات

ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا، اے بے سعادت! یہ کیا حالت ہے؟ ہم نے اللہ تعالیٰ سے تم کو آشنا کیا تھا۔ تم پھر گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے کہا کہ میری خرابی کا سبب آپؒ کو معلوم ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اول تا آخر کے تمام احوال سید امیرؒ کی خدمت میں بیان کرو، پھر بتاؤ کہ مجھے آشنا کرنے کے بعد آپ نے منع کیا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اسی وقت حضرت امیرؒ کی خدمت میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ امیرؒ نے فرمایا کہ جہاں تمہارا مقصد حاصل ہوتا ہے وہاں چلا جاؤ۔ فوراً حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے دوبارہ ہدایت کی سعادت حاصل کی۔

اسی درویش سے منقول ہے انہوں نے کہا: ''امیر برہان کی تربیت حضرت خواجہؒ فرماتے تھے، وہ مجھ سے پہلے تھے۔ جب ان سے میری ملاقات ہوتی تو میرے احوال باطنی کو غارت کر کے مجھے بالکل ننگا کر لیتے۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت خواجہؒ کو اپنے حالات سے آگاہ کر دوں۔ جب میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پہنچا۔ آپؒ نے فرمایا کہ شکایت کرنے آئے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب امیر برہان تم پر توجہ مرکوز کرلے تو تم کہو میں نہیں ہوں۔ آپؒ ہی ہیں۔ اس کے بعد جب میں ان کے پاس پہنچا اور انہوں نے مجھ پر توجہ مرکوز کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا ''میں نہیں ہوں آپؒ ہی ہیں'' (''آپؒ'' کا اشارہ حضرت خواجہؒ کی طرف تھا'') اس کی حالت غیر ہوگئی اور بیخود ہو گیا۔ اس کے بعد انہیں کبھی بھی مجھ میں تصرف کرنے کی توفیق نہیں ہو سکی۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ حضرت سید امیر کلالؒ کے ساتھ اپنی نسبت حضرت سید امیرؒ کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یوں بیان فرماتے تھے۔ جب بیضۂ بشریت سے طالب کی روحانیت کا پرندہ صاحب دولت کی تربیت کے ذریعہ باہر نکلے تو اس کے بعد اسی پرندے کی پرواز گاہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ آیت ''ہر ایک قبیلہ کو اپنے پینے کی جگہ معلوم ہے''۔

منقول ہے کہ حضرت سید امیر کلالؒ نے اپنی بیماری آخری ایام میں اپنے اصحاب کو حضرت خواجہؒ کی تابعداری کرنے کا اشارہ فرمایا۔ سید امیرؒ کے اصحاب

(ساتھیوں) نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت خواجہؒ نے جہری ذکر میں آپکی موافقت کیوں نہیں فرمائی۔ سید امیرؒ نے فرمایا کہ آپؒ کا عمل دوسروں کے عمل سے اچھا ہے۔ آپؒ کے تمام احوال یقیناً حکمت پر مبنی ہیں چنانچہ خلفائے خواجگانؒ نے فرمایا ''اگر تم کو وہ باہر لے آئیں تو نہ ڈرنا اگر تم خود باہر آؤ تو ڈرو''۔

''عشق ایک ہے مگر صورتیں اسکی مختلف ظاہر ہوتی ہیں۔ بھینگے لوگ ہی اسے دو چار سمجھتے ہیں''۔ صدیق اکبرؓ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتویں آسمان پر ہیں۔ اگرچہ بظاہر آپؓ غارِ (ثور) میں دکھائی دے رہے ہیں۔ اسی طرح صاحبِ مرصادؒ نے اپنی تفسیر بحرالحقائق میں آیت ''آپ کہہ دیجیے کہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے جو ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو''۔ میں طالبانِ صدق کے اسی حال کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جبکہ ''اللہ تعالیٰ ٹھیک بات کہتا ہے اور وہی سجھاتا ہے راہ''۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ نے مجھے کسی کام کے لئے کہیں بھیجا، گرمی کا موسم تھا۔ وہاں سے واپسی پر میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور درخت سے ٹیک لگا کر سو گیا۔ میں نے حضرت خواجہؒ کو خواب میں دیکھا کہ لاٹھی لئے ہوئے مجھے فرما رہے ہیں کہ ''یہ سونے کی جگہ ہے؟ اٹھ''۔ میں ہیبت کی وجہ سے اٹھا تو دیکھا کہ دو بھیڑیے میرے سرہانے کھڑے ہیں۔ اٹھتے ہی میں فوراً قصرِ عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں قریب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہؒ راستے میں کھڑے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا 'آیا' ایسی جگہ میں کوئی ٹیک لگاتا ہے؟۔

خلیفہ سید امیر کلالؒ مولانا عارفؒ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ اس موقع پر جب ہم حضرت خواجہ شیخ بہاؤالحقؒ کی عیادت کے لئے بخارا جا رہے تھے۔ راستے میں بخارا کے دوسرے درویش بھی تھے۔ اس اثناء میں ایک نے آپؒ کی نفی کی۔ ہم اسے منع کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ تم آپؒ کو نہیں جانتے ہو۔ اولیاء اللہ کی نسبت بدگمانی اور بے ادبی کرنا درست نہیں۔ لیکن اس نے یہ نفی جاری رکھی۔ اسی حال میں ایک زنبور نے آ کر اسے منہ پر کاٹا۔ جس کے باعث وہ بہت دردمند اور بے آرام ہوا۔

سارے درویشوں نے اسے کہا کہ گستاخی کی سزا تجھے ملی۔ وہ کافی رویا، توبہ اور انابت کی، اس سے حاضرین کی طبیعت بھی کھل گئی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کی موجودگی میں کئی درویش کباب بنا رہے تھے۔ کہ میں نے بے ادبی کر کے ایک چرائے ہوئے کباب سے کچھ کھا لیا۔ جب کباب حضرت خواجہؒ کے سامنے لائے گئے تو آپؒ نے سنتِ نبویؐ پر عمل پیرا ہو کر ہر ایک پکانے والے کو اپنی عادت کے مطابق ایک ایک لقمہ کباب میں سے دیدیا لیکن مجھے نہ دیا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے کیوں لقمہ نہ دیا؟ حضرت خواجہؒ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، چرایا ہوا کباب کھانا اور پھر ہمارے لقمے کی امید کرنا خلاف طریقہ ہے۔

ایک غدیوتی درویش سے منقول ہے کہ میرے دس فرزند فوت ہو چکے تھے۔ میں نے ایک دفعہ حضرت خواجہؒ سے التماس کی کہ میرا اب کوئی فرزند نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ایک فرزند عطا فرمائے جو زیادہ دیر تک زندہ رہے۔ آپؒ نے فرمایا دعا کرینگے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے نا امید نہیں۔ چنانچہ آپؒ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا فرمایا۔ چند روز کے بعد وہ بیمار ہوا میں آپؒ کی خدمت میں گیا۔ فرمایا جان کا بدلہ جان ہونا چاہیے۔ میں ایک برہ آپؒ کے پاس لے گیا۔ وہ فرزند صحتیاب ہوا اور اس نے دراز عمر پائی۔ جب میں نے اس درویش سے یہ قصہ سنا تو اسکی حیات میں وہ فرزند ابھی زندہ تھا حالانکہ اس کی پیدائش کے چند سال گزرے تھے۔ (فارسی میں ''فرزند'' بیٹے اور بیٹی دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (مترجم)۔

اسی درویش سے منقول ہے، کہ میں پھر حضرت خواجہؒ کے پاس گیا۔ میں نے آپؒ سے دعا کی درخواست کی آپؒ نے بیٹے کے بارے میں میری یہ درخواست منظور فرمائی۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا فرمایا۔ اس کی قمیض کی خاطر میں آپؒ کے پاس گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جا لیکن قمیض نہ بھیجی اور وہ لڑکا فوت ہو گیا۔ جب میں آپؒ کے پاس گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ آپ نے بیٹے کیلئے دعا مانگنے کی درخواست کی میری دعا اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی۔ تاہم امید ہے کہ درویشوں کی دعا

سے اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے عطا فرمائیگا۔ اس پر قناعت کرو ہو سکتا ہے کہ ان کی عمریں زیادہ ہوں چنانچہ آپؒ کی دعا کی برکت سے میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بیمار ہو گیا۔ میں آپؒ کے پاس گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ ہمارا بیٹا ہے۔ اسکی بیماری سے تمہارا کیا کام ہے جتنا بھی بیمار ہو جائے۔ صحتیاب ہو جائیگا۔ اس کے بعد میرا دوسرا بیٹا بھی پیدا ہوا۔ جس زمانے میں یہ ضعیف، غدیوت میں اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی یہ نشانیاں لکھ رہا تھا۔ وہی درویش اپنے ان دو بیٹوں کے ساتھ اس مجلس میں موجود تھا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مغرب اور عشاء کی نمازیں حضرت خواجہؒ نے ہمیں پڑھائیں۔ قبلہ رخ ہونے سے متعلق یوں فرمایا کہ محراب کے بائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے بلکہ اسکی پوری تاکید کی۔ نماز پڑھکر میرے دل میں یہ بات آئی کہ سارا دن کاشتکاری کے کام میں مصروف رہا ہوں جس کی وجہ سے تھکا ہوا ہوں۔ ان باتوں سے میرا کیا کام ہے؟ جب میں رات کو سویا۔ تو خواب میں حضرت خواجہؒ نے مجھے کعبے کا منظر یوں دکھایا کہ جب آدمی مسجد کی محراب کے بائیں جانب کھڑا ہو تو رخ سیدھا محراب رحمت کی طرف ہوگا۔ صبح کے وقت میں جب مسجد میں حاضر ہوا اور نماز فجر آپؒ کی امامت میں پڑھی تو آپؒ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا یہ درویش کافی عرصے سے ہماری صحبتوں میں شامل رہا ہے۔ جب میں نے کعبہ کے رخ کی سیدھ بتائی کہ وہ محراب کے بائیں جانب ہوتی ہے تو اس نے کہا ''میں تھکا ہوا ہوں'' یہ باتیں میرے کس کام آسکتی ہیں؟ سو رات کو مجھے مصروف ہونا پڑا۔ اسے کعبہ کا منظر دکھانا پڑا تب اس کو یقین ہوا کہ مسجد کی محراب کے بائیں جانب تکبیر تحریمہ کرتے وقت منہ کرنا چاہیے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ محمد حافظی بخاریؒ نے یوں فرمایا ''جو پرہیزگار زمانہ اور یادگار خاندان خواجگانؒ ہیں'' کہ میرے چچا مولانا حسام الدین یوسفؒ اپنے سفید مون والے باغ میں تھے۔ یہ حضرتؒ ہمارے حضرت خواجہؒ کی صحبت کے خاص باریافتگان میں سے تھے۔ یہ گرمی کا موسم تھا۔ ہوا سخت گرم تھی اور ہمارے حضرتؒ دوپہر کو بخاراؒ سے سفید مون آگئے۔ میرے چچا آپؒ کی تشریف آوری سے کافی خوش

ہوئے۔ اسی مجلس میں حضرت خواجہؒ نے حضرت یوسفؒ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ اس وقت میں اسی غرض سے آیا ہوں کہ مجھے اطلاع دی گئی کہ عنقریب، آپؒ (یوسفؒ) نے اس دنیائے فانی سے رحلت کرنا ہے اور فرمایا کہ آپ کے بعد یہ (اشارہ میری طرف فرمایا) آپ کے خلیفہ ہونگے اور یہ مکانات اور باغ آپ کے بھتیجوں (حضرت یحیٰی کے فرزندوں کو) منتقل ہو جائینگے۔ (حالانکہ اس وقت حضرت یحیٰی زندہ تھے) خواجہ یوسفؒ آپؒ کی اس بات سے خفاء ہوئے۔ ان میں غمزدگی کی نشانیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس غمزدگی کا کوئی فائدہ نہیں۔ خوش ہونا چاہیے۔ خواجہؒ میں صفتِ بسط پیدا ہوگئی، راد دارانہ انداز میں حضرت خواجہ یوسفؒ کے ساتھ کئی باتیں کیں۔ اچانک خواجہ یوسف میں تازگی کے آثار نظر آنے لگے اور تبسم فرمانے لگے اور یہ حکم ''مومن دونوں جہانوں میں زندہ ہوتا ہے''۔ دوسرے جہان کی حیات کو دیکھنے لگے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ میں اسی اطلاع کی خاطر جلدی سے یہاں آیا تھا اور اس وقت دوبارہ عازم بخارا ہو گئے۔ اس کے بعد تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ یہ واقعہ رونما ہوا کہ تغلبی شکل کی ایک جماعت اس وقت کے بادشاہ کے مقابلے میں آئی۔ عوام نے بھی ان کی حمایت کی جس سے عظیم فتنہ وفساد برپا ہوگیا۔ کافی نقصانات ہوئے یہاں تک کہ بخارا شہر کا بیشتر حصہ انہوں نے جلایا اور اسی دوران خواجہ یوسفؒ بھی شہید ہوگئے۔ اسی طرح آپؒ کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد میرے چچا خواجہ یحیٰیؒ بھی فوت ہوگئے لہذا سفید مون کا وہ باغ اور خواجہ یوسفؒ کے مکانات خواجہ یحیٰی کے فرزندوں کو منتقل ہوئے اور آپؒ کی ساری باتیں حقیقت کی شکل اختیار کر گئیں اور اس سے ہمارے یقین میں مزید اضافہ ہوا۔

منقول ہے کہ باغِ سفیدمون کے قبضہ کے بعد چند حکام، رئیس اور شہر بخارا کے لوگوں نے اتفاق کیا کہ اپنے زمانے کے بادشاہ کے خلاف بغاوت کریں۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے ایک وفد آپؒ کی خدمت میں بھیجا جس میں خواجہ یوسفؒ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا مطلب ظلم کو روکنا اور اہلِ اسلام کی حفاظت کرنا ہے اور کہا کہ ہم آپؒ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس کام میں آپؒ بھی ہمارے ساتھ

شریک ہوں۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ فقیر کیا کر سکتا ہے؟ لیکن وہ وفد پھر بھی اصرار کر رہا تھا لیکن آپؒ نے اس موقع پر تو عذر کا اظہار کیا لیکن بعد میں فرمایا کہ ان لوگوں کا اس کام میں کوئی اخلاص نہیں اور یہ ایک عظیم فتنہ ہے۔ یہ لوگ شہر کو جلانا چاہتے ہیں اور مجھ سے اسمیں امداد لینا چاہتے ہیں۔ اگر چہ بظاہر ہم ان کے موافق معلوم ہونگے لیکن ہمارا راز معلوم ہے۔ اس مجلس میں موجود لوگوں نے بتایا کہ خواجہ یوسفؒ کا وفد میں آنا آپؒ پر دشوار گزرا اور آپ کی پشینگوئی کے مطابق شہر بخارا کو جلایا گیا لوگوں اور شہر بخارا کے حالات بڑے بگڑ گئے۔

ایک درویش سے منقول ہے، اس نے کہا کہ میں قرشی میں ایک جماعت کے ساتھ خلوت میں رقص کرتا تھا۔ اپنا عمدہ کمر بند میں نے قوال کو دیدیا۔ اس کے بعد ایک ضروری کام کی خاطر اپنے گھر سے باہر آیا۔ اسی دوران میں حضرت خواجہؒ کش سے یہاں تشریف لائے قرشی میں سب سے پہلے میں نے آپؒ سے ملاقات کی میں نے آپؒ کو سلام کیا جس کا آپؒ نے مجھے جواب نہ دیا۔ جب آپؒ ہماری منزل پر پہنچے تو کسی کی طرف آپؒ نے نہ دیکھا اور خلوت میں مجھے فرمانے لگے ہر شفقت اور امداد اپنے رشتہ دار اور فقیر کے ساتھ کرنی چاہیے۔ اسمیں کمر بند کی طرف اشارہ تھا اور فرمایا کہ ہمارے طریقے میں جہری ذکر اور رقص نہیں ہے جب آپؒ نے مجھے یہ فرمایا تو میری حالت خراب ہوگئی اسکے بعد مجھے اپنی صحبت کا راستہ نہ دیا جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی اور یوں میں نے اپنی نسبت کا سر رشتہ پایا۔

ایک درویش سے منقول ہے میں قصرِ عارفاں کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا اور کبھی کبھی میں قصائی کا کام کرتا تھا۔ وہاں ایک عزیز بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کا مالک تھا۔ ایک دن حضرت خواجہؒ نے مجھے ایک دنبہ دیا تا کہ اس عزیز کے ریوڑ میں اسے چھوڑ آؤں۔ کچھ عرصہ بعد آپؒ نے فرمایا کہ میرے اس دنبے کو ذبح کر دینا میں نے اس کام میں تاخیر سے کام لیا۔ اگلے روز مجھے اور اس عزیز کو بلایا اور اسے مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ اسے رات کے احوال بتاؤ۔ عزیز نے کہا کہ میری چار سو بکریوں کے ریوڑ میں چور گھس کر آپؒ کے دنبے کو چرا کر لے گیا تھا۔ قصائی درویش نے کہا میں اسلئے شرمندہ

ہوں کہ آپؒ کی حکم کی تعمیل میں تقصیر کر چکا ہوں اور جلدی سے بڑی عاجزی کے ساتھ اس دنبے کی قیمت میں نے آپؒ کی خدمت میں پیش کی اور میں نے کہا کہ اس کا تاوان مجھ پر اس لئے ہے کہ گناہ میں نے کیا ہے۔ خواجہؒ نے فرمایا میں آپکا یہ عذر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں کیونکہ میں نے گذشتہ رات منت مانی ہے کہ یہ دنبہ تیرے نام ہی پر قربانی کرونگا اور اسکے عوض دس عدد دنبے مانگوں گا اسکے بعد ہم خواجہؒ کے فرمان کے انتظار میں تھے کہ اسی دن عصر کے وقت خواجہؒ کے درویش حضرات نسف کی طرف سے آ گئے اور دس دنبے آپؒ کی خدمت میں پیش کئے۔ اس واقعہ سے آپ سے میری محبت اور زیادہ ہوگئی اور وہ عزیز بھی آپؒ کا عقیدتمند بن گیا۔

اسی درویش سے منقول ہے کہ موسم سرما کی سخت ٹھنڈی رات میں مجھ پر غسل واجب ہوگیا اور کسی مشکل کے باعث غسل کرنے کی خاطر میں پانی گرم نہ کر سکا اور فجر کی نماز بھی مجھ سے قضا ہوگئی اس سے مجھے سخت پریشانی ہو رہی تھی۔ اسی دوران میں آپؒ ہمارے گھر پہنچ گئے۔ میں نے آپؒ کو سلام کیا مجھے نام سے پکار کر فرمایا کہ تم سخت پریشان ہو۔ آپ کے سخت رعب کی وجہ سے مجھ بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی جس سے میری زبان پر کوئی خلافِ حقیقت بات آ گئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم انکار کیوں کر رہے ہیں؟ تم پر غسل واجب ہو گیا ہے اور تم نے عظیم تقصیر کی ہے۔ فجر کی نماز تم سے فوت ہوگئی ہے اور اس وقت کہتے ہو کہ میں پریشان نہیں ہوں۔ میں بہت شرمندہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ آپ سے میری محبت اور یقین کا باعث بن گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ جس زمانے میں ہمارے حضرت خواجہؒ خراساں میں مقیم تھے ایک دن طوس سے مشہد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں آپؒ کو ایک سوار شخص ملا۔ وہ سواری سے اتر کر آپ کی خدمت کرنے لگا اور چند دینار آپؒ کی خدمت میں بڑی نیاز مندی سے پیش کئے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ ان دیناروں سے یار کی خوشبو آ رہی ہے۔ صورتِ حال واضح کرو۔ سوار نے کہا کہ تین ماہ کے عرصے سے میرے سات اونٹ گم ہو گئے ہیں آپؒ نے فرمایا دینار لے لو جب تمہارے اونٹ مل جائیں۔ میں یہ دینار لے لونگا۔ پھر فرمایا کہ جلدی اونٹ مل جائیگے۔ تھوڑے وقت

کے بعد اس سوار نے آ کر کہا کہ آپؒ کے فرمان کی برکت سے میرے اونٹ مل گئے۔ اور یوں وہ آپؒ کا عقیدتمند بن گیا۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہؒ غدیوت میں تھے۔ شیخ شادی انتہائی بسط وخوشی کی حالت میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ تمہاری خوشی کس وجہ سے ہے؟ عرض کی کہ آپ کی تشریف آوری کے باعث میں خوش ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس خوشی کا باعث کچھ اور ہے جو دوسرے عالم سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے ساتھ اسکا تعلق نہیں۔ آپؒ نے اس کے بعد شیخ شادی کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ حضرت خواجہؒ کے سامنے باہر نکلا تو آپؒ نے فرمایا کہ شیخ شادی کی یہ خوشی حق کی وجہ سے ہے راستے میں کچھ .... سونا پا کر اسکی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اس کے بعد جب شیخ شادی آ گئے تو آپؒ نے اس سے پوچھا کہ تم سے کونسا عمل صادر ہوا ہے؟ شیخ شادی نے عرض کی کہ میں آپؒ کی خدمت میں آ رہا تھا راستے میں، میں کچھ .... سونا پایا۔ میں نے دل میں کہا کہ لوگوں کی نظروں سے چھپاؤنگا لیکن میں نے استغفار کیا اور کہا کہ میرا اس سے کیا کام ہے؟ خیر اسی میں ہے کہ کسی صورت میں بھی اسکی طرف التفات نہ کروں۔ جب میں تین قدم آگے بڑھا تو بسط کی یہ صفت مجھ میں پیدا ہوگئی۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ جو بھی حق کو ناحق پر ترجیح دیتا ہے اس کے لئے سب سے کمتر خوش قسمتی یہی ہے۔

ایک درویش سے منقول ہے، اس نے کہا کہ میں سمرقند میں تھا۔ ہر آنے جانے والے سے میں آپ کی بزرگی، مقامات اور کرامات کے احوال سنتا تھا۔ مجھے بخارا جانے اور آپؒ کا دامن پکڑنے کا کافی اشتیاق پیدا ہوا۔ بخارا جاتے وقت میری والدہ نے مجھے چار دینار دیکر کہا کہ یہ تمہارے کام آئیں گے۔ کہتا ہے کہ جب میں بخارا پہنچا تو آپؒ کی صحبت میں شامل ہوگیا۔ پھر میں آپؒ کی خدمت میں پیش کرنے آیا۔ ان درویشوں نے میری طرف سے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض پیش کیا۔ خواجہؒ نے میرے گزشتہ احوال کے بارے میں پوچھا۔ پھر فرمایا کہ سودا کرنے پر ہم تم کو قبول کرینگے۔ میں نے کہا کوئی دینوی چیز میرے پاس نہیں ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا

بغیر اسکے ہم تمہیں قبول نہیں کرتے اور میں بدستور اپنی مفلسی کو ظاہر کرتا رہا۔ اس وقت درویشوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ خواجہؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس کے پاس چار عدد دینار ہیں کہ کپڑوں کے اندر فلاں جگہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ کس طرح کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں؟۔ درویش کہتا ہے کہ جب میں نے آپؒ کی یہ کرامت اور بزرگی دیکھی تو میری حالت غیر ہوگئی۔ میں نے جلدی سے وہ چار عدد دینار آپؒ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپؒ نے انہیں قبول نہ کیا اس اجتماع میں ایک بچہ کھڑا تھا۔ اشارہ سے اسے دینار حوالے کرنے کا حکم فرمایا۔ تو ان دیناروں کو اس نے ڈھیلوں کی طرح دور پھینک دیا۔ میں بہت شرمندہ ہوا اس کے بعد آپؒ اس گاؤں سے غدیوت کی طرف چلے گئے۔ جہاں آپؒ کی صحبت کافی وسیع ہوگئی۔ وہاں بھی ساتھیوں نے میری طرف سے عرض معروض پیش کی۔ اتفاق سے اس صحبت میں بھی اسی طرح کا ایک لڑکا موجود تھا۔ آپؒ نے پھر اسی لڑکے کو وہ دینار سپرد کرنے کا فرمایا اس نے بھی دینار پھینک دیئے اور میں اور شرمندہ ہوا۔ ساتھیوں نے میری طرف سے بہت معذرت خواہی کی خواجہؒ نے فرمایا کنجوسی کی خصلت بہت بری ہے۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ ’’جس میں کمترین چیز سر (جان) دینا ہے، درہم اور دینار کو کیا وقعت حاصل ہے‘‘؟۔ پھر آپؒ نے مہربانی فرما کر مجھے اپنی بندگی میں لے لیا۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ میرا جھگڑا ایک شخص سے ہو جسکی وجہ سے وہ مجھ سے انتہائی خفا ہو گیا۔ اتفاق سے میں ان دنوں نسف میں تھا۔ چند دن بعد مجھے بخارا جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پہنچ کر میں نے حضرت خواجہؒ سے ملاقات کی تو آپؒ نے میری طرف کوئی التفات نہ کیا۔ جتنی بھی میں نے تدبیریں کی اور بڑے بڑے ساتھیوں کو سفارشی بنایا پھر بھی آپؒ نے مجھے قبول نہ کیا۔ البتہ اتنا فرمایا کہ جب تک میں خود نسف جا کر اس سے معذرت نہ کروں جس کے ساتھ تم نے جھگڑا کیا ہے اور اس کا دل تم سے خفا ہے۔ اس وقت تک میں تمہارے سلام کا جواب نہ دونگا اور نہ تم سے بات کرونگا۔ چند دن بخارا میں رہ کر مجبوراً غم اور قبض کے عالم میں نسف چلا گیا اور آپؒ کی تشریف آوری کے انتظار میں رہا۔ بالآخر آپؒ بخارا سے نسف تشریف لے آئے اور

جب میری رہائش پر پہنچے تو کسی اور کام اور کسی کے ساتھ مصروف ہونے سے قبل فوراً اس شخص کے مکان پر تشریف لے گئے جس کے ساتھ میرا جھگڑا ہوا تھا۔ آپؒ نے اس شخص کی دہلیز پر اپنا چہرہ ملا اور عذر خواہی کی اور میرا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ گناہ اس نے نہیں میں نے کیا ہے۔ تو وہ شخص اپنے حال پر نہ رہا کافی پریشان ہوا اور بہت رویا۔ اس کے بعد اس نے مجھے معاف کر دیا اور آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہو گیا۔ آپؒ کے نیک اخلاق کہ ایک مومن کی دلازاری رفع کرنے کی خاطر بخارا سے نسف میں آپؒ کی تشریف آوری مشہور ہو گئی۔ اور آپ سے کثیر تعداد لوگوں کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہوا۔

اسی درویش سے منقول ہے کہ ایک سال خشک سالی کی وجہ سے نسف کی فصلیں اور مویشی وغیرہ خراب ہو گئے۔ چونکہ نسف میں آپؒ کے عقیدتمند حضرات زیادہ تھے تو خشک سالی کے بارے میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کرنے کی خاطر مجھے بخارا بھیجا۔ میرے بتانے پر آپؒ نے فرمایا کہ لوگ خوش ہیں صرف خشک سالی سے شکایت کی خاطر انہوں نے تمہیں بھیجا ہے۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ اس دفعہ ہم آپ کیلئے پانی یہاں سے بھیج دینگے اور ساتھ ہی ٹھہرنے کیلئے کہا کچھ دیر گزرنے پر بارش برسنا شروع ہو گئی اور لمحہ بہ لمحہ بارش شدید ہوتی گئی۔ پہلے دن تو میں بخارا ہی میں ٹھہرا رہا اگلے روز مجھے نسف جانے کی اجازت دے دی اور بدستور میرے نسف پہنچنے تک بارش برستی رہی اور حضرت خواجہؒ کی برکت سے نسف کا سارا علاقہ سیراب ہو گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز ہمارے خواجہؒ بہت سے لوگوں کے ساتھ حمام میں تھے۔ کچھ درویش حضرات آپؒ کے قدم مبارک مل اور دبا رہے تھے۔ میں آپؒ کے بالمقابل بیٹھا ہوا تھا۔ حمام کے لوگوں میں سے ایک شخص کو یہ شوق پیدا ہوا کہ آپؒ کے قدموں پر پانی ڈالے لیکن ایسا کرنے سے قبل اس نے میرے قدم کو بوسہ دیا اور بعد میں آپؒ کے قدم مبارک پر پانی ڈال دیا۔ میں اس شخص کے اس کئے کے باعث کافی شرمندہ ہوا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنی فراست کے نور سے میری اس حالت کو جان لیا اور پیار سے مجھے اس بوجھ سے نجات دلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ نیازمندی کے

ذریعے آیا ہے کہ تم مجھ سے کمتر تھے اسلئے پہلے آپ کے دروازے (ذریعے) سے اندر آیا۔

اسی درویش سے منقول ہے، کہ میں غدیوت میں تھا۔ شیخ شادیؒ کی برکت سے میں آپؒ کی صحبت سے بازیاب ہوا اور شیخ شادی اکثر یہ نصیحت فرماتے کہ جہاں آپؒ ہوتے ہیں اس طرف ہرگز پاؤں نہ پھیلائے جائیں۔ گرمی کے موسم میں مجھے غدیوت سے قصرِ عارفاں جانے کا اتفاق ہوا تاکہ آپؒ کا فیض صحبت پاسکوں۔ میں نے دوران سفر ایک درخت کے نیچے سائے میں ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائی۔ دوبار کسی جانور نے میرے پاؤں کو کاٹا جس کی وجہ سے کافی درد محسوس کیا۔ دوسری اور تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ مجھے تشویش ہوئی کہ یہ کیا وجہ ہے؟ اس وقت مجھے شیخ شادیؒ کی وہ تاکید اور نصیحت یاد آگئی۔ جب میں نے دیکھا تو میرے پاؤں قصرِ عارفاں کیطرف پھیلے ہوئے تھے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ آپؒ اس وقت قصرِ عارفاں ہی میں تھے لہٰذا میری تادیب کی خاطر ایسا ہی ہوا۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے، کہ ایک روز موسم سرما میں امیر حسین درویش کو فرمایا کہ کافی ایندھن چاہیے۔ جب آپکی مطلوبہ مقدار میں ایندھن اکٹھا کیا گیا تو اگلے روز سخت برفباری شروع ہوئی اور چالیس دن تک مسلسل برفباری ہوتی رہی۔ اسی حالت میں آپؒ خوارزم کیطرف عازم ہوئے اور شیخ شادی آپؒ کے پیچھے پیچھے جارہے تھے۔ جب ''حرام کام'' نام کے پانی پر پہنچے تو شیخ شادی کو فرمایا کہ اپنے قدم پانی پر رکھ کر تم نے گزرنا ہے۔ شیخ شادی گھبرا گئے آپؒ نے دوبارہ گزرنے کی ہدایت کی پھر بھی نہیں گزرے۔ جلال میں آکر اسکی طرف دیکھا تو وہ بیہوش ہو گئے جب اپنے حال پر واپس آئے تو پانی پر قدم رکھ کر روانہ ہوئے اور حضرت خواجہؒ نے شیخ شادی کو فرمایا کہ دیکھ لو تمہارا موزہ تر ہوا ہے کہ نہیں؟ شیخ شادی نے جب دیکھا تو قدرت الٰہی سے موزوں کی کوئی جگہ تر نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپؒ نے شیخ شادی کو فرمایا کہ تم نے بخارا کیطرف واپس جانا ہے۔ ہر چند کہ انہوں نے منت سماجت کی اور کہا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن آپؒ نے اسکی یہ بات نہ مانی اور فرمایا کہ مجھے

تمہارے واپس جانے کا اشارہ ملا ہے اور جو مجھے کہا گیا ہے وہ تمہارے لئے حجاب ہے۔ انکی واپسی پر آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مجھ پر ولایت کے اٹھارہ دروازے کھل گئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسکے بعد میں اکیلا خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ آخر دن بخارا کے ایک گاؤں ''ہیجان'' میں پہنچ گیا اور رات کو اسی گاؤں کی مسجد میں ٹھہرا رہا۔ فرمایا مجھے الہام ہوا کہ آپؒ کی والدہ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ آپؒ کو خوارزم جانے کی اجازت نہیں ہے۔ قرشی میں والدہ کے پاس تشریف لیجایئے۔ اتفاقاً گاؤں والے مسجد میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ میں نے انتظار کیا جب وہ مسجد میں آ گئے تو میں نے ان کو نصیحت کی وہ توبہ تائب ہو گئے۔

ایک درویش نے ہمارے حضرت خواجہؒ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ آپؒ نے فرمایا اسی باعث میں خوارزم نہ گیا اور چار عدد میوہ (منقے) لیکر توکل کیا اور قرشی میں اپنی والدہ کی طرف جانے لگا۔ شدت سے برفباری جاری تھی۔ جب میں بخارا کی سرحد نوندق نسف کی جانب سے پہنچا تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا۔ اسی حال میں بخارا ایک قافلہ تیزی کے ساتھ آ رہا تھا اور قافلے والے کہہ رہے تھے کہ کیا حالت ہے؟ قافلہ ٹھہرنے کا وقت عصر کا تھا عشاء کے وقت تک ہمیں دوڑایا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا اللہ تعالیٰ کے بزرگ ہو اس لئے آپ نے دوڑا کر ہمیں یہاں تک پہنچایا۔ جب میں نے یہ بات قافلہ والوں سے سنی۔ تو میں نے کہا کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں میں اس قافلہ والوں کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ جلدی سے میں راستے کی طرف آ نکلا اور نسف کی طرف روانہ ہوا۔ نقل کنندہ کہتا ہے کہ میں کم عمر تھا اسلئے میں نے یہ سوال کرنے میں بے ادبی کی کہ آپؒ نے راستے میں کھانا کھایا ہے؟ آپؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ؟ آپؒ نے تبسم فرما کر کہا۔ ''مردانِ خدا کا راز فاش کرتے ہو'' میں مرغوب ہو کر خاموش رہا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ سے میری محبت اور عقیدتمندی بڑھنے کی وجہ یہ بنی کہ میں بخارا کی ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت خواجہؒ اسی دکان پر تشریف لائے اور سلطان العارفین ابو یزید کے شمائل (خصائل) بیان فرمانے لگے

یہاں تک کہ ان ؒ کے متعلق فرمایا کہ جب آپ اپنے رومال کا کونہ کسی کو لگاتے تو وہ آپ کا عاشق ہو کر آپ کے پیچھے پیچھے پھرتا رہتا۔ حضرت خواجہ ؒ نے فرمایا اگر میں اپنی آستین کو ہلاؤں تو سارے اہل بخارا (چھوٹے بڑے) حیران و سرگردان جائیں گے۔ گھر بار اور دکان چھوڑ کر میرے پیچھے روانہ ہونگے۔ یہ فرما کر اپنا دستِ مبارک آستین کے اندر کر لیا۔ اسی حال میں میری نظر آپ ؒ کے کنارہ آستین پر پڑی۔ مجھ پر عجیب حالت طاری ہوگئی۔ میں بیہوش ہو گیا اور دکان میں گر گیا۔ اس حال میں کافی دیر گزر گئی۔ جب ہوش میں آیا تو آپ ؒ کی محبت میرے تمام بدن پر غالب تھی۔ میں نے اپنے گھر بار اور دکان کو خیر باد کہا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہ ؒ بادشاہ کی دعوت پر لوس سے ہرات تشریف لے گئے اور بادشاہ کے بوستان سرائے میں آگئے۔ جس کی طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھتے وہ بیہوش ہو جاتا خواہ وہ محکوم ہوتا یا حاکم، چھوٹے درجے کا ہوتا یا بڑے درجے کا۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ؒ ہمارے گھر تشریف لائے میں بہت خوش ہوا میرے گھر میں آٹا نہیں تھا۔ اس دن میں ایک خروار آٹا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ آٹا کو خرچ کرتا رہ اور کسی کے سامنے اس کی کمی بیشی کا ذکر نہ کرنا۔ دو ماہ کا عرصہ حضرت خواجہ ؒ یہاں تشریف فرما رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ ؒ کے درویش اور عقیدتمند آپ ؒ کی ملاقات کیلئے کثیر تعداد میں یہاں آتے رہے۔ میں سب کو اسی آٹے کی روٹی کھلاتا رہا لیکن اس آٹے میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔ یہاں سے حضرت خواجہ ؒ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی وہ آٹا کافی دیر تک اسی طرح رہا۔ آخر ایک روز مجھ سے غلطی ہوگئی، آپ ؒ کی ہدایت کے برعکس میں نے اپنے گھر والوں کو یہ حال بتا دیا۔ اسکے بعد یہ برکت ختم ہوگئی۔ اسی باعث آپ پر میرا یقین زیادہ ہوا کہ آپ ؒ کامل ولی اللہ ہیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ جب ہمارے حضرت خواجہ ؒ پہلی بار حج بیت اللہ سے "مازندران" کی ولایت میں پہنچے۔ حضرت مولانا سیف الدین البریؒ جو ایک

بڑے اور نامور عالمِ دین تھے اس سفر میں آپؒ کے ہمراہ رہے تھے۔ حضرت مولاناؒ، حضرت خواجہؒ کی صحبتوں میں شریک رہ کر آپؒ کے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے۔ اس ضعیف کو مولانا کی خدمت میں خوارزم بھیجا گیا۔ خوارزم میں مولاناؒ سے اجازت لیکر میں بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ بخارا پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ اب ''مروؔ'' میں ہیں۔ تو مجھے آپؒ کی صحبت کا بہت اشتیاق ہوا۔ ایک عزیز درویش تاتکن سے یہاں پہنچ کر میرے ساتھ شامل ہوگیا۔ اچانک اس سے حضرت خواجہؒ کے بارے میں گستاخی کی ایک بات صادر ہوگئی۔ جسکی وجہ سے میری طبیعت خراب ہوگئی۔ جب ہم مرو پہنچے تو رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور ہمیں حضرت خواجہؒ کی قیامگاہ معلوم نہ تھی اور ایسا کوئی شخص بھی ہمیں نہیں مل سکتا تھا کہ اس سے حضرت خواجہؒ کی قیامگاہ کا پتہ دریافت کریں۔ اچانک ہم ایک ایسے مکان کے دروازے پر پہنچے کہ میرے دل میں اس کی کنڈی کھڑکانے کی کشش پیدا ہوگئی۔ میرا ہاتھ دروازے پر پہنچتے ہی اندر سے حضرت خواجہؒ نے میرا نام لیکر اندر آنے کی اجازت دی۔ میرے ساتھ مصافحہ فرمایا لیکن اس تاتکنی سے مصافحہ نہ فرمایا۔ اسی طرح پر دس روز گزر گئے تاتکنی قبض کی حالت میں رہا وجہ یہ کہ اس نے راستے میں میرے ساتھ گفتگو کے دوران حضرت خواجہؒ کے بارے میں گستاخی کی بات کی تھی دس روز بعد جب میں نے حضرت خواجہؒ کے حضور اسکی سفارش کی تو آپؒ نے اسے معاف کردیا۔

درویش محمد زاہد سے منقول ہے، کہ میں موسم بہار کے ایک دن صحرا میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے خربوزہ کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ آپؒ سے میں نے اسکا ذکر کیا آپؒ نے ایک قریبی ندی کی طرف اشارہ کرکے وہاں جانے کی ہدایت کی۔ ندی کے کنارے پر آکر میں نے ایک تازہ خربوزۂ بابا شیخی اس ندی میں بہتا ہوا دیکھا۔ گویا کہ اسی وقت کھیت سے توڑا گیا ہو۔ جب میں نے اسے پکڑلیا تو اس وجہ سے میرا حال خراب ہوا اور مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کامل ولی اللہ ہیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ ایک دفعہ غدیوت کے ایک

درویش کے مکان میں تھے۔ جب میں وہاں اندر گیا تو میں نے مجلس کو بارعب اور پُر ہیبت پایا اور شیخ دبا ہوا تھا شیخ شادیؒ کسی وجہ سے پریشان حال تھا۔ حاضرین مجلس نے اس کے لئے حضرت خواجہؒ سے معافی مانگی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس سے اسکی وجہ دریافت کرو کہ اسے یہ حال کیوں پیش آیا؟ درویشوں نے ہر چند اس سے پوچھا کہ آپکو کیوں ایسا ہوا ہے۔ لیکن اس نے کوئی بات نہ کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ بات کر بھی نہیں سکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس بیل کو اس نے بیدلی سے خشک گھاس دی ہے وہ اس کے اندر آ کر اسے سینگ مار رہا ہے۔ ہم کیا کریں؟ اس نے خود کیا ہے، آپؒ نے خود یہ قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مولانا عبدالعزیز کو اس غرض سے اس کے پاس بھیجا کہ اس سے ایک خروار خشک گھاس طلب کرے۔ اس نے بیدلی سے وہ گھاس جوال میں بند کر کے دی ہے۔ ہمارے بیل اس گھاس کو نہیں کھاتے۔ غدیوت کے درویشوں نے پھر معافی دینے کی درخواست پیش کی۔ آپ حرکت دیکر اسے ہوش میں لائے۔ اس کے بعد آپؒ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ گھاس دیتے وقت تم نے کیا کہا؟۔ اس نے کہا میں نے اس وقت یہ کہا تھا ''اے خواجہ مخدوم! میں فقیر ہوں، میرے پاس تھوڑی سی گھاس ہے، آپ بادشاہ ہیں، جس سے بھی آپؒ گھاس طلب فرمائیں گے وہ دے دے گا۔ مجھ سے آپؒ کیوں طلب کرتے ہیں؟''۔ اس کے بعد شیخ شادی نے کافی منت سماجت کی، خواجہؒ نے اسے معاف فرمادیا۔ حاضرین نے بیل کے سینگ مارنے کے بارے شیخ شادی سے دریافت کیا۔ اس نے کہا یہ قصہ بالکل ویسا ہے جیسا کہ حضرت خواجہؒ نے بیان فرمایا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ''جب مجھے حضرت خواجہؒ کا شرفِ صحبت نصیب ہوا اور آپؒ کی مہربانی سے میں سرفراز ہوا تو اس سے قبل میں نے اپنے روزگار کو جاری رکھا۔ جیسا کہ آپؒ نے مجھے اشارہ فرمایا تھا۔ ایک دن میں نے بازار سے سودا خریدا۔ آپؒ نے میری دکان پر آ کر پوچھا کہ تم نے اندازاً کتنے میں سودا خریدا ہے؟ میں نے کہا مجھے اس کی مقدار معلوم نہیں۔ آپؒ نے چادر بچھائی میرا خریدا ہوا سارا سودا سلف اسمیں ڈالا اور ساتھ لے گئے۔ شام کے وقت جب میں اپنے گھر آیا، جتنے افراد

ہمارے گھر میں تھے سب نے مجھ سے قسم قسم کی چیزیں طلب کیں۔ میں نے عذر کر کے پورا قصہ ان کو کہہ سنایا۔ شیطانی وسوسہ اور حرکت تھی کہ مجھ سے نازیبا قسم کی کوئی بات بھی صادر ہوگئی ہوگی۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ حضرت خواجہؒ نے ایک خاص درویش کے ذریعہ چادر میں لپٹا ہوا میرا وہ پورا سامان میرے پاس بھجوا دیا۔ مجھ پر یہ ایک بھاری بوجھ بن گیا۔ میں تنہائی اور جماعت میں ہمیشہ توبہ واستغفار میں مصروف رہا۔ جب خواجہؒ نے میرا یہ بوجھ دیکھا تو مہربانی فرما کر مجھے بے ادبی کے جرم سے معاف فرما دیا۔

شیخ شادی سے منقول ہے کہ سحری کے وقت حضرت خواجہؒ غدیوت سے بخارا شہر کی طرف جارہے تھے اور میں درویش محمد زاہد بھی آپؒ کی خدمت میں ساتھ تھا۔ صبح کے وقت ہم بخارا پہنچے۔ وہاں ''اخی محمد در آہنین'' کے مکان میں چلے گئے۔ اسے فرمایا کہ ہمارے لئے بازار سے کھانا لاؤ مگر فلاں فلاں دکان سے نہ خریدنا۔ کھانا لا کر مکان میں قدم رکھتے ہی سے حضرت خواجہؒ نے اسے فرمایا ''میں نے تم کو فلاں فلاں دکان سے کھانا نہ خریدنے کا کہا تھا۔ تم غفلت سے اسی ایک دکان سے کھانا خرید لائے ہو۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس دکان کی نقدی محصول یا باجگزاری کی تھی۔ اسکی وجہ سے اسکی حالت دگرگوں ہوگئی اور سب کو آپؒ پر مزید یقین حاصل ہوا۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ ایک دن ایک بڑھیا چند درہم محصول لینے والے کے گھر سے لائی کہ یہ حضرت خواجہؒ کا معاملہ ہے۔ میں نے اسے قبول نہ کرتے ہوئے کہا کہ آپؒ اس قسم کے لوگوں سے کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔ کچھ دیر بعد آپؒ کی خدمت میں چلا گیا۔ دروازہ کلال آباد پر آپ اپنے ایک درویش کے مکان میں مقیم تھے۔ اس درویش کی والدہ نیک عورت تھی اور لوگ اسکے ذریعہ تقرب حاصل کرتے تھے۔ جب میں اس درویش کے مکان کے دروازے پر پہنچا۔ اتفاق سے وہی اس مکان سے نکل آئی۔ اس وقت حضرت خواجہؒ تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد اس ضعیف (مجھ) کو فرمایا اس وقت میں نے خواب میں یوں دیکھا کہ ایک .... میں .... اور ایک .... وہاں لایا گیا۔ جب میں نے .... میں .... مارا تو ایک سانپ نکل آیا۔ حضرت خواجہؒ ابھی یہ خواب بیان فرما رہے تھے کہ

اس درویش کی والدہ کی خادمہ دو .... اور .... لائی اور حضرت خواجہؒ کے سامنے چھوڑ دیئے۔ حضرت خواجہؒ نے تبسم فرمایا اور کہا عجیب خواب ہے کہ جو دیکھا گیا وہ فوراً ظاہر ہوا۔ تحقیق کرنی چاہیے کہ اس .... کی حقیقت معلوم ہو جائے اور میں نے اس بڑھیا کا سارا قصہ کہہ سنایا۔ حضرت خواجہؒ نے جب اس .... کی حقیقت پوچھی، تو ظاہر ہوا کہ اس بڑھیا کے درہموں سے خریدا گیا تھا۔ وہ درویش اور اس کے تمام گھر والے یہ حال دیکھ کر حیران ہوئے۔ اسکے بعد حضرت خواجہؒ نے اس درویش کو فرمایا کہ اپنی والدہ کو نصیحت کرو اور کہو کہ جو کوئی عقیدتمندی کے ساتھ کوئی نیاز وغیرہ تمہارے سامنے پیش کرے تو بلا تحقیق اسے قبول نہ کیا کرو۔ کسی سے کسی چیز کو قبول کرنا بہت مشکل کام ہے۔ ہر کسی سے چیز قبول نہیں کرنی چاہیے۔ درویش کی والدہ نے توبہ کی کہ اس کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لے گی۔

ایک درویش سے منقول ہے، اس نے کہا کہ ایک دن حضرت خواجہؒ نے مجھے فرمایا کہ ہم فلاں طرف جا رہے ہیں۔ جہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ پندرہ روز بعد ہم آئینگے۔ پندرہ روز بعد جب تشریف لائے میں نے آپؒ کو سلام کیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ وہ صبح تم پر کیسی گزری؟ میں حیران ہوا اور رونے نے مجھ پر غلبہ کیا۔ میں بہت رویا، آپؒ نے فرمایا اس قسم کی کوتاہیاں واقع ہوتی ہیں البتہ اسمیں یہ حکمت ہے کہ نفس کو شکست دے دی جائے جیسا کہ اس وقت تیری حالت ہے۔ اس کے بعد مہربانی فرمائی اور مجھے معاف کیا۔

منقول ہے کہ مولانا نجم الدین دادرک نے فرمایا: ''جب ہمارے حضرت خواجہؒ قرشی میں تھے اور میں بخارا میں تھا۔ اچانک میرے کان میں حضرت خواجہؒ کی آواز گونجی کہ مجھے طلب فرما رہے ہیں۔ میں بے قرار ہوا مزید ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ اسی وقت بخارا کی طرف سے میں نسف کو متوجہ ہوا۔ اگلے روز ظہر کی نماز سے قبل میں قرشی پہنچا اور جلدی سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قرشی کے متعدد درویش صاحبان بھی وہاں موجود تھے۔ بعد میں، میں نے ان درویشوں سے سنا کہ آپؒ نے کل فرمایا تھا کہ بخارا میں ہمارا ایک درویش ہے۔ مولانا نجم الدین دادرک اسکا نام ہے اسے طلب کر رہا

ہوں تا کہ ظہر کے وقت یہاں پہنچ جائے۔

خواجہ علاؤ الحق ؒ نے حضرت امیر سید کلالؒ کے بڑے صاحبزادے امیر برہان الدین سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق ہمارے مکان واقع سوخاری میں تھے ۔میں نے حضرت خواجہؒ سے التماس کی کہ مجھے مولانا عارف سے ملنے کا اشتیاق ہے جو کہ نسف میں ہیں۔ آپؒ توجہ فرمایئے کہ مولانا جلدی سے آجا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ہم اسے طلب کرتے ہیں تا کہ جلدی سے پہنچ جائے۔ اسکے بعد حضرت خواجہؒ نے خانقاہِ امیرؒ کی چھت پر چڑھ کر تین بار فرمایا:۔ ''مولانا عارف!'' پھر آپؒ نے فرمایا مولانا نے ہماری آواز سن لی ہے اور اسطرف کو روانہ ہو رہے ہیں۔ امیر برہان الدینؒ نے فرمایا جب مولانا عارف نسف سے بخارا میں سوخاری مقام پر آئے۔ تو مولانا سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ انہوں نے فرمایا فلاں دن کو فلاں وقت پر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نسف میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے حضرت خواجہؒ کی آواز سنی جو مجھے بلا رہے تھے۔ میں جلدی سے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔

خواجہؒ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے ، کہ ہمارے حضرت خواجہؒ بخارا کے ایک گاؤں میں وہاں کے درویشوں کو شرفِ صحبت سے نواز رہے تھے۔ آپؒ نے اس اجتماع سے اٹھ کر فرمایا کہ مولانا عارفؒ، نسف کے قشلاق خواجہ مبارک میں موجود ہیں۔ اور مولانا بہاؤالدین کی خدمت میں تشریف فرما ہیں اور ہمیں طلب کر رہے ہیں۔ فوراً حضرت خواجہؒ بخارا سے نسف کی طرف عازم ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو مولانا نے آپؒ سے کہا کہ ہم نے آپؒ کو تین دفعہ یاد کیا تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور مولانا عارفؒ اس وقت مولانا بہاؤ الدینؒ کی خدمت میں موجود تھے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے، کہ ایک شام ہمارے حضرت خواجہؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ درویش عطاؒ کے کوٹھے کی چھت پر تھے۔ اس کے قریب ایک اونچا محل تھا جس کا مالک ایک امیر تھا۔ اس محل کی چھت پر اس امیر نے رقص اور قوالی کی محفل سجا رکھی تھی۔ وہاں سے محفل کی بڑی بلند آواز آرہی تھی۔ خواجہؒ نے فرمایا یہ جو ہو رہا ہے سب کچھ کھیل کود ہے۔ جس کا سننا جائز نہیں۔ اسے نہیں سننا

چاہیے۔ اسکی تدبیر یہ ہے کہ اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیں کہ پھر اس قسم کی آواز کو نہیں سن سکیں گے۔ حضرت خواجہؒ نے جب یہ فرمایا تو اس کے بعد ہم نے اس قسم کی کوئی آواز نہ سنی اور سب کے احوال غیر ہو گئے۔ اگلی صبح درویش عطا کے اس مکان کے قرب و جوار میں رہنے والے کچھ لوگوں نے آ کر درویشوں سے کہا کہ آپ کے خواجہؒ تو لوگوں کو اس قسم کھیل کود اور عبث مجلسوں میں شمولیت اختیار کرنے کو منع فرماتے ہیں لیکن تم درویشوں نے اس اونچے محل کے رقص، قوالی اور سرو کی آوازیں رات گئے کتنے شوق سے سنا؟ آپؒ کے درویشوں نے انہیں جواب دیا کہ ہم نے اپنے حضرت خواجہؒ کی برکت سے اس قسم کی کوئی آواز نہیں سنی اور پورا قصہ انہیں کہہ سنایا۔ یہ سن کر لوگوں نے بڑا تعجب کیا اور آپؒ کے بڑے عقیدتمند اور محب بن گئے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے، کہ ہمارے حضرت خواجہؒ جب طوسؔ میں تھے۔ آپؒ نے ایک دن فرمایا۔ چاہیے کہ ہم معشوق طوسیؔ کی زیارت کو چلیں۔ درویشوں کی ایک جماعت بھی آپؒ کے ساتھ تھی۔ جب حضرت خواجہؒ مزارِ معشوق پر پہنچے تو آپؒ نے فرمایا ''السلام علیک معشوق طوسی!'' آپ خوش ہیں؟ معشوق طوسی کے مزار سے آواز آئی ''وعلیک السلام'' خوش ہوں۔ اس جماعت میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جو حضرت خواجہؒ کی کرامات کا منکر تھا۔ اس واقعہ کا مشاہدہ کر کے اسکا انکار، اقرار میں تبدیل ہو گیا۔ جبکہ اسکی حالت متغیر ہو گئی جس سے لوگ بہت پریشان ہونے لگے۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے، کہ ہمارے خواجہؒ کے ایک درویش نے آپؒ کی خدمت میں کچھ سیب پیش کئے۔ خواجہؒ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ سیب اس وقت نہ کھاؤ کہ فی الحال یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ ''سارے ذرے ناطق ہیں لیکن...... آپ لوگ سن نہیں سکتے''۔ حقیقت بھی یہی تھی چنانچہ حضرت خواجہؒ کے کہنے کے مطابق موجود لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے ان سیبوں کی تسبیح سنی۔

ایک دانشمند جو کہ فقیہہ، صالح اور حضرت خواجہ علاؤ الحق کے نزدیک مقبول شخصیت تھی سے منقول ہے کہ ''جن دنوں میں مولانا سعد الدین قرشویؔ کی خدمت میں

ہوتا تھا جو کہ نسفؔ کے لوگوں کے پیشوا تھے۔ ایک روز مولاناؒ خواجہ بہاؤ الحق ؒ کی بزرگی کے سلسلہ میں آپؒ کی خصلتیں بیان کر رہے تھے۔ من جملہ یہ بھی فرمایا کہ ایک روز حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس ضعیف کو تمہارے باغ میں جانا چاہیے۔ اتفاقاً سردی کا موسم تھا۔ جب ہم باغ پہنچے۔ تو میری نظر میں وہ باغ تروتازگی سے بالکل خالی معلوم ہوا۔ گویا خارستان یا شورستان ہو۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''یہ تمہارا باغ ہے؟'' اک عجب حال نے مجھ میں تصرف کیا تھا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی وقت حضرت خواجہؒ نے فرمایا آپ کے باغ کو ہم سرسبز اور تروتازہ بنائیں گے تاکہ تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔ اس وقت آپؒ نے فرمایا' دیکھ لو' میں نے دیکھا۔ تو میں نے اسے پھول اور خوشبوؤں سے پر دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ''یہ ہمارا باغ نہیں''۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''یہ تمہارا ہی باغ ہے'' جب کچھ عرصہ گزرا تو باغ کو میں نے پہلی حالت میں دیکھا۔ حضرت خواجہؒ کی مہربانیوں سے تھوڑی دیر میں، میں نے اپنے باغ کی دو حالتیں مشاہدہ کیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی کامل ولایت پر میرا یقین محکم ہو گیا۔

شیخ خسرو کرمینیؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرت خواجہؒ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ اس موسم میں ذابیجی خربوزے پک گئے تھے اور رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نے صبح کی نماز ادا کی اور کرمینہ سے حضرت خواجہ کی ملاقات کی خاطر شہر بخارا عازم ہوا۔ میرے ساتھ ایک درویش بھی تھا اور حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کرنے کی برکت سے ہم عصر کے وقت قصرِ عارفاں پہنچ گئے۔ حضرت خواجہؒ اس وقت اس باغ میں تھے جہاں اب آپؒ کا مزار ہے۔ حضرت مولانا حسام الدینؒ، خواجہ یوسفؒ اور دیگر کئی علمائے کرام، محبانِ حضرت خواجہؒ بھی وہاں موجود تھے۔ نماز عصر جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ حاضرین میرے اس طرح آنے سے بہت متعجب ہوئے۔

اسی طرح یہ بھی شیخ خسرو کرمینیؒ سے منقول ہے، کہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہؒ نے مجھے بخارا سے کرمینہؔ کی طرف روانہ کیا۔ آپؒ کی نظر کی برکت سے ہم کرمینہؔ کی

طرف روانہ ہوئے۔ رات اندھیری تھی ہم کرینہ پہنچے۔ میں گھر چلا گیا اور کچھ دیر ہی گزری کہ مجھے آرام نہیں آ رہا تھا۔ میں حمام چلا گیا۔ منتظمِ حمام کو جگایا۔ حمام میں آ کر یہاں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہاں سے نکلا اور مسجد میں آ گیا۔ وہاں چٹائی نہیں تھی۔ میں اپنے گھر میں گیا اور خادم کو کہا کہ گدھے کو پکڑ لائے اس کو بھی ساتھ لیکر ہم ''آب حرام کام'' کے کنارے پر گئے اور ایک خروار ایندھن مسجد کے لئے لے کر آئے۔ ہم نے اسے مسجد میں ڈال دیا۔ میں کافی دیر تک مسجد میں بیٹھا رہا۔ اس وقت فجر کی سفیدی ظاہر ہونے لگی۔ یہ تمام تر حضرت خواجہؒ کی برکات تھیں۔ نقل کنندہ کہتا ہے کہ شہر بخارا اور کرینہ کے درمیان بارہ فرسنگ کی مسافت تھی۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ میں غدیوت میں تھا۔ حضرت خواجہؒ نے میرے اور ایک دوسرے درویش کے نام مکتوب بھیجا کہ فلاں درویش سے ہمارا بیل لیکر اسے فوراً ذبح کر لو۔ اس بارے میں کوئی سستی اور تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ ہم دونوں جلدی سے وہاں پہنچے اور لوگوں کو اسے پکڑنے کیلئے اکٹھا کیا تاکہ ہم اطمینان سے اسے ذبح کر سکیں۔ ہم نے ان سب کے سامنے بیل کو ذبح کر کے دیکھا کہ اسکے پیٹ کے اندر ایسا زخم تھا کہ اگر اس کے ذبح کرنے میں معمولی تاخیر بھی کیجاتی تو وہ بیل خود بخود ہلاک ہو جاتا۔ حالانکہ آپ نے اپنے اس اپنے بیل کو دو سال کے عرصہ سے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کسی سے اسکا یہ حال سنا تھا۔ لہذا اس واقعہ کو دیکھ کر بہت لوگ آپؒ کے عقیدتمند ہو گئے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ میں حضرت خواجہؒ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے سے قبل ایک دوسرے بخاری شخص کے ساتھ شریک ہو کر تجارت کرنے کی غرض سے کشؔ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد وہ وہاں ٹھہر گیا اور میں وہاں سے قرشیؔ آیا۔ جہاں میں کاروان سرائے میں ہوتا تھا۔ چند روز گزرنے کے بعد میں بیمار ہوا اور میرا گدھا بھی گم ہو گیا۔ اسی حالت میں بارہ دن گزر گئے۔ اچانک حضرت خواجہؒ ہمارے قریب تشریف لائے اور فرمایا ہم آج اس ولایت میں آئے ہیں۔ تمہارے احوال کیا ہیں؟ میں نے اپنی بیماری کی فریاد کی۔ فرمایا تمہارے دل میں دوسری تشویش بھی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ بارہ دنوں سے میرا گدھا گم ہوگیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہیں وہ جلدی مل جائیگا۔ تسلی رکھ، دن کے آخر میں میرے پڑوسی نے آکر اطلاع دی کہ تمہارا گدھا دروازے پر کھڑا ہے۔ میں آپؒ کی کامل بصیرت سے خوش ہوا۔

شیخ شادی سے منقول ہے، کہ جب میں حضرت خواجہؒ کی نظر میں مقبول ہوا تو مجھے فدا اور ایثار کی عادت بڑھ گئی ۔ میرے پاس ایک سو عدلی دینار تھے۔ ایک دن ہمارے گھر والوں نے کہا کہ اسے چھپائے رکھیں۔ کمزور یقین کے باعث میں نے ان کی تجویز مان لی۔ اور ہم بخارا چلے گئے جہاں ہم نے ان سو دیناروں کے عوض کیمخت کے موزے اور کئی دوسری چیزیں خرید لیں۔ ہم نے یہ مشورہ کیا کہ قصرِ عارفاں کے راستے غدیوت جائیں۔اور حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے ہم سے پوچھا کہ تم بخارا شہر کس کام کیلئے گئے تھے؟ میں نے کہا کہ تھوڑا سا کام تھا۔ آپؒ نے فرمایا وہ خریدی ہوئی چیزیں میرے پاس لاؤ۔ میں جلدی سے آپؒ کے پاس لے آیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ باقی وہ سو دینار بھی لاؤ۔ وہ بھی آپؒ کی خدمت میں لے گیا۔ آپؒ نے میری طرف توجہ کر کے فرمایا اگر تم دنیا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم پہاڑ کو سونا بنا دیں گے۔ لیکن ہم فقیری کی شان رکھتے ہیں۔ ہمارا التفات ان چیزوں کی طرف نہیں۔ ان لوگوں کا کارخانہ دوسرا جہان ہے جہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تم کیوں ذخیرہ کرتے ہو؟ پھر ایسا نہ کرنا۔

ے ''ہم کچھ بھی نہیں اور ہمارا کچھ بھی کم نہیں۔ اسلئے کسی چیز کے پیچھے ہمارا غم بھی نہیں''۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے، کہ جب میں حضرت خواجہؒ کا معتقد ہوا تو میرا بھائی اس وجہ سے مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہتا تھا کیونکہ وہ خود حضرت خواجہؒ کا سخت مخالف تھا۔ ایک دفعہ میرے بڑے بھائی نے سب سے چھوٹے بھائی کو تجارت کیلئے بھیجا، راستے میں اس کے تمام مال کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میرا بڑا بھائی اس کی وجہ سے سخت غمزدہ ہوا پریشان ہوکر مال کے حاصل کرنے کی تدبیر کرنے لگا۔ میں نے یہ احوال دیکھ کر کہا کہ اس کا علاج یوں ہوسکتا ہے کہ یہ المیہ حضرت خواجہؒ کے حضور گوش

گزار کیا جائے۔ لہذا بہت عاجزی کے ساتھ یہ المیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس کا مال انشاء اللہ جلدی نکل آئیگا۔ اسکے بعد جب آپؒ اس کے حل کی خاطر باہر نکلے تو فوراً آپؒ کے سامنے ایک سوار آ کر سواری سے اترا اور تعظیم وتکریم بجا لایا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں اس المیہ کے حل کی خاطر باہر نکلا ہوں اور تمہارے ساتھ سب سے پہلے ملا ہوں لہذا تم ہی کو کہتا ہوں۔ جب اسے المیہ کی تفصیل بتائی گئی تو کہا ''آپؒ کی توجہ کی برکت سے وہ مال اسے حاصل ہو جائیگا'' تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر آپ کو مال ملنے کی کیفیت کو بتا دی۔ آپؒ نے مجھے فرمایا، بہتر یہ ہے کہ تم چھوٹے بھائی کے ساتھ فلاں باغ کی طرف چلا جاؤ جہاں چور، ڈاکو موجود ہونگے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ڈاکوؤں نے مال اپنے درمیان تقسیم کرنے کی خاطر وہاں رکھا ہوا تھا۔ ہماری آمد سے وہ مسلح ہو کر وہاں سے چلنے لگے۔ اگرچہ میرا چھوٹا بھائی یہ منظر دیکھ کر بہت گھبرایا لیکن میں نے اس کو تسلی دیکر کہا کہ حضرت خواجہؒ کی برکت سے ہمیں کوئی گزند نہیں ہوگا۔ حضرت خواجہؒ کی توجہ کی برکت سے وہ ڈاکو تتر بتر ہو گئے اور اس مال کو چھوڑ دیا اور ہم نے مکمل طور پر حاصل کر لیا۔ جب ہمارا بڑا بھائی اس پر مطلع ہوا کہ یہ سب کچھ آپؒ کی برکت سے ہوا تو حضرت خواجہؒ سے متعلق بغض و عناد اس کے دل سے نکل گیا اور آپؒ کا عقیدتمند بن گیا۔

اسی سے منقول ہے کہ میرے ایک درویش کی ترکی لونڈی کہیں گم ہوگئی۔ اس نے کسی دوسرے شخص کو کہا کہ ایک گدھا کرایہ پر لیکر اس کی تلاش میں کسی طرف نکل جاؤ۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہؒ سے بازار میں میری ملاقات ہوئی اور میں نے آپؒ کو یہ قصہ سنایا۔ لہذا فرمایا کہ وہ شخص اپنی مہم پر چلا جائے۔ تم اپنے کام میں مصروف رہو۔ اور فرمایا کہ تسلی رکھو وہ لونڈی کہیں بھی نہیں گئی۔ معاملہ، ہمکاری کرنی چاہیے۔ میں نے آپؒ کی یہ بات لونڈی کے مالک کو پہنچائی۔ وہ خوش ہوا اور ہمکاری قبول کی۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس لونڈی کی کیا خبر ہے؟ لونڈی کے مالک نے کہا میں ابھی تک گھر نہیں گیا لہذا مجھے اسکی کوئی خبر نہیں۔ گھر پہنچا مگر ابھی تک اپنی اہلیہ سے کوئی بات نہیں کی وہ کسی کام کیلئے خزانہ میں گئی۔ وہاں ایک بڑا ٹوکرا پڑا تھا اور کسی چیز

سے ڈھکا ہوا تھا۔ جب اس نے ڈھکنا اٹھایا تو لونڈی اس ٹوکرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جلدی سے خزانے سے باہر نکلی اور اپنے شوہر سے لونڈی کے بارے میں بتایا شوہر کا رنگ متغیر ہو گیا اسکی وجہ پوچھی۔ شوہر نے ابتدا سے تا انتہا تمام حال اسے کہہ سنایا۔ جس سے اسکی بیوی بھی حیران ہوئی۔ چنانچہ دونوں حضرت خواجہؒ کے معتقد اور محب بن گئے نیز جن لوگوں نے بھی یہ واقعہ سنا وہ بھی آپ سے یقین اور عقیدت رکھنے لگے۔

اسی درویش سے منقول ہے، کہ اس واقعہ کے بعد ایک دن ایک عزیز نے مجھے کہا کہ میری ایک ترکی لونڈی دو سال سے گم ہے اور میں نے معاملت قبول کی ہے۔ میں نے یہ قصہ حضرت خواجہؒ سے عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس عزیز کی لونڈی دستیاب ہو جائیگی۔ کچھ عرصے کے بعد اس عزیز نے تقاضا کیا۔ خواجہؒ نے دو تین روز صبر کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اتفاقاً اس عزیز کی دکان میری دکان کے قریب تھی۔ ایک دن ایک شخص نے اس کی دکان پر آ کر پوچھا کہ تیری لونڈی گم ہے۔ اس عزیز نے کہا کہ ہاں، دو سال سے گم ہے اور اسکی شکل و شناخت بیان کی، اس شخص نے کہا کہ اس قسم کی لونڈی فلاں گاؤں میں ہے۔ وہ عزیز خوش ہوا اور لونڈی اسکے ہاتھ آ گئی۔ لوگ اس سے بڑے متعجب ہوئے۔

خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں عبداللہ قزغن، ماوراء النہر علاقے کا حاکم تھا اور بخارا کی طرف آیا تھا۔ وہاں بخارا کے مضافات کیلئے شکار کھیلنے کی غرض سے باہر نکلا۔ لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی شکار کیلئے باہر نکل آئیں۔ ان دنوں حضرت خواجہؒ بھی بخارا کے مضافات میں تشریف فرما تھے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ باہر نکلے۔ سارے لوگ تو شکار کھیلنے چلے گئے لیکن حضرت خواجہؒ وہاں قریب اونچی جگہ پر چڑھ کر گوشہ نشین ہو گئے اور اپنی پرانی گدڑی سینے لگے۔ اسی اثناء میں آپؒ کے دل میں یہ بات گزری کہ اولیائے کو اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی ہے کہ شاہانِ دنیا ان کے آستانے پر سر رکھتے ہیں۔ اسی وقت ایک سوار نے شاہانہ لباس میں ملبوس سواری سے اتر کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ خواجہ کو سلام کیا اور سورج کی طرف کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپؒ نے سر اٹھا کر فرمایا۔ آپ کس مصروفیت میں ہیں؟ اس نے کہا، اچانک

میرے دل میں ایک جذبہ پیدا ہوا کہ بلا ارادہ میں یہاں پہنچ گیا۔ آپؒ کو یہاں دیکھ کر مجھے پوری تسلی ہوئی اور مجھے یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ آپؒ ہماری طرف التفات فرمائیں۔ اسکے لئے اس نے بہت منت سماجت کی اور بات کرنے میں نہایت ادب و احترام بجا لایا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ مجھ فقیر کو چھوڑ دو۔ عبداللہ قزعنؒ نے لوگوں کو شکار کیلئے بلایا۔ میں بھی ان کی معیت میں باہر نکلا۔ چونکہ میں شکار کھیلنا نہیں جانتا تھا۔ اسلئے یہاں گوشہ نشین ہوا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اچھا! آپؒ نے مجھے شکار کیا؟ اسکے بعد حضرت خواجہؒ نے گدڑی اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لی۔ صحرا کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ دیکھا کہ وہ سوار باادب و احترام انکے پیچھے پیچھے آ رہا ہے تو حضرت خواجہؒ نے اس کی طرف ہیبت کی نظر سے دیکھا۔ پھر اسے آپؒ کے پیچھے جانے کی ہمت نہ ہوئی اور اپنی جگہ پر حیران کھڑا رہا۔

منقول ہے کہ کرمینہ میں حضرت خواجہؒ کے درویش اور محبّ لوگ کافی موجود تھے۔ ان میں سے ایک درویش نے کرمینہ کے ایک امیر زادہ سے تعلقات استوار کر لئے تھے۔ ایک دفعہ اس امیر زادہ نے درویش کو بہت برا بھلا کہا اور حضرت خواجہؒ سے متعلق بھی بے ادبی کی بات کی۔ وہ درویش بہت غمگین ہوا اور شیخ خسروؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انؒ کو پورا قصہ کہہ سنایا۔ انہوںؒ نے فرمایا تمہیں برداشت کی ضرورت ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہؒ کی برکت سے اسے کرامت کی روشنی بخشدے۔ دوسرے دن امیر زادہ حضرت خواجہؒ کے درویشوں کی مجلس میں آیا اور کہا میں نے توبہ کی۔ اس کے بعد میں کسی بھی درویش کو نہ چھیڑونگا۔ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا کہ میں دریا کے ایک بھنور میں گھر گیا ہوں۔ حضرت خواجہؒ نے مجھے اس سے نکالا اور میں نے آپؒ کے سامنے توبہ کی اور بڑی عذر خواہی کی۔ درویشوں نے اسے کہا کہ آپ کو یہ خوش قسمتی مبارک ہو۔ جب اپنے گھر چلا گیا تو نمازِ ظہر کے بعد ایک شخص نے آکر کہا کہ وہ امیر زادہ پاگل ہوگیا ہے۔ اپنے کپڑے پھاڑ کر صحرا میں بھاگ رہا ہے۔ برہنہ سر اور برہنہ پاؤں دوڑتا رہتا ہے۔ متعلقین اس کے پیچھے جاتے ہیں تو اسے سواری پر سوار کر کے گھر لاتے ہیں۔ اس کے پیر کافی زخمی تھے۔ اور فریاد کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کیلئے

درویش حضرات اس کے قریب بیٹھ گئے۔ جس سے اس کی پریشانی کم ہوگئی اور ہوش میں آ گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا؟ اس نے کہا کہ میرے متعلقین کو جب معلوم ہوا کہ میں نے توبہ کی ہے، تو مجھے ملامت کر کے برا بھلا کہا۔ مجھے شراب پینے پر مجبور کیا۔ شیطانی حرکت تھی کہ میں نے ایک پیالہ شراب ہاتھ میں پکڑا ہی تھا کہ حضرت خواجہؒ کو اندر آتے ہوئے دیکھا۔ آپؒ اتنے غضبناک تھے کہ میں اس کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ آپؒ مجھے کسی چیز سے مارنے کی خاطر آگے بڑھے۔ اسی حالت میں مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ امیر زادہ کی یہ حالت تھی کہ پیر کے سخت زخموں سے چور ہو کر فریاد کر رہا تھا۔ لوہے کی ایک موٹی کیل اسمیں چبھی ہوئی تھی اور اسے نکالنے کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا تھا۔ اس نے درویشوں سے التجا کی کہ جلدی سے مجھے بخارا میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر کرو تا کہ مجھے ظاہری اور باطنی شفا حضرت خواجہؒ کی برکت سے حاصل ہو۔ فی الحال، درویش اسے پالکی میں بٹھا کر بخارا لے گئے۔ وہاں پر آپؒ نے اسے قبول فرمایا اور ظاہری و باطنی صحت اسے نصیب ہوئی۔ امارت اور حکومت کو خیر باد کہہ کر تادمِ مرگ درویشوں کی محبت میں مستحکم رہا۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ ایک دفعہ مجھے حضرت خواجہؒ نے کسی کام کے لئے خوارزم بھیجا۔ بخارا کے کئی اور لوگ بھی میرے ہمراہ تھے۔ ہم خوارزم کے کاروان سرائے میں اترے ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ایک دن ان لوگوں نے مجھے سخت برا بھلا کہا اور حضرت خواجہؒ کے متعلق بھی بے ادبی کی، بعض تو اس برائی میں حد سے گزر گئے۔ میں اسکی وجہ سے انتہائی کبیدہ خاطر ہوا۔ میں نے آپؒ کی طرف توجہ کی اور کاروان سرائے کے دس آدمی اپنے ساتھ رکھ لئے۔ میں نے کہا کہ میرا بھی ایک شیخ ہے اور ان لوگوں کا بھی ایک شیخ ہے۔ اگر ان کا شیخ حق پر ہے تو میری جان و مال پر افتاد ہو اور اگر میرا شیخ حق پر ہے تو ان کی جان و مال پر افتاد پڑے اور میں نے یہ بھی کہا کہ اس (میری) بات کا اثر آج یا کل ظاہر ہو جائیگا۔ یہ روز گزر گیا کل صبح ایک شخص آیا کہ ایک شخص (جو ہمارے حضرت خواجہؒ کا منکر تھا) کے گھر میں اسکے گھر کا تمام سامان چوری گیا ہے۔ یہ پیغام کارواں سرائے میں پہنچایا گیا سارے لوگ

اس سے تعجب کرنے لگے۔ جس کے گھر چوری ہوئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کل کاروان سرائے میں آپ پر کیا گزری تھی۔ میں نے کہا کہ اولیاء اللہ کی بے ادبی، جس میں دین اور دنیا کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس قصہ کے بعد کچھ دیر کیلئے کاروان سرائے کے ایک حجرے میں ہم بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور کدو کا سالن پکار ہے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہرات سے ایک شخص آیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فلاں بخاری شخص پر میرا دعویٰ ہے کہ اس کے پاس لڑکا میرا بیٹا ہے وہ جو اسے غلام بتلاتا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ ہوا یوں کہ قزغن جب ہرات آیا تھا تو اس وقت میرا بیٹا قیدی بنا لیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ بخاری شخص اس سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ میں نے بخارا سے اس غلام کو چار سو دینار کے عوض کسی اور شخص سے خریدا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ غلام بیمار ہو کر تھوڑے وقت میں فوت بھی ہو گیا۔ کاروان سرائے شور وغوغا سے گونج اٹھا اور ان دس اشخاص کے اس قسم احوال دیکھنے سے کاروان سرائے کے لوگ ششدر رہ گئے اور کہنے لگے کہ کل جو آپ نے بات کی تھی کہ میرا شیخ اگر حق پر ہو تو تمہاری جان و مال پر افتاد پڑے۔ اس سے وہ منکر لوگ بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے غلط رویے سے باز آ کر توبہ استغفار کرنے لگے۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ جن دنوں ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت میں شیخ شادی کے گھر میں تھے۔ یہ سخت سردی کا موسم تھا اور غالباً آدھی رات کے بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا شادی! آگ جلاؤ تا کہ ہم گرم ہو جائیں۔ شیخ شادی آگ مہیا کرنے کی خاطر باہر آئے اور ہمارے والد کے گھر گئے۔ ان کا چراغ نہ تھا اور وہ لیٹے ہوے تھے۔ شیخ شادی نے پوچھا کہ تمہارے ہاں آگ ہے؟ میری والدہ نے اثبات میں جواب دیا حالانکہ شیخ شادی کے پاس آگ لے جانے کیلئے کوئی چیز نہیں تھی۔ لہذا اس نے ایسی چیز بھی طلب کی۔ میری والدہ نے اپنے گھر میں پلیٹوں کی جگہ کی نشاندہی کی اور کہا کہ ان میں سے کوئی اچھی پلیٹ لے کر اسمیں آگ لے جائیں۔ شیخ شادی نے آگ لیکر جب آگ جلائی اور حضرت خواجہؒ گرم ہوئے تو فرمایا کہ ''شادی! تم نے کہاں سے آگ لائی؟ اس فقیر کے گھر سے؟ شیخ شادی نے آپؒ کو پورا قصہ عرض کیا۔ خواجہؒ نے فرمایا اس وقت اس مکان پر جاؤ اور جو بھی سنو وہ ہمیں بتادو۔ شیخ شادی جب

میرے والد کے گھر گئے تو اسے ذکر کرتا ہوا پایا۔ جا کر یہ حال حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ اگلے دن صبح سویرے میری والدہ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں آئی اس وقت آپؒ کی خدمت میں غدیوت اور کوفین کے دیگر درویش بھی موجود تھے۔ خواجہؒ نے میری والدہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا آرزو ہے؟ اسی وقت مانگ۔ ان دنوں میرے والدین، میں اور میری بہن (چاروں) حاکمانِ غدیوت کی غلامی میں تھے۔ میری والدہ نے اپنی اور میری بہن کے بارے میں بہت فریاد کی اور کہا کہ ہم ضعیف ہو کر غلامی کی ذلت برداشت نہیں کر سکتیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم دونوں جلدی غلامی کی ذلت سے نجات پاؤ گی۔ لیکن تم نے سخت کنجوسی یوں کی کہ اگر سارے اہلِ بخارا سے متعلق استدعا کرتیں تو میں تمہیں بخش دیتا۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ کی برکت سے میری والدہ اور بہن تھوڑے عرصے میں آزاد ہو گئیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں نے اور میرے والد نے غلامی کی ذلت سے نجات پائی اور ہمارا دین و دنیا سنور گئی۔

منقول ہے کہ جن دنوں حضرت خواجہؒ قرشی سے سرپل تشریف لے گئے۔ شیخ خسروؒ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ کرمینہ سے حضرت خواجہؒ کی صحبت میں شامل ہونے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب تانکن پہنچے تو انہوںؒ نے سنا کہ آپؒ سرپل میں ہیں۔ شیخ خسروؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپؒ کشانی میں ہیں۔ جب اس طرف روانہ ہوئے تو تانکن سے ایک درویش نے انؒ سے موافقت کی اور ایک بڑے برتن میں حلوا پیش کیا۔ انہوںؒ نے فرمایا کہ یہ حضرت خواجہ کے پاس لے جائیگے۔ صبح کے وقت کشانی پہنچ گئے اور حضرت خواجہؒ کی ملاقات سے فیض یاب ہوئے۔ سارے لوگ حضرت خواجہؒ کے پاس جمع تھے۔ جب حلوا سے بھرا برتن حضرت خواجہؒ کے سامنے رکھا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ اس پاگل لڑکے کو بلاؤ جو آخری روز ہم سے حلوا مانگتا تھا۔ کچھ دیر بعد درویش ایک ننگا پاگل لڑکا لے آئے۔ وہ حلوا آپؒ نے اس کے سامنے رکھا اور فرمایا تم نے حلوا مانگا تھا اب کھاؤ۔ اس آخری دن جو لوگ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ وہ یہ منظر دیکھ کر متغیر ہو گئے۔ اس تغیر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہماری حیرانی کی وجہ یہ ہے کہ آخری روز جب اس پاگل لڑکے نے حضرت خواجہؒ سے

حلوا مانگا تو آپؒ نے فرمایا کہ صبر کر صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے دوست آئیں گے، حلوا بھی ساتھ لائینگے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ نواحی کرینہ میں ''آب حرام کام'' مقام میں مقیم تھے اور کھا رہے تھے۔ شیخ خسرو آپؒ کی خدمت میں پوری تندہی سے مصروف تھے۔ آپؒ نے شیخ کی طرف دیکھا اور فرمایا ''نہیں کر سکتے'' حاضرین تعجب کرنے لگے کہ کسی کی بات سننے میں نہیں آرہی پھر حضرت خواجہؒ کی اس بات کا کیا موقع ہے؟ اسکے بعد جب شیخ خسروؒ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ حضرت خواجہؒ کی اس بات کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہؒ کرینہ پہنچے گئے اور اس مقام کے فقیر حضرات آپؒ کی ملاقات سے بازیاب ہوئے اور میں خوشی کے مارے پھولے نہیں سمایا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو وہ فدائیت اور قربانی دینے کا بھرپور مظاہرہ فرماتے۔ میرے پاس سوائے ایک فرزند کے اور کچھ نہیں میں اسے آپؒ پر فدا کرونگا۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی اور درویش حضرات کھانا کھا رہے تھے۔ آپؒ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''تم نہیں کر سکتے'' یہ بات تھی جس نے بھی یہ قصہ سنا وہ آپؒ کے عقیدتمند ہو گیا۔

منقول ہے کہ جب حضرت خواجہؒ کرینہ پہنچے ان دنوں یہاں بھیڑیوں کا غلبہ تھا۔ لوگ ان سے بہت تنگ تھے۔ ''تقریب درمحلی'' میں بھیڑیوں سے متعلق میں عرض کرنا چاہتا تھا اور کرینہ کی خرابی بیان کرنا چاہتا تھا کہ آبِ حرام کام کرینہ کی بڑی ندی کو برباد کرتا ہے اور قریب ہے کہ ایک بار پھر اسے برباد کردے۔ اس طرح کرینہ ایک ایسے راستے پر واقع ہے کہ بادشاہوں کے کارگر اور ایلچی اکثر کرینہ ہی سے گزرتے ہیں۔ جس سے یہاں کے لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ جب میں نے یہ بیان کیا تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا: آئیندہ کیلئے بھیڑیئے لوگوں کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ حرام کام کا پانی کرینہ کی ندی کو خراب نہیں کریگا اور بادشاہوں کے ایلچی وغیرہ یہاں سے نہ گزرینگے۔ چنانچہ آپؒ کی برکت سے پھر بھیڑیوں نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا۔ انہی

دنوں میں بادشاہ وقت کا یہ حکم جاری ہوا کہ آئندہ کیلئے ایلچی لوگ یہاں سے نہیں گزریں گے۔ اسطرح تیس سال سے آبِ حرام کام نے کرینہ ندی کو برباد نہیں کیا اور یہ قصہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو گیا۔

شیخ امیر حسینؒ سے منقول ہے کہ میں ''قصرِ عارفاںؔ'' میں حضرت خواجہؒ کی زراعت کے کام میں مصروف رہتا تھا۔ مجھے آپؒ فرماتے تھے'' جو کام بھی میں تمہارے حوالہ کروں، حقیقت میں اس کام کے کرنیوالے تم نہیں، میں ہوں''۔ آپ کی مہربانی کی برکت سے میں بڑی بڑی نشانیاں مشاہدہ کرتا تھا۔ آپؒ کے ایک ایک دانے کی نفی میں ازخود کر لیتا۔ تا آنکہ ایک دفعہ میرے دل میں یہ بات گزری کہ مقصود تو ہے، خواجہؒ نہیں، بیقراری کے عالم میں قصرِ عارفاں سے میں شہر بخارا گیا۔ حضرت خواجہؒ کلا ل آباد کے دروازے پر ایک درویش کے گھر میں تھے۔ جب میں نے آپؒ کو سلام کیا تو مسکرائے اور کچھ نہ فرمایا۔ میری عجیب حالت ہوئی اور مجھ میں عظیم قبض اور بھاری بوجھ کی کیفیت پیدا ہوئی اور میں بے طاقت ہو گیا۔ مکان سے باہر آ کر میں بیہوش سا ہو گیا اور میرے لئے کام مشکل ہو گیا۔ درویشوں نے میری یہ کیفیت حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا'' جب تک وہ اپنے ذہن کی بات نہ بتا دے چھوٹ نہیں سکتا۔ ناقل (نقل کنندہ) نے کہا کہ ان تمام مشکلات کے باوجود میں اس راز کو کھولنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن جب میری حالت مزید خراب ہو گئی تو میں نے سب کچھ بتا دیا۔ معذرت خواہ ہوا اور معافی مانگی۔ میں نے درویشوں کو سفارشی بنایا اور یوں آپؒ نے مجھے معاف فرمایا اور میری تربیت بدستور فرمانے لگے۔

شیخ امیر حسینؒ سے منقول ہے کہ ایک روز ہمارے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک دوستِ کی ملاقات کیلئے ہم جا رہے ہیں پندرہ روز بعد واپس آئینگے۔ انشاء اللہ، آپؒ غدیوتؔ کی طرف روانہ ہوئے۔ میرے ساتھ ایک دوسرا درویش تھا۔ جب شام کا وقت ہوا۔ مجھ پر حضرت خواجہؒ سے ملاقات کا شوق غالب ہوا جس کی وجہ سے میری طاقت جواب دے گئی۔ میں نے اس درویش کو کہا مجھے یہ فکر لاحق ہے کہ حضرت خواجہؒ غدیوت سے تشریف لائینگے۔ وہ شام گزر گئی، اگلے روز صبح حضرت خواجہؒ غدیوت سے

تشریف لائے۔ ہیبت کی نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا: ''میں نے تم کو کہا تھا کہ پندرہ دن کے بعد میں آؤنگا، تم نے ایک پہاڑ میرے سامنے کھڑا کر دیا، وہاں ہم کیسے جا سکتے؟'' اس کے بعد اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ امیر حسین نے کل شام تمہیں کیا کہا؟۔ درویش نے کہا کہ امیر حسین نے یہ کہا، ''مجھے حضرت خواجہؒ کی غدیوت سے تشریف آوری کا غم ہے'' آپؒ کی خدمت میں میں نے بہت منت سماجت اور عذر خواہی کی۔ آپؒ نے معافی دے دی اور فرمایا کہ جب تمہارا مقصد تمہارے پاس میری موجودگی ہے تو کچھ وقفے کے بغیر میں تمہارے پاس ہوں۔

یہ خیال نہ کر کہ میں اکیلا جارہا ہوں　　جہاں بھی ہوں تمہارے پاس ہوں

یہ طریقہ جاری رکھنا چاہیے اسکے بعد فرمایا کہ راہِ حق میں محبت رکھنے کا طریقہ فقراء صحابہ کرامؓ کا رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لحظہ کیلئے بھی جدائی کو گوارا نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤسائے قریش کی بجائے فقراء صحابہ کرامؓ سے مکمل روابط رکھتے تھے۔ قرآن کرم فرماتا ہے'' کہ صبح و شام ذکرِ الٰہی کرنے والوں کے ساتھ رہیں، اور اپنی دونوں آنکھیں ان کی طرف سے نہ اٹھائیں'' پھر حضرت خواجہؒ یہ مہربانیاں فرما کر اپنے دوست کے پاس تشریف لے گئے اور پندرہ روز کے بعد واپس تشریف لائے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کے غدیوت میں بہت درویش اور محبین تھے۔ جو بھی نیاز مند آپؒ کو اپنے غریب خانہ میں دعوت دیتا تو حدیث رسولؐ کے مطابق اس کی دلداری فرماتے۔ لیکن حضرت شیخ شادی کو یہ گوارا نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی دوسرے کی دعوت ہر شام اس کے غریب خانہ پر تشریف لے جائے۔ شیخ شادیؒ اس رات اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتے رہے کہ میرے مکان کے بغیر یہاں غدیوت میں حضرت خواجہؒ کسی اور مکان میں نہ جائیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں لوگوں کو ہدایت کرنے کی خاطر پیدا کیا ہے۔ تم رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کرتے ہو کہ شیخ بہاؤ الدین صرف ہمارے مکان میں رہے کہیں اور تشریف نہ لے جائے۔ یہ بات کب درست ہو سکتی ہے۔ شفقت اور رواداری سے کام لینا چاہیے سب کچھ اپنے لئے نہیں

مخصوص کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق " سے منقول ہے کہ قرشی میں قیام کے دوران حضرت خواجہؒ کو ایک طویل بیماری لاحق ہوئی۔ آدھی رات کے بعد گوشہ نشینوں کی ایک جماعت آپؒ کی عیادت (بیمار پرسی) کے لئے آئی۔ ان میں ہر قسم کے بزرگ تھے۔ کچھ دیر بعد ان میں سے ہر ایک اپنا مقام اور اپنے احوال بیان کرتا اور اس کے بارے میں آپؒ سے پوچھ لیتا تھا۔ ہر کوئی اپنی زبان عربی، فارسی اور ترکی میں بات کرتا اور حضرت خواجہؒ ہر ایک کو اسکی زبان میں جواب دیتے رہے۔ یہ مجلس رات کے اخیر تک جاری رہی۔ اس رات آپؒ درویش ایمن شاہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ ان کے گھر والے آپؒ کی برکات اور آثار لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہے۔ اس جماعت کے آنے سے قبل وہ ولیہ ہمارے سامنے حکایت بیان کرتی رہی۔ (یعنی صبح کے وقت آپؒ نے خود یہی بات فرمائی)

شیخ خسرو کرمیؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ ایک روز ہمارے خواجہؒ قصرِ عارفاںؔ کے اس باغ کے کنارے کھڑے ایک بوڑھے شخص سے کلام فرما رہے تھے، جہاں اب آپؒ کا مزار ہے۔ اس دوران، میں بھی وہاں پہنچا اور میں نے سلام کیا۔ وہ بوڑھا باغ کی طرف چلا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ خواجہ خضر تھے آپ نے یہ بات دو مرتبہ دھرائی لیکن میں خاموش رہا اور کچھ نہ کہا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میری توجہ انؒ کی طرف نہ ہوئی۔ دو تین روز گزرنے کے بعد میں نے پھر وہی بوڑھا باغِ خانقاہ میں حضرت خواجہؒ سے بات کرتے ہوئے دیکھا۔ اس پر بھی دو ماہ گزرنے کے بعد اس بوڑھے سے بخارا شہر میں میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تبسم فرمایا۔ مجھے گلے لگایا، بسط کی حالت میں میرے ساتھ پیش آئے۔ میرے احوال دریافت فرمائے، جب قصرِ عارفاںؔ میں، حضرت خواجہ کے پاس پہنچا۔ آپؒ نے فرمایا بخارا شہر کے بازار میں تم نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔

شیخ امیر حسینؒ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ایک اہم کام انجام دینے کی خاطر حضرت خواجہؒ نے قصرِ عارفاں سے براستہ فتح آباد، بخارا شہر بھیجا، آپؒ نے فرمایا کہ

رات شہر میں قیام کر کے صبح سویرے آجانا۔ میں روتا رہا اور اپنے نفس سے جنگ کرتا رہا۔ میں اس کو برا بھلا کہتا رہا کہ اے نفس کافر! تم کبھی مسلمان بھی ہو جاؤ گے کہ لوگ تیرے شہر سے نجات پائیں۔ ایک نورانی قومی اور باصفا شخص میرے پاس آیا اور کہا کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ آپ نے کتنی ریاضتیں کیں اور مشقتیں اٹھائیں؟ اس نے بہت سے مشائخ کا ذکر۔ ان کی ریاضتیں بیان کیں اور اس راہ میں ان کے سلوک کو بیان کیا۔ میں نے فریاد کی، اپنے گریبان میں ہاتھ اندر کر کے کچھ خمیرہ مجھے دیا اور کہا کہ روٹی اس سے پکا کر کھانا۔ پھر مجھ سے علیحدہ ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد میں بخارا شہر گیا اور میں نے وہ مہم انجام دی۔ میں نانبائی کے پاس وہ خمیرہ لے گیا۔ جسکا نام عطا تھا۔ اس خمیرہ کو دیکھ کر اس نے بہت تعجب کیا اور کہا میں نے کبھی ایسا خمیرہ نہیں دیکھا۔ میرا حال پوچھا، میں نے کہا کہ حضرت خواجہؒ کے خادموں میں سے ہوں۔ اس نانبائی نے پوری نیاز مندی کے ساتھ اس خمیرہ سے روٹی پکائی۔ میں نے ایک روٹی اسکو بھی دیدی۔ اسکے بعد میں قصرِ عارفاں کیطرف روانہ ہوا۔ شام کے وقت میں دروازہ کلال آباد پہنچا۔ میں نے نماز مغرب وہاں کی مسجد میں ادا کی اور عشاء کی نماز بھی وہاں ادا کی اور میں نے اسی مسجد میں قیام کیا۔ نماز عشاء کے کچھ دیر بعد مجھے سیب کی خوشبو آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مسجد کی طاق سے جو قبلہ کیطرف تھی۔ چودہ عدد سیب آ گرے۔ تو میں نے اسکے ساتھ روٹی کھائی۔ اسی رات میں قصرِ عارفاں چلا گیا۔ فجر کی نماز میں نے قصرِ عارفاں میں حضرت خواجہؒ کے ساتھ ادا کی۔ آپؒ کو میں نے سلام کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جانتے ہو تمہیں خمیرہ دینے والا کون تھا' میں نے نفی میں جواب دیا، آپؒ نے فرمایا کونسی باتیں انہوں نے کیں؟ میں نے من وعن انہیں بیان کر دیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ حضرت علیہ السلام بھی غیر اللہ ہیں اس سے تمہارا کیا کام ہے؟ صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اس کے بعد سیب کا قصہ بیان کیا۔ اور فرمایا کہ خوش قسمتی سے تم نانبائی کے ساتھی ہو گئے۔ آخر کار ہوا ایسا کہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ نانبائی خواجہ (خضر) علیہ السلام کے نزدیک مقبول شخص بن گیا اور آخری عمر تک اسی حالت میں رہا۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت میں مقیم تھے۔ میں، میرا ماموں اور درویش نیکپشاہ باغ ارسلان میں حالتِ قبض میں زیرِ بار تھے۔ البتہ ان کی حالت اتنی سخت تھی کہ اسکی وجہ سے وہ مٹی میں لڑھکتے تھے۔ ان کے سر اور چہرے مٹی سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اسی دوران حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ معاملہ کی رو سے فدیہ دینا چاہیے تاکہ تم کو نجات ہو۔ بنابریں درویش باغ ارسلانی نے ایک ہزار دینار دینے ہیں۔ ایک سو دینار میرے ماموں نے دینے ہیں اور دس دینار میں نے۔ میرے دل میں گزرا کہ درویش باغ ارسلانی کے پاس ایک عدد دنیوی دینار بھی نہیں اور میرے ماموں کے پاس بھی ایک سو دینار نہیں ہیں۔ میرے پاس کل سرمایہ ایک ہزار دینار کا ہے حالانکہ میرے ذمے آپؒ نے دس دینار لگائے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ دنیاوی لحاظ سے یہ معاملہ مطلوب نہیں۔ آشنائی اور اس راہ میں سلوک کی نسبت سے مطلوب ہے۔ اس سے میں بہت متاثر ہوا اور آپؒ سے متعلق میرا یقین اور میری محبت بڑھ گئی۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ حضرت خواجہؒ سے میری محبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے ایک عزیز نے ایک ضروری کام کی خاطر آپؒ کی خدمت میں قصرِ عارفاں بھیجا۔ شیخ امیر حسین اور شیخ محمد جبر کوش دوسرے درویشوں کے ساتھ وہاں اس باغ میں موجود تھے جہاں اب آپؒ کا مزار اقدس ہے۔ ان کے سامنے تیشے اور بیلچے تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر میں خوفزدہ ہو گیا اور کانپنے لگا۔ کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ اپنے مکان کی طرف سے تشریف لائے۔ مجھ سے آپؒ نے پوچھا کہ تمہاری حالت کیوں متغیر ہے؟ میں نے کہا میں جب اس جگہ پہنچا تو میں ڈرنے لگا۔ میں اسکی وجہ نہیں جانتا۔ آپؒ نے فرمایا امیر حسین سے پوچھ کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے امیر حسین سے پوچھا تو اس نے کہا: ''صبح سے درویش حضرات بیلچوں سے مٹی کھود کر حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لا رہے تھے، کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ درویشوں کیلئے کھانا لانے کی غرض سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد ہم نے ایک جوان کو دیکھا کہ حضرت خواجہؒ کے مکان کی طرف سے اسی راستے پر آیا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ

پرندے کی مانند اڑتا تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے سامنے سے بھی اسی حالت میں گزرا۔ ہم بھی اسے دیکھتے رہے۔ ہم نے ارادہ کیا کہ یہ کام چھوڑ کر اس کے پیچھے چلے جائیں۔ اسی دوران حضرت خواجہؒ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اور ہماری طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا ''تم کہاں چلے ہو'' شیخ امیر حسین نے جب یہ بات کہی تو حضرت خواجہؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اسی حالت میں تم یہاں پہنچے تو ان کی حالت کا عکس تم پر پڑ گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس جوان کا قصہ یوں تھا کہ میں نسف سے بخارا آ رہا تھا۔ ایک شخص کو میں نے پرندے کی طرح اڑتا ہوا دیکھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو میں نے اسے کہا، ''غدیتوں کی صحبت کو جب تم نے چھوڑ دیا تو تم یہاں کیسے آ پڑے؟ اس نے درد اور حسرت سے کہا، میں فلاں شہر کا ہوں۔ اس قوم نے مجھے اپنے ساتھ آشنا کیا۔ اپنی صحبت میں مجھے راہ دی اور کافی عرصے تک میں ان کے پاس رہا۔ ایک دن ہم ایک پہاڑ کے اوپر بیٹھے تھے۔ میرے دل میں اہلیہ اور اولاد کی خواہش ہوئی۔ انہوں نے میرے دل کی یہ حالت دیکھ کر خود جانے اور مجھے وہاں چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ میں نے جلدی سے ایک کا دامن پکڑ لیا اور اس سے درخواست کی کہ مجھے ایسی جگہ چھوڑ دو جہاں لوگ ہوں۔ جب میں نے دیکھا تو خود کو یہاں پایا۔ تو میں اس جوان کو نسف سے بخارا لے آیا۔ چھ دن تک وہ ہمارے گھر میں تھا۔ اب جب میں اپنے مکان میں گیا تا کہ ان درویشوں کیلئے کھانا لاؤں اس جوان نے اجازت طلب کی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ میں نے دسترخوان اٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ وہ جوان چلا گیا۔ میں نے درویشوں کی پریشانی کو دیکھا۔ میں مکان سے باہر آیا اور ان درویشوں سے کہا کہ میرے آنے تک کچھ دیر صبر کرو۔ درویش کو چاہیے کہ کسی وجہ سے اپنی جگہ سے نہ حرکت نہ کرے اور اپنے پیر کے بارے میں کسی وجہ سے اسمیں تبدیلی پیدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام کو بھی دیکھ لے تو آپ کیطرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔ جب حضرت خواجہؒ یہ فرما رہے تھے تو آپؒ کی پیشانی میں ہیبت کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ فرمایا کہ سب سے کمتر اور آسان درجہ ہوا میں اڑنا ہے چنانچہ مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ شیخ امیر حسین اور ان درویشوں کی طرف

متوجہ ہو کر فرمایا کہ بیلچہ پر کر کے چھوڑ دیا کرو۔ خواجہؒ نے بیلچے کو اشارہ کیا وہ خود جا کر وہاں مٹی سے خالی ہوا اور پھر وہ درویشوں کے پاس خود بخود آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر سب کے احوال دگرگوں ہوئے۔ خصوصاً مجھ پر اس کا اثر سب سے زیادہ ہوا اور میری محبت حضرت خواجہؒ سے زیادہ ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے بعد میں بخارا شہر چلا گیا اور میں یہ قصہ ان عزیزوں کے سامنے بیان کیا۔ جس سے سارے حیران ہو گئے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے، کہ ہمارے خواجہؒ کے درویشوں میں سے امیر تاج نامی ایک درویش خصوصی شان یہ رکھتا تھا کہ جب درویش حضرات اسے قصرِ عارفاں سے شہر بخارا کسی کام کیلئے بھیجتے تو بہت تھوڑے وقت میں وہاں پہنچ جاتا۔ اسی طرح شہر بخارا سے قصرِ عارفاں بھی تھوڑے وقت میں پہنچ جاتا تھا۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ جب دوسرے درویشوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تو اکثر اوقات پرندوں کی طرح اڑتا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ درویشوں نے مجھے کسی کام کیلئے بخارا بھیجا۔ میں اپنی شان سے وہاں جا رہا تھا۔ اتفاقاً حضرت خواجہؒ بھی اسی وقت بخارا جا رہے تھے۔ میری اس شان پر اطلاع پا کر آپؒ نے مجھ سے وہ صفت سلب کر لی جسکی وجہ سے میں اسی طرح چلنے سے بالکل بے بس ہو گیا۔ میں نے سنا کہ ایک درویش یوں بیان کر رہا تھا کہ ہمارے حضرت خواجہؒ خراسان میں موجود تھے اور درویشوں کے ساتھ اس بارے میں بات چیت فرما رہے تھے کہ میں دوسروں کے احوال اور صفات میں تصرف کر سکتا ہوں۔ میں چاہوں تو کسی کو دے دوں اور چاہوں تو کسی سے لے لوں۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے، کہ ایک دن حضرت خواجہؒ کی خدمت میں آپؒ کے اصحاب موجود تھے۔ کوفین سے لاور نامی ایک ترکی درویش آیا اور حضرت خواجہؒ کو سلام کیا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا آپ کی روح چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہؒ نے اپنے اصحاب کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ میں اس کو دے دوں؟ اصحاب نے عرض کی آپ کی مہربانی تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے اس کی طرف نظر کی اسی وقت اس میں ایسی صفت

اور حالت پیدا ہوگئی جسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اسکی طرف ہر دیکھنے والا اسکا عاشق بن جاتا، یوں آپؒ کی نظر کی برکت سے وہ صاحب مقبول بن گیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کی ہدایت پر قصرِ عارفاں میں بڑا بیلچہ (پشتو میں چارَی کہتے ہیں) کھینچتے رہے۔ اسی دوران محمد جبر کوش (خواجہؒ کا ایک درویش) ریورتون سے یہاں پہنچ گیا۔ ایک صفت اور حال نے اسمیں تصرف کیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل بے قرار تھا۔ بیلچہ کھینچنے والوں سے حضرت خواجہؒ کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ آپؒ اپنے مکان کی طرف گئے ہیں۔ درویش محمد جلدی سے حضرت خواجہؒ کے مکان کی طرف چلا گیا انتہائی پریشانی کے باعث پرندے جیسا اڑ رہا تھا۔ یہاں سے حضرت خواجہؒ کے مکان تک کافی مسافت تھی۔ دوسری بار اڑ کر وہ آپؒ کے مکان کے قریب پہنچ گیا۔ درویشوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کے پیچھے چلنے لگے اور اس کے پاس پہنچ گئے اسی وقت حضرت خواجہؒ بھی مکان سے باہر تشریف لائے اور درویشوں کو آواز دی کہ اس بے بس فقیر سے کیا چاہتے ہو؟ اسکی یہ صفت کوئی کمال نہیں اور نہ ہی یہ قابلِ اعتماد ہے۔ بہت سے بیگانے لوگ ہوا میں پرندوں کی طرح اڑتے ہیں۔ لیکن خدا طلبی اس سے بالاتر ہے۔ درویش حضرات سخت گھبرائے۔ حضرت خواجہؒ نے انہیں فرمایا کہ بیلچہ مٹی سے بھر دیا کرو۔ خواجہؒ کے اشارے سے وہ خود بخود جا کر مٹی سے خالی ہو جاتا اور خود بخود واپس آ جاتا۔ حاضرین اس منظر کو دیکھ کر اپنے کئے پر پچھتانے لگے۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ نے تعمیر کے کام میں کرایہ پر دو آدمی بیلچہ کھینچنے کیلئے لگا رکھے تھے۔ کچھ عرصہ گزرنے پر وہ بیدلی کے ساتھ بیلچہ کھینچنے لگے۔ حضرت خواجہؒ نے ان دونوں کی طرف توجہ کر کے فرمایا مجھ پر احسان جتلانے کی ضرورت نہیں۔ اس بیلچہ کو اشارہ کروں تو یہ خود بخود کام کرنے لگ جائیگا۔ یہ فرماتے ہی بیلچہ خود بخود مٹی سے پر ہو کر دوسری جگہ خود بخود خالی ہو جاتا اور خود بخود بھرنے کی خاطر واپس آ جاتا۔ یہ منظر کو دیکھ کر بہت سے لوگ حضرت خواجہؒ کے عقیدتمند بن گئے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہؒ کے ساتھ قصرِ

عارفاں میں بیلچہ کھینچ رہا تھا۔ کچھ دیر تک کام اس طرح چلتا رہا۔ پھر حضرت خواجہؒ نے ٹھہر کر فرمایا مجھے بیلچہ پکڑنے کی ضرورت نہیں تم بیلچہ کو اپنی طرف پکڑے رہو۔ آپؒ کے اشارے سے وہ بیلچہ خود بخود چلتا رہا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی صرف لطف اندوزی کے شوق میں بیلچے کے ساتھ میں تیزی کے ساتھ آتا جاتا رہتا۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ ایک روز دروازہ کلال آباد پر درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ بہت سے لوگ فتح آباد جا رہے تھے۔ آپؒ نے ایک درویش کو اشارہ کیا کہ ہجوم کے درمیان سے فلاں شخص کو میرے پاس لے آؤ جو پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے آپؒ نے پوچھا کہ غدیتوں سے کیوں علیحدہ ہو چکے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک دفعہ ہم ابی قبیس کی پہاڑی پر تھے۔ ہمارا خالص نام قطب تھا۔ جب بھی ہمیں کھانے کی ضرورت ہوتی تو موجود ہو جاتی ایک دن ہر ایک کے ہاتھ میں آش (ایک قسم سالن) آیا۔ میرے دل میں گزرا اگر سیخ (غالباً کباب) ہوتے تو کیا اچھا ہوتا۔ بس یہ خیال آنے کے باعث میں ان سے دور پڑ گیا۔ اتنا عرصہ سے میں ان کی جدائی پر غمگین ہوں۔ میں جتنی بھی فریاد کروں ان کا شرف صحبت حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت خواجہؒ کے ایک معتقد سے منقول ہے کہ میرے اوائل حال کے عرصہ میں حضرت خواجہؒ حمام میں تھے۔ اپنے یقین کی پختگی کی خاطر میرے دل میں خلاف عادت کرامات دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ حمام میں مجھے سخت پیاس لگی۔ اسی وقت حضرت خواجہ نے مجھے ٹھنڈا پانی لانے کا کہا۔ حمام سے باہر آ کر ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ بھرا تا کہ آپ کی خدمت میں لیکر جاؤں لیکن میرے دل میں یہ آیا کہ پہلے میں پی لوں اور دوسرا آپؒ کے پاس لے جاؤں لہذا اسی طرح میں نے کیا۔ پھر دوسرا پیالہ بھرا جب میں آپؒ کی خدمت میں اسے لے گیا۔ تو آپؒ نے فرمایا ''تم نے اپنے خیال پر کیوں عمل کیا کہ تم نے وہ پی لیا'' یہ ایک کرامت ہے جس سے مجھے یقین حاصل ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہؒ موسم سرما میں نسف میں قیام پذیر تھے۔ آپؒ وہاں سے بخارا جانے لگے ۔ اس سفر میں آپؒ کے ساتھ خواجہ محمد نبیرہ، فرزند

مولانا حافظ الدین کبیر بخاریؒ بھی تھے۔ اس دن موسم ابر آلود تھا۔ نسف کے درویشوں نے ٹھہرنے کی التجا کی لیکن آپؒ نہ ٹھہرے۔ آپؒ کے ساتھ کافی درویش حضرات بھی شامل تھے۔ بارش شروع ہوئی اور برابر بڑھتی جارہی تھی۔ آپؒ نے حضرت خواجہ محمدؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بارش کو کہہ دو کہ تھم جائے۔ خواجہ، آپؒ کے سامنے اس قسم کی بات کرنے کے روادار نہ تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں آپ کو کہتا ہوں کہ بارش کو تھم جانے کے لئے کہہ دو۔ آپ کیوں نہیں کہتے؟۔ آخر خواجہ صاحب نے آپؒ کے حکم سے ویسا ہی کیا۔ فوراً بارش تھم گئی۔ فضا صاف ہوگئی۔ اور سورج چمکنے لگا۔ حاضرین میں ایک حال ظاہر ہوا۔ نسف سے جاتے ہوئے بہت روئے اور آپؒ کے رکاب کو بوسہ دینے لگے اور پھر واپس لوٹے۔

امیر حسینؒ سے منقول ہے، کہ ہمارے حضرت خواجہؒ ایک دفعہ اسی باغ میں موجود تھے جہاں آج کل آپؒ کا مزار اقدس ہے۔ امیر سید کلالؒ کے صاجزادے امیر برہان الدینؒ نے آپؒ کے لئے کچھ مچھلی لائی تھی۔ حضرت خواجہؒ پکانے میں مصروف تھے۔ جب مچھلی کو تنور میں رکھدیا تو ہر طرف سے بادل چھا گئے یہ بہار کا موسم تھا۔ حضرت خواجہؒ نے امیر برہان الدین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ بارش کو تھمنے کیلئے کہہ دو تا کہ بارش ہماری اس جگہ پر نہ برسے۔ انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کر کے عرض کی کہ ہم اس کے لائق نہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا میں تمہیں کہتا ہوں۔ امیر برہان الدین نے مجبوراً ویسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہاں تھوڑی سی بوندا باندی ہوئی اور ارد گرد اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ ہر جگہ پانی جمع ہو گیا۔ یہ منظر دیکھنے سے حاضرین کا آپ کے متعلق اور زیادہ یقین ہو گیا۔

ایک دانشمند سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہؒ موسم بہار میں کش مقام پر قیام پذیر تھے۔ یہاں موسم بہار میں معمول سے زیادہ بارشیں ہوتی تھیں۔ آپؒ نے ایسے کمرے میں قیام فرمایا تھا جس کی چھت ٹپکتی تھی۔ مگر جس وقت آپؒ نے اسکے اندر قدم مبارک رکھا تو اسکا ٹپکنا بالکل بند ہو گیا اور پانچ شبانہ روز مسلسل بارش جاری رہنے کے باوجود اس چھت نے ٹپکنے کا نام نہ لیا۔ حالانکہ بارش سے متاثر ہو کر کش میں بہت سی

عمارتیں اور آبادیاں گر گئیں۔ یہ منظر کو دیکھ کر بہت سے لوگ آپؒ کی کامل ولایت کے قائل ہو گئے کہ اسی طرح اولیائے کرام کی نظریں نشانیاں دکھاتی رہتی ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ ایک دوست کے مکان پر تشریف لے گئے بہار کا موسم تھا اس دن زوروشور سے بارش ہو رہی تھی۔ اس مکان کی چھت سے پانی ٹپک رہا تھا۔ مگر حضرت خواجہؒ نے وہاں قیام فرمایا۔ صاحب مکان عزیز پریشان ہوئے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ تسلی رکھو۔ درویشوں کے قدم رکھنے کی برکت سے پانی ٹپکنا بند ہو جائیگا۔ آپؒ کی زبان مبارک سے بات نکلنے کی برکت سے پھر وہ چھت ٹپکنا بند ہو گئی۔ جب تک آپؒ وہاں موجود رہے۔ چھت سے پانی ٹپکنا بند رہا حالانکہ وہ سارا عرصہ بارش برستی رہی۔ کئی عمارتیں وہاں گر گئیں اور اس علاقے کے کئی مکانات منہدم ہو گئے۔ آخری دن جب آپؒ نے وہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس مکان کے مالک نے آپؒ کے لئے کھانا تیار کیا۔ دسترخوان بناتے وقت اس عزیز نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ دسترخوان میں روٹیاں زیادہ رکھنا۔ گھر والوں کو خیال آیا کہ اس طرح ہمارے لئے تھوڑی سی روٹیاں بچیں گی لہذا بیدلی کے ساتھ دسترخوان میں روٹیاں رکھدیں۔ جس سے مالک مکان عزیز پر کافی بوجھ (غم کا) پڑ گیا۔ جب دسترخوان بچھا دیا گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ روٹی کھا جائیگی؟ اس عزیز پر اس بات سے زیادہ بوجھ پڑ گیا۔ جب گھر والے سمجھ گئے کہ آپؒ ہماری بے دلی کو بھانپ گئے ہیں تو آپؒ نے مہربانی فرما کر کہا: اگرچہ گھر والوں نے دسترخوان پر بے دلی کے ساتھ روٹیاں رکھی ہیں لیکن ہم تمہاری دلجوئی کی خاطر یہ روٹی کھاتے ہیں۔ آپؒ نے وہ روٹی کھالی۔ جب اس عزیز نے وہ دسترخوان اٹھایا تو گھر والوں نے دیکھا کہ بہت سی روٹیاں بچی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے وہ بڑے حیران ہوئے۔ اسکے بعد جب آپؒ نے اس مکان سے قدم مبارک باہر رکھا۔ تو وہ چھت ٹپکنی شروع ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پرنالہ بہہ رہا ہے۔ اس عزیز نے آپؒ کو یاددہانی کرائی کہ آپؒ نے فرمایا تھا کہ یہ چھت پھر نہیں ٹپکے گی۔ آپؒ نے فرمایا، ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا۔ لیکن ایسا گھر والوں کی بے دلی کے باعث ہوا۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ ہمارے حضرت خواجہؒ نسفؔ سے بخارا جا رہے تھے۔ سورج برج جوزا میں تھا۔ اور موسم کافی گرم تھا۔ اور بہت سے درویش بھی آپؒ کی متابعت میں جا رہے تھے۔ چاشت کا وقت ہو گیا تھا۔ خواجہؒ نے فرمایا ''گدھوں پر بوجھ لاد لو' درویشوں نے کہا، فضا کافی گرم ہے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ بلا توقف چلنا چاہیے۔ درویش حضرات روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے اس ضعیف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ''فضا گرم ہے''؟ میں نے کہا، ''ہاں'' میری گردن جل گئی۔ اتفاقاً آپؒ نے نمدی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ جسکی وجہ سے آپ سورج کی شعاعوں سے بچاؤ کئے ہوئے تھے۔ آپؒ نے فوراً سورج کے سامنے کی جگہ سے ٹوپی نے کھول دی جسکی وجہ سے سورج کی گرمی آپؒ کی گردن مبارک پر بھی پڑنے لگی پھر فرمایا کہ میری گردن بھی جلتی ہے۔ اسکے تھوڑی دیر بعد بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ آہستہ آہستہ ساری فضا ابر آلود ہو گئی اور گرم ترین موسم پورا طرح خوشگوار ہو گیا۔ آپؒ نے فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں اس وقت وہ کس طرح جلا سکتا ہے'' یہ دیکھ کر ان درویشوں کی حالت دگرگوں ہو گئی۔

شیخ خسروؒ نے مولانا عارفؒ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ہم حضرت خواجہؒ کے ساتھ ایک راستے جا رہے تھے۔ یہ سخت سردی کا موسم تھا ہمارے پاؤں میں موزے تھے اور نہ جوتے۔ بڑے پیمانے پر برف باری شروع ہو گئی۔ ہم انتہائی پریشان ہوئے۔ میں نے حضرت خواجہؒ کی طرف توجہ کر کے عرض کی کہ یہ حالت ہے آپؒ نے ہیبت سے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ فوراً برفباری بند ہو گئی اور فضا خوشگوار ہو گئی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ''ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت میں درویش اسحاق کے گھر مقیم تھے۔ درویش حضرات کھانے کے انتظام میں مصروف تھے۔ تنور میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اسی دوران حضرت خواجہؒ نے اپنا ہاتھ مبارک تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر تک آگ ہی میں رکھا۔ جب اپنا ہاتھ مبارک باہر نکالا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک بال کو بھی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

؎ حضرت خلیل اللہؑ آگ کو فرما رہے تھے۔ اگر میرا ایک بال بھی باقی ہے تو اسے جلا دے۔ یہ احوال مشاہدہ کرنے کی وجہ سے سب کو گرمی لگنے لگی۔

ایک درویش سے منقول ہے، کہ جس دن حضرت خواجہؒ کا بیٹا فوت ہوا۔ آپؒ نے فرمایا ہمارا یہ حادثہ بالکل سنت نبوی کے مطابق ہوا۔ آپ کے صاحبزادے بھی فوت ہوگئے اور ہمارے بھی۔ یہ رب کریم کا کام ہے۔ اس طرح ہمارے سارے اعمال سنت نبوی کے مطابق ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ روٹی پکانے کی نوبت آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تنور میں روٹی لگانے کا فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک تندور میں روٹی لگائے۔ انہوں نے بھی لگائیں اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لگائیں۔ تندور کا سر ڈھک کر کچھ دیر بعد کھولا تو صحابہ کرامؓ کی لگائی ہوئی روٹیاں پک گئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لگائی ہوئی روٹی بالکل کچی ہی تھی۔ ہم نے بھی اسی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا۔ درویشوں کی روٹیاں پک گئیں اور جو ہم نے روٹی لگائی تھی وہ کچی رہی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ کسی طرف جارہے تھے اور شیخ امیر حسینؒ بھی آپؒ کی تابعداری میں ساتھ جارہے تھے۔ جب ایک ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپؒ نے پل کے اوپر کھڑے ہوکر امیر حسینؒ کو فرمایا کہ قربانی دینے کا وقت ہے۔ خود کو ندی میں ڈال دو۔ انہوںؒ نے حکم کی تعمیل کی اور پانی میں ڈوب گیا۔ آپؒ پل سے گزر گئے تو پانی اسی طرف اتر آیا۔ بہت دیر تک وہاں تشریف فرما رہے۔ آپؒ کے چند اصحاب بھی ساتھ تھے۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ امیر حسین! پانی سے باہر آجاؤ۔ شیخ امیر حسینؒ جب باہر آئے تو ان کے کپڑے بالکل خشک تھے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پانی کے اندر تمہارا کیا حال تھا؟ انہوں نے عرض کیا بہت اچھا حال تھا۔ آپؒ کے حکم سے جب میں نے خود کو پانی میں ڈالا تو میں نے خود کو صاف گھر میں پایا۔ کچھ دیر کے بعد اس میں دروازہ بھی دکھائی دیا۔ جب آپؒ نے باہر نکلنے کا حکم دیا تو میں اس دروازے سے باہر نکل آیا اور آپؒ کے پاس پہنچ گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ میرا باپ غدیوت میں رہ کر وہاں کے حکام کی ملازمت اختیار کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خالص اپنے فضل و کرم سے مجھے حضرت خواجہؒ

کے ساتھ محبت کرنے کا شرف بخشا۔ میرے والدین نے ایک درویش کو سخت سست کہا تھا جس کی وجہ سے وہ درویش اور حضرت خواجہؒ میرے والدین سے ناراض ہو گئے۔ میرے والدین پر مصائب اور حادثات آنے لگے۔ جسکی وجہ سے ان کی حالت بڑی خراب ہوگئی۔ میرا باپ نشے کا عادی بن گیا۔ یہاں تک کہ چار ماہ کے عرصہ میں نوبت اس حد تک پہنچی کہ اکثر اوقات اسے حمام کی ملازمت کی ضرورت پڑتی اور عرصہ سے اس سے میری ملاقات نہ ہو سکی تھی۔ ایک دن میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پہنچا۔ آپؒ نے فرمایا کہ میں فلاں حمام میں گیا تھا جب میں نے تمہارے باپ کو دیکھا تو مجھے اس پر رحم آ گیا۔ تم کو وہ یاد کر رہا ہے جا کر اسکی خبر لو۔ میں نے آپؒ سے التجا کی کہ میں انکی خبر لینے جا رہا ہوں۔ آپؒ اس موقعہ پر انکی تکلیف اور مصیبت دور ہونے کی دعا فرمایئے۔ آپؒ نے مہربانی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم اس کے پاس پہنچ جاؤ تو اسے یہ الفاظ کو دھرانے کے لئے کہنا الفاظ یہ ہیں

''یَاغِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنِیْ'' اس سے وہ صحتیاب ہو جائیگا۔ میں نے آپ کا بتایا ہوا وظیفہ اسے بتایا۔ تین چار بار ان کلمات کو دھرانے کی برکت سے وہ ٹھیک ہو گیا۔ دوسرے دن وہ غدیوت جانے لگے۔ سواری پر سوار ہو کر جب چوک پہنچے تو آپؒ مسجد کے دروازے پر تشریف فرما تھے۔ میرے والد سواری سے اتر آئے۔ آپؒ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا اور اپنی صحتیابی کا ذکر کیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اپنے والد کو اپنی سواری کراؤ۔ اس کے لئے جب میں نے انکے پاؤں پکڑے تو انہوں نے مجھے پیچھے ہٹا دیا اور کہا کہ اگر چہ تم میرے بیٹے ہو لیکن حضرت خواجہؒ کے درویش ہونے کے ناطے میں اس لائق نہیں ہوں کہ تم میری خدمت کرو۔ جب خواجہؒ نے انکے باپ کو فرمایا کہ اسے خدمت کرنے دیجیے تو انہوں نے عرض کیا کہ جب میرا بیٹا آپؒ کے قریب ہے۔ تو میں کیوں قریب نہیں ہوں؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کی وجہ سے تم کو بھی اتنا قرب حاصل ہوگا کہ باایمان فوت ہو جاؤ گے اگر چہ تمہاری زندگی غربت اور تنگدستی کی رہیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ باایمان فوت ہوئے۔

اے اللہ! ہم سب کو باایمان موت نصیب فرما، اور اپنے اولیائے کرام کی

محبت کو اپنے لطف و کرم سے ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بنا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت سے باغ ارسلان کی طرف جا رہے تھے۔ اس قصبے کے قریب ایک مجذوب سے آپؒ کی ملاقات ہوگئی۔ ایک جگہ اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس نے آپؒ کی شان میں بے ادبی کی اور بڑی غلط بات یہ کی کہ میں آپ اور آپ کے خدا تعالیٰ پر افسوس کرتا ہوں۔ حضرت خواجہؒ انتہائی متغیر ہو گئے۔ اسکے بعد دو دفعہ فرمایا۔ ''قدرت کے بعد معافی'' اور پھر غدیوت کی طرف روانہ ہو گئے۔ مجذوب نے کہا کہ اپنے کسی درویش سے فرمایئے کہ مجھے گلے لگائے۔ خواجہؒ نے فرمایا کہ درویش کا تعین تمہارے ذمہ ہے۔ مجذوب نے کہا کہ شیخ امیر حسینؒ کو فرمایئے کہ مجھے گلے لگائے۔ خواجہؒ نے شیخ امیر حسینؒ کی طرف اشارہ کیا۔ جب امیر حسینؒ نے اسے گلے لگایا۔ اسکی حالت خراب ہوگئی۔ وہ گر پڑے اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ مجذوب حیران ہو کر آپؒ کے پیچھے دوڑتا رہا جب آپؒ کے پاس پہنچا تو صورتِ حال بیان کی۔ خواجہؒ نے فرمایا اس نے اچھا کیا کہ مر گیا۔ ''وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے'' اس کا گور، کفن تیار کر کے اسے دفن کیجیے۔ مجذوب نے زاری اور فریاد شروع کر دی اور التجا کی کہ کوئی تدبیر فرمایئے۔ جب مجذوب کی بیچارگی بڑھ گئی اور حضرت خواجہؒ اسکی طرف التفات نہیں فرما رہے تھے۔ تو مجذوب نے ہر ایک درویش سے سفارش کی التجا کی کہ وہ اس معاملے کو حضرت خواجہؒ سے سلجھانے کی درخواست کرے۔ حضرت خواجہؒ نے اس مجذوب کی طرف توجہ کر کے فرمایا۔ ''جو کوئی مجھ اور میرے خدا تعالیٰ پر افسوس کرتا ہے اس قسم کی مشکلات سے دو چار ہونا اسکا حق ہے''۔ مجذوب اسی طرح منت سماجت کرتا رہا۔ تمام درویشوں نے یک زبان ہو کر حضرت خواجہ کی خدمت میں اسکے لئے معافی کی درخواست پیش کی اگرچہ اس نے برا کیا۔ کافی بے ادبی کی مگر اس وقت وہ اپنے کئے پر پشیمان ہے۔ خواجہؒ مہربانی فرما کر واپس لوٹے۔ اپنا پیر مبارک جوتے سے نکال کر شیخ امیر حسینؒ کے سینے پر رکھ دیا۔ اسمیں روح واپس آ گئی اور حرکت کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ خواجہؒ نے فرمایا جب میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے سیر کی تو اسکی روح کو چوتھے آسمان میں پایا۔ میں نے اسے

وہاں سے واپس لوٹایا ہے۔ اسکی زندگی کی حقیقت ان درویشوں کی حقیقی زندگی کا باعث بن گئی اور ان کا یقین حضرت خواجہؒ کی ولایت کے بارے اور مضبوط ہو گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ نے شیخ شادیؒ کو فرمایا کہ اپنے تمام بیل بیچ ڈالو۔ اس نے حکم کی تعمیل میں سوائے سرخ بیل کے باقی اپنے سارے بیل بیچ ڈالے۔ حضرت خواجہؒ نے غدیوت میں آ کر شیخ شادیؒ کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا اس صحبت میں زیادہ غدیوت کے درویش تھے۔ کچھ دیر کے بعد شیخ شادی کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کے اندر سے ایک ایسی آواز آ رہی تھی گویا کوئی اخروٹ کوٹ رہا ہو۔ حضرت خواجہؒ نے شیخ شادیؒ کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ ہم تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا رہے۔ وہی سرخ بیل تجھے سینگ مار رہا ہے جسکی آواز حاضرین بھی سن رہے ہیں۔ حضرت خواجہؒ یہی فرماتے رہے کہ ہم کیا کریں وہی سرخ بیل ہے جو تجھے سینگ مار رہا ہے۔ اس کے بعد ان درویشوں نے حضرت خواجہؒ سے معافی کی کافی درخواستیں کیں۔ آپؒ نے شیخ شادیؒ کو معاف فرما دیا۔ یہ منظر دیکھ کر سارے حضرات مضبوطی سے آپؒ کے عقیدتمند بن گئے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوت میں مقیم تھے اور باطن میں ایک کے ساتھ شفقت فرماتے تھے تا کہ وہ اس راستہ پر آ جائے۔ اس شخص نے مجھے (غالباً) مصری دے دی کہ میں اسے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پہنچاؤں۔ حضرت خواجہؒ نے وہ مجھ سے قبول نہ کی۔ اور میں نے واپس اس شخص کو دے دی۔ اس شخص نے آپؒ کی ولایت بیان کی اور کہا کہ یقیناً ایسا ہی ہے وہ مصری جو میں حضرتؒ کی خدمت میں آپ کے ہاتھ بھجوائی تھی تو بھیجتے وقت میں نے کہا تھا۔ اگر آپؒ ولی اللہ ہونگے تو اسے قبول نہیں فرمائیں گے۔ البتہ اس دفعہ لے جاؤ۔ آپؒ اسے قبول فرمائینگے۔ واقعی جب میں نے دوسری بار آپؒ کے سامنے پیش کی تو قبول فرمالی اور مجھے فرمایا۔ محفوظ کر لو، اسکے بعد وہاں سے کسی دوسری طرف چلے گئے۔ کچھ مسافت طے کرنے کے بعد ایک عقیدتمند نے انار کا ایک ٹوکرا آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سے آپؒ نے ایک انار مجھے دے دیا کہ یہ اس شخص کو پہنچا دو اور فرمایا کہ اسمیں ایک

سر بمہر راز ہے اور یہ بیت پڑھتے رہے۔

۔ "دو دوستوں کے درمیان سر بمہر بات ترجمان یا ایلچی کو بتانا ظلم اور ناجائز ہے"۔

جب میں نے وہ انار اس کو پہنچایا تو اسکی حالت متغیر ہوئی۔ اس نے کہا کہ دوسری بار جب میں نے مصری تم کو دی تو میرے دل میں یہ بات تھی کہ مصری کو قبول فرمائیگے اور ایک انار میرے پاس بھجوائیں گے۔ مجھے یقین ہوا کہ حضرت خواجہؒ مضبوط اور صاحبِ کمال بزرگ ہیں۔ چنانچہ وہ شخص آپؒ کی نظر کی برکت سے اس حق راستے پر آ گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ بخارا کا ایک ظالم قصرِ عافاں کے نام پر ایک قسم کا چیک یا بینک ڈرافٹ لا رہا تھا۔ اتفاقاً وہ حضرت خواجہؒ سے ملا۔ اس نے آپؒ کو پیش کیا، آپؒ نے فرمایا کہ اس قصبہ کے لوگوں کے پاس لے جاؤ۔ اس ظالم نے آپؒ کی بے ادبی کی۔ اس نے خواجہؒ کا پہنا ہوا پرانا پوستین کھینچ لیا اور اس کے ساتھ آپؒ کو ایک لات ماری اور وہاں سے غدیوت چلا گیا۔ رات کو کسی حرم پر دست درازی کرنے کے باعث اس کا کسی نے سر کاٹ دیا۔ جس سے اس کے شر سے لوگوں نے نجات پائی اور اس کی ہلاکت دوسروں کی زندگی کی موجب بنی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ غدیوت میں ایک ندی کے کنارے پر تھے۔ آپؒ نے ایک درویش سے کہا کہ بید (خرولہ) درخت کی ایک لکڑی کاٹ کر لاؤ کہ اس سے ہم دستہ بنانا ہے۔ اس نے بید کی درخت سے ایک لکڑی کاٹی اور حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لایا۔ غدیوت کے ایک ظالم نے آ کر اس درویش کو پیٹنا شروع کر دیا جس نے وہ لکڑی کاٹی تھی۔ آپؒ نے فرمایا یہ گناہ میرا ہے، اسکا نہیں۔ مجھے پیٹ لے لیکن وہ بدستور اس درویش کو پیٹتا رہا اور خواجہؒ یہی فرماتے رہے کہ مجھے مار۔ بالآخر اس ظالم نے بایاں پاؤں حضرت خواجہؒ کی طرف بڑھا کر آپؒ کو ایک لات ماردی اور غصے کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ ندی کے کنارے پر ایک چمن تھا۔ جسمیں ایک پرندے کے پیچھے اس نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ دوڑ کے دوران گھوڑے سے گر پڑا اور وہی بایاں پاؤں رکاب میں پھنسا ہوا تھا جس سے حضرت خواجہؒ کو لات ماری تھی۔ وہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا اور یوں وہ ظالم ہلاک ہوا۔ یہ

منظر دیکھ کر بہت سے لوگ آپؒ کے عقید تمند اور محب بن گئے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ دروازہ کلال آباد پر ایک درویش کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد کسی جانور کے سموں کی آواز سنائی دی جو فتح آباد کی طرف سے آرہا تھا اور اس حجرے کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ خواجہؒ نے حجرے کے اندر سے آواز دی نیکبیشاہ، اندر آجاؤ، تم جو چاہتے ہو وہ یہاں ہے اور تمہارا مقصد یہاں پورا ہوگا۔ جب نیکبیشاہ اندر آیا تو خواجہؒ نے فرمایا ''تمہارے خچر کو ہم نے پشتہ فراجون سے واپس کر دیا ہے۔ ہم جانتے تھے کہ تم طلب حقیقی کی خاطر ترمذ جا رہے تھے۔ میں نے کہا بے ہمتی ہوگئی کہ طالب یہاں سے ترمذ کی طرف چلا جائے۔ نیکبیشاہ نے کہا کہ حقیقت یہی تھی جیسا کہ آپؒ نے فرمایا۔ جب ہم پشتہ فراجون پہنچے تو خچر رک گیا اور میں نے بڑی کوشش کی خچر ایک قدم بھی آگے نہیں جاتا تھا۔ میں نے مصلحت اس میں سمجھی لی کہ خچر کے لگام کو بالکل چھوڑ دوں تاکہ اپنی مرضی پر کہیں چلا جائے۔ یوں وہ سیدھا آکر یہاں ہی ٹھہرا اور اسی حجرے ہی کے سامنے رکا۔ حجرے میں موجود تمام لوگ بڑے حیران ہوئے اس کے بعد وہ شخص مقبول ہوگیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہؒ شیخ امیر حسینؒ پر شفقت فرماتے ہوئے اسے یہ سرزنش کر رہے تھے کہ میں نے تمہیں فلاں زمین کو ہموار کرنے کے بارے میں کہا تھا کہ پانی کو جذب کر سکے لیکن تم نے اس بارے میں کوتاہی کی۔ اتفاقاً مجلس میں حضرت مولانا حسام الدین، خواجہ یوسف اور دیگر علماء موجود تھے جو ہمارے خواجہؒ کے عقید تمند اور محب تھے اور قصرِ عارفاں کے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اس موقعہ پر قصرِ عارفاں کے حسن نام کے ایک شخص نے التجا کی کہ امیر حسین کو معاف کیجیے۔ حضرت خواجہؒ نے اسے فرمایا کہ خاموش رہو ''میں امیر حسین پر شفقت کرتا ہوں تم نہیں جانتے، اس کے باوجود حسن نامی شخص بار بار یہی درخواست دھراتا رہا۔ آخرکار حضرت خواجہؒ اسکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے امیر حسین کو تمہارے حوالہ کر دیا۔ تم جانو اور وہ جانے۔ اسی وقت امیر حسین کی حالت تبدیل ہوگئی۔ اپنا سر کچھ اوپر اٹھا کر زمین پر پھٹکتا اور اس سے اخروٹ توڑنے جیسی آواز آرہی تھی۔ اسکی وجہ سے اہل

مجلس پر ایک ہیبت طاری ہوگئی اور موجود لوگوں میں سے کسی کو بھی حضرت خواجہؒ سے امیر حسین کے بارے میں درخواست کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ خواجہ علاؤالحقؒ نے مولانا حسام الدینؒ اور خواجہ یوسفؒ کی طرف اشارہ کیا۔ ان تمام علماء نے مل کر آپؒ کی خدمت میں درخواست کی۔ آپ خواجہ یوسفؒ اور دوسرے اکابر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ میں نے آپ حضرات کی خاطر امیر حسین کو معاف کیا۔ فوراً اسکی حالت بدل گئی اور وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

ایک عزیز سے منقول ہے کہ میں ایک دن حضرت خواجہؒ کی ملاقات کی خاطر تیزی کے ساتھ گیا اور آپؒ کے قریب بیٹھ گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ مجھ سے دور بیٹھ جا کہ یہ قریب ہونے کا وقت نہیں جس قدر تم میرے قریب ہوگے تم پر افتاد پڑیگی۔ اس عزیز نے کہا جب میں آپؒ کے اس حجرے باہر نکلا تو ظالموں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے ایک ہزار دینار طلب کیے اور مجھے بہت تنگ کیا۔ کوشش کر کے بمشکل میں نے ان کے چنگل سے نجات پائی۔ اور مجھے وہ بات یاد آ گئی جو درویش حضرات سے میں نے کئی دفعہ سنی تھی۔ وہ یہ کہ حضرت خواجہ کا حوالہ دیکر کہا کہ آپؒ فرماتے تھے ''اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ اس طائفہ سے مناسب وقت پر مجھے ملنے کی توفیق دی گئی اور ان سے دور رہنے کے موقع پر مجھے ان سے دور رہنا نصیب ہوا۔ ان حضراتؒ سے وہی لوگ فیضیاب ہوسکتے ہیں جو ان کے احوال واقوال کے جاننے والے ہوں کیونکہ ان کی صحبت شریف سے کبھی عطا اور کبھی بلا ملتی ہے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہؒ نے قصرِ عارفاں میں مجھے فرمایا کہ ہمارے گھر میں ساٹھ من گندم ہے اسے شہر بخارا لے جانا ہے۔ اس گندم سے میں نے دو من لے کر دوسری جگہ رکھ لی۔ کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ نے آ کر شیخ امیر حسین کو فرمایا کہ یہ گندم جوال میں ڈال دو۔ امیر حسین اس کام میں لگ گئے اور حضرت خواجہؒ سے پوچھا یہ گندم کتنی مقدار میں ہے؟ میں نے کہا یہ ساٹھ من ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ساٹھ من نہیں ہے۔ یہ فرما کر اپنے دولت خانہ پر چلے گئے اور شیخ امیر حسین بھی ایک کام میں مصروف ہوگیا۔ میں حیران ہو کر سوچتا رہا اور

اپنے دل میں کہتا رہا کہ اگر آپ سمجھ گئے ہیں کہ یہ گندم ساٹھ من نہیں تو یہ بھی جانتے ہیں کہ دو من میں لے چکا ہوں۔ میں نے وہ دو من گندم لا کر جوال میں ڈال دی۔ کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ آ گئے اور شیخ امیر حسین کو فرمایا کہ یہ گندم گدھے پر لاد دو اور شہر بخارا کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ اس وقت پھر شیخ امیر حسین نے کہا کہ یہ گندم کتنی مقدار میں ہے؟ خواجہؒ نے فرمایا کہ یہ ساٹھ من ہے۔ شیخ امیر حسین متعجب ہوئے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں عرض کی کہ آپؒ نے اس وقت فرمایا کہ یہ گندم ساٹھ من نہیں اور اب فرماتے ہیں کہ ساٹھ من ہے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اس وقت ساٹھ من نہیں تھی اور اب ساٹھ من ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحق ؒ سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ بازار میں جا رہے تھے کہ ایک شخص کو فروخت کی غرض سے شیرینی کا کوزہ اٹھائے ہوئے دیکھا۔ حضرت خواجہؒ نے اسے توڑ دیا۔ حاضرین کو عمل ناگوار گزرا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اسمیں چوہا مرا ہوا پڑا تھا۔ اس زیرکی پر لوگوں نے تعجب کیا اور انکی بددلی نیکدلی میں تبدیلی ہوگئی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ ایک ندی کے کنارے سے گزر رہے تھے۔ ایک لڑکے نے ندی کے کنارے پر ایک صراحی رکھی ہوئی تھی۔ آپؒ نے اسے توڑ دیا۔ لڑکا رونے لگا خواجہؒ نے ایک درویش کو بازار میں اسلئے بھیجا کہ اس لڑکے کے لئے بازار سے صراحی خرید لائے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ صراحی ناپاک تھی۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ اس باغ میں تشریف فرما تھے جہاں اب ان کا مزارِ اقدس ہے اور میں دوسرے درویش کے ساتھ آپؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپؒ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد آپؒ میں ہیبتناک حالت پیدا ہوئی۔ وہ درویش بے ہوش ہو گیا۔ آپؒ اٹھ کر تالاب کے گرد گھومنے لگے۔ کچھ دیر بعد سیب کے ایک درخت کو گلے لگایا اس کے کچھ دیر بعد آپؒ کا وجود مبارک اتنا بڑا ہو گیا کہ سارا باغ آپؒ سے پر ہو گیا۔ میں نے ہر چیز میں آپؒ ہی کا وجود

دیکھا۔ پھر میں آپؒ کا وجود مبارک چھوٹا ہوتا دیکھا یہاں تک کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپؒ کے وجود مبارک اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور آپ اس درخت سیب کو اپنے ہاتھوں میں گھیرے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں انتہائی حیران ہوا، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ عزیزانؒ سے بھی ایسے احوال منقول ہیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ جب ہمارے خواجہؒ قصر عارفاں میں مقیم تھے۔ ایک دن جب مؤذن نے وہاں کی مسجد میں عصر کی اذان دی۔ اسی دوران غدیوت سے ایک ایلچی نے آ کر اطلاع دی کہ آپؒ کے فلاں درویش کا ماموں بیمار ہے۔ آپؒ کو ہمارے ماموں کے ساتھ التفات تھا۔ اس کے بارے باتوں میں مصروف تھے کہ اقامتِ نماز ہو گئی۔ آپؒ نے نمازِ عصر ادا کی۔ اپنے وظیفے پڑھے اور کھڑے ہو گئے۔ ابھی جائے نماز سے اٹھے نہیں تھے کہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا۔ نماز عشاء کے بعد غدیوت سے یہ خبر پہنچی کہ تیرا ماموں فوت ہو چکا ہے۔ اس خبر لانے والے سے پوچھا کہ کس وقت فوت ہوا؟ اس نے کہا کہ نمازِ عصر کا وقت تھا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہؒ قصر عارفاں میں مقیم تھے۔ ابراہیم نامی آپؒ کا ایک درویش آپؒ کی صحبت میں شمولیت کی خاطر غدیوت سے یہاں آیا۔ آپؒ نے اس سے پوچھا کہ تم پا پیادہ آئے ہو یا گدھے پر؟ اس نے کہا کچھ راستہ میں نے دراز گوش پر اور کچھ پا پیادہ طے کیا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر تم ہمارے ساتھ محبت کے دعویدار ہو تو یہاں آنے کیلئے پورا راستہ پیدل کیوں طے نہ کیا۔ وہ درویش رونے لگا اور آپ اسی وقت قصبہ باغِ ارسلان کی طرف روانہ گئے۔ آپؒ جب وہاں پہنچے تو بڑا اجتماع ہو گیا۔ درویش اور نیاز مند حضرات اکٹھے ہو گئے اور بڑی خوشگوار صحبت بن گئی۔ وہ ابراہیم غدیوتی بھی آپؒ کے بعد باغِ ارسلان پہنچ گیا۔ وہ بدستور روتا اور فریاد کرتا رہا۔ باغِ ارسلان کے مجمع نے اس کے حال پر رحم کھا کر آپؒ کی خدمت میں اسکی معافی کیلئے درخواست کی۔ آپؒ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسکی طرف التفات فرمایا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اسکی سانس بالکل چلی گئی۔ وہ لوگ حیران ہو گئے اور یہ یقین کر لیا کہ ابراہیم فوت ہو چکا ہے۔ کسی سالن کے پکنے میں جتنا وقت خرچ ہوتا

ہے اتنے وقت تک ابراہیم بے ہوش رہا۔ اس کے بعد آپؒ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا۔ تو اس کی بے ہوشی ختم ہوگئی البتہ اسمیں اٹھنے اور بیٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسے غدیوت لے جانا چاہیے۔ جس گھر میں یہ موجود ہو اس گھر میں اور کوئی درویش اس کے سامنے نہ آئے۔ غدیوت پہنچ کر اسکی رشتہ دار نیک ضعیفہ عورت جب اسکی حالت پر مطلع ہوئی تو اسکے پاس کچھ دیر کیلئے بیٹھ گئی۔ اسکی حالت اس ضعیفہ میں بھی منعکس ہوگئی۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور کافی دیر تک اسی حالت میں رہی۔ جب ہوش میں آئی تو پوری طرح اپنی اصلی حالت پر نہ آئی اور روز بروز اسکی یہ حالت بڑھتی گئی اور اس سے بڑی نشانیاں دیکھنے میں آئیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ شہر بخارا میں اپنے قیام کے دوران ایک دفعہ مقامِ عشق میں بات فرما رہے تھے۔ حاضرین کی حالت عجیب ہوگئی تھی۔ وہی حالت مجھ میں بھی منعکس ہوگئی اور اسی حالت میں قصرِ عارفاں چلا گیا۔ وہاں ایک شخص کے ساتھ ہمارے باہمی دلی تعلقات پیدا ہوئے۔ جب ہم ایک دوسرے کے قریب گئے تو میرے اور اسکے درمیان ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ آپؒ کا ہاتھ اور آستین مبارک تھا۔ میں نے جلدی سے اپنی آنکھیں بند کیں اور گھر چلا گیا۔ میں نے شیخ شادی کو دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ آپؒ نے مجھے تمہیں یہ پیغام دینے کیلئے بھیجا ہے کہ تمہارے متعلقین اچھی طرح تمہاری دیکھ بھال کریں۔ جب تک ہم تمہارے پاس نہ پہنچیں۔ تمہاری یہ حالت ختم نہیں ہوگی۔ اس کے ایک ہفتہ بعد جب آپؒ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا۔ جب تک تم نے ہمارا ہاتھ نہیں دیکھا اپنی آنکھیں نہیں چھپائیں۔ اسی وقت آپؒ نے تھوڑے سے التفات سے مجھ سے وہ حالت ہٹا دی۔ ایک دن ان آثار اور انوار کو جمع کرنے والا یہ ضعیف بخارا میں تھا۔ درویش حضرات کی صحبت میں حضرت خواجہؒ اور مرید کے ساتھ شفقت شیخ کی بات چلی رہی تھی کہ وہ کس حد تک ہے۔ ہمارے خواجہؒ کے درویشوں میں سے ایک عزیز نے فرمایا کہ جہاں میں موجود تھا وہاں سے بخارا بارہ فرسنگ کا راستہ تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے ایک دوست کے پاس اس کے گھر پر جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں جب میں

پہنچا تو وہ اپنے گھر پر موجود نہیں تھا۔ میں نے اسکی بیوی کو کہا کہ میرے کپڑے دھو دے۔ اس دوران مجھے اس سے دلی لگاؤ پیدا ہو گیا جو میرے قابو سے باہر تھا۔ میں نے اسے گھر کے دروازے بند کرنے کیلئے کہا جونہی اسنے دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا تو ایک گھڑ سوار کی آواز آنے لگی جو ہماری طرف تیزی سے آرہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تمہارے ہاں فلاں درویش (میرا نام لیکر) موجود ہے؟ میں سخت گھبرایا اور اس بیچاری کو بھی مجبوراً اثبات میں جواب دینا پڑا۔ چاروناچار پوری گھبراہٹ کے ساتھ میں اس گھر سے باہر نکل آیا۔ اس سوار نے کہا کہ حضرت خواجہؒ آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپؒ نے بخارا سے پہنچتے ہی مجھے اپنا گھوڑا دیا اور فرمانے لگے کہ کسی قسم کی تاخیر کے بغیر فوراً اسے بلا لاؤ۔ اس عزیز نے کہا۔ میں حیران ہوا کہ ہمارے درمیان اتنی زیادہ مسافت حائل تھی۔ پھر جو خواجہ نے حفاظت فرمائی۔ آپؒ اگر شفقت و مہربانی نہ فرماتے تو میں خواہ مخواہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا۔ خوفزدہ ہو کر میں نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی سلام کیا۔ آپؒ نے مجھے لوگوں کے سامنے کچھ نہ بتایا اور یونہی میں جلدی سے کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ آپؒ نے اس کھانے سے کچھ نہ کھایا اور پورا وقت میری طرف ہیبت کی نظر سے دیکھتے رہے۔ تنہائی میں آپؒ نے مجھے فرمایا اگر میں نہ پہنچتا تو تم پر کیا حال گزرتا؟۔ میں انتہائی شرمندہ ہوا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ میں ایک مقام پر کسی باغ میں تھا۔ کسی کے ساتھ میری اتفاقیہ ملاقات ہوئی جس سے میرا دلی لگاؤ پیدا ہو گیا اور میری حالت قابو سے باہر ہو گئی۔ میں نے اسکا قصد کیا اور اسکے قریب جانے لگا۔ اسی دوران میں نے حضرت خواجہؒ کو دیکھا جو مجھے لاٹھی سے مارنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ میں نے آنکھیں چھپا کر اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ لئے۔ وہاں سے تیزی کے ساتھ میں اپنے گھر آیا۔ کافی عرصہ تک میں کسی چیز کی طرف اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جہاں میں تھا یہ بخارا سے دس دن کی مسافت پر دور تھا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ قصرِ عارفاں حضرت خواجہؒ کے درویش حضرات ایک کھیت میں کاشت کر رہے تھے۔ جسے سیراب کرنے کی ضرورت تھی حالانکہ

موسم خشک تھا جیسا کہ بخارا میں موسم بہار کے وقت اکثر ہوتا رہتا ہے۔ ایک دن حضرت خواجہؒ نے کھیت کے قریب آ کر فرمایا کہ اس کھیت کو سیراب کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا پانی نہیں ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے پانی دے سکتا ہے۔ تم پانی کا دھانہ درست کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور ساری رات پانی کے انتظار رہا۔ لیکن پانی صبح کے وقت آیا۔ اس کھیت کے قریب والے کھیت کو بھی میں نے سیراب کیا جس میں پیاز اور لہسن بویا گیا تھا۔ اس کے بعد پانی آنا بند ہو گیا۔ میں نے خیال کیا کہ پانی اوپر سے بند ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ سارا انتظام ٹھیک تھا کسی دوسری طرف پانی بہنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اس سے آگے جا کر میں نے دیکھا کہ نہر بھی مکمل خشک ہے۔ مین نے ہر چند کوشش کی لیکن علامات سے پتہ چلا کہ اس نہر میں بھی اس سے قبل پانی نہیں تھا۔ مجھے حیرانی ہوئی۔ جب میں آپؒ کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ تم نے کھیت کو سیراب کیا؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ ندی میں پانی خشک ہونے کی صورت میں تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا پوری تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ کہیں بھی پانی کا اثر تک موجود نہیں تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب تمہیں علم ہوا ہے تو خاموش رہو۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کے درویش حضرات کھیت کی ایک ندی کھود رہے تھے۔ اس اثناء میں، میں نے یہ بات کہی کہ خواجہؒ خاندان کے ایک بزرگ کی ندی ہم درویشوں کی طرح انکے درویشوں نے بھی کھودی تھی۔ جب کھانا لایا گیا تو ان کے مریدوں نے کہا کہ اگر چند زامیجی خربوزے ہوتے تو کیا اچھا ہوتا تو وہ عزیزؒ اس کھیت میں آئے جہاں اللہ کی قدرت سے زامیجی خربوزے لگے ہوئے تھے اور اپنے درویشوں کے سامنے رکھ دیئے۔ میں یہ بات کر ہی رہا تھا کہ آپؒ ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے۔ فرمانے لگے ابھی تم کیا بات کر رہے تھے؟ میں خاموش ہو گیا۔ تو ایک دوسرے درویش نے آپؒ کو وہ پوری بات بیان کر دی۔ آپ نے تبسم فرما کر ہمیں باتوں میں لگایا اور اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا۔ خالی کھیت سے ایک زامیجی خربوزہ لیکر اپنے آستین مبارک میں چھپایا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے حالانکہ درویشوں

کے کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ ہم بھی آپؒ کے پیچھے چلے گئے۔ ان درویشوں نے کہا کہ ہمیں زامیجی خربوزوں کی خوشبو آ رہی ہے۔ راوی نے کہا جو کہ آپؒ کا قریبی رشتہ دار تھا کہ جب آپؒ اپنے گھر تشریف لائے تو وہ قصہ چھپایا اور فرمایا کہ یہ خربوزہ کوئی شہر بخارا سے لایا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ جب میں آپؒ کے بعد آپؒ کے گھر میں آیا تو اہل خانہ نے کہا کہ تم ندی کھود رہے تھے اور یہ زامیجی خربوزہ کوئی بخارا سے لایا ہے؟ میں نے حقیقت واضح کی تو آپؒ نے پھر بھی خود سے اسکی ایک قسم کی نفی فرمائی۔ اہل خانہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے سامنے اس قسم کے کام آسان ہیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہؒ قصبہ ارسلان تشریف لے جا رہے تھے ایک کاشتکار کھیت میں کام کر رہا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کھیت بنا رہا ہوں۔ اللہ کرے کہ اسمیں اچھے خربوزے پیدا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اچھے برکت والے خربوزے پیدا ہونگے۔ خواجہؒ جب اس کاشتکار کے پاس سے گزر گئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی کاشتکار چاول (باچنا) بو رہا تھا۔ سید آتاؒ اس کے پاس سے گزر رہے تھے۔ فرمایا کہ کیا بو رہے ہو؟ اس کاشتکار نے کہا کہ چاول (باچنا) بو رہا ہوں۔ لیکن اس زمین میں یہ فصل اچھی نہیں ہوتی۔ سید آتاؒ نے اس زمین کو فرمایا کہ" مذکور فصل دے دو" کئی سال تک اس زمین نے وہی فصل اگائی حالانکہ اسمیں یہ فصل نہیں بوئی جاتی تھی۔ ناقل کہتا ہے اس کے کچھ عرصہ بعد اس غدیوتی کاشتکار کو میں نے دیکھا۔ اس نے قسم اٹھائی کہ اسی سال اسمیں اچھے خربوزے پیدا ہوں۔ اس زمین میں، میں نے ایک دفعہ جو بوئے۔ اسکے بعد میں نے چاول (باچنا) بوئے۔ تو کئی سال تک جو کے موسم میں جو اور چاول (باچنے) کے موسم میں چاول اگتے تھے۔ یہ حضرت خواجہؒ کی برکت تھی آپؒ نے فرمایا تھا کہ اس میں برکتیں ہونگی۔ یہ کرامت پورے علاقے میں مشہور ہو گئی اور بہت لوگ آپؒ کے عقیدتمند بن گئے۔

منقول ہے ایک درویش سے کہ ایک دن ہمارے خواجہؒ کے "نیک روز" نامی درویش سوخاری سے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو انتہائی شکستہ خاطر تھا۔ آپؒ نے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ سوخاری میں حسین نامی شخص نے بہت برا بھلا کہا۔

مگر اس سے میری طبیعت خراب نہ ہوئی لیکن وہ جب آپؒ کی بے ادبی کرنے پر اتر آیا تو میرے دل کو کافی ٹھیس پہنچی۔ خواجہؒ نے فرمایا تم تشویش نہ کرو۔ بہت جلد وہ دنیا و آخرت میں رسوا ہوگا۔ یہ عصر کا وقت تھا۔ میں جب سوخاری گیا تو مغرب کا وقت ہوگیا تھا۔ اسی حسین کے ہاتھ میں کھانا تھا جو اپنے خادم کیلئے کھیتوں میں لے جارہا تھا۔ جب اس کا خادم کھانا کھانے میں مصروف ہوگیا تو اس نے خادم کا کام انجام دینا شروع کر دیا۔ اسی وقت ایک بھیڑیے نے آکر اس کے چہرے پر حملہ کیا۔ اسکی ناک اور ہونٹ کاٹ کر لے گیا۔ اسکی وجہ سے وہ نہایت بدصورت شخص بن گیا۔ لوگوں کے درمیان ذلیل ہوا۔ یہ واقعہ مشہور ہوا اور لوگ اسے ''گرگ گرفتہ'' (بھیڑیے کی زد میں آیا ہوا) کہنے لگے۔

ایک درویش مولانا نجم الدین دادرک کوفینی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن آپؒ بخارا کے مضافات میں جارہے تھے۔ وہاں کے ایک صحرا میں ہم نے سات ہرنیاں دیکھیں جو کہیں جارہی تھیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی یہ شان ہے کہ اس قسم کے جانوران کے پاس آتے ہیں۔ تم بھی طلب کرو۔ میں نے کہا کہ آپؒ کی موجودگی میں ۔ میری یہ طاقت ہے؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا تم کو طلب کی ضرورت نہیں۔ خود تمہاری طرف ان کی توجہ ہوجائیگی۔ جب ہم چند قدم آگے بڑھے تو وہ سات عدد ہرنیوں آکر ہمارے قریب کھڑی ہوگئیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ جسے بھی چاہو اسے پکڑ لو۔ جب میں کسی ایک کو پکڑنے لگتا۔ تو دوسری اسکی بجائے پکڑی جانے کے لئے آگے بڑھتی۔ میں حیران ہوا۔ حضرت خواجہؒ نے اپنا ہاتھ مبارک ان سات ہرنیوں کی پشتوں تک رکھا اور فرمایا کہ ہم نے پایا مگر ضرورت نہیں۔ جب ہم ان سات عدد ہرنیوں سے آگے بڑھے اور کسی حد تک مسافت طے کر لی تو ابھی تک وہ ہرنیاں کھڑی ہوئی ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ بخارا شہر کے مولانا حسام الدین، خواجہ یوسفؒ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ آپؒ کی صحبت میں علمائے کرام اور درویش حضرات بھی موجود تھے۔ ان میں شیخ شادیؒ بھی شامل تھے۔ اسی موقعہ

پر ایک شخص نے آ کر کہا کہ شیخ شادی پر میرا دعویٰ ہے۔ خواجہؒ نے فرمایا بہتر ہوا۔ علماء موجود ہیں۔ دعویٰ کیا ہے؟۔ اسی شخص نے کہا اسے حاکم کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا ہم تمہارے درمیان بہتر طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم پوری تحقیق کرینگے۔ اس مدعی نے حضرت خواجہؒ کی بات قبول نہ کی۔ آپؒ نے فرمایا شادی! اس کے ساتھ جاؤ۔ ابھی معلوم ہو جائیگا کہ تمہیں حاکم کے پاس کس طرح لے جاتا ہے؟ کچھ درویش حضرات بھی شیخ شادی کی معیت میں چلنے لگے۔ مدعی کے ساتھ اسکے بیٹے بھی تھے۔ حاکم کے پاس پہنچنے سے قبل راستے میں درآہنین کے حمام سے گزرنا پڑتا تھا۔ جب وہ وہاں سے گزرے تو وہ مدعی اسی حمام کے گٹڑ میں اوندھے منہ گر پڑا اور اسکے گلے اور ناک میں اسکا پانی چلا گیا۔ اپنے بیٹوں سے کہا مجھے تھام لو۔ جلدی سے اسکے بیٹوں نے اسے باہر نکالا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ شیخ شادیؒ سے کسی کا کوئی کام نہیں۔ مجھے یہ زخم شیخ کی تلوار سے لگا ہے۔ یہ دو تین باتیں کر کے وہ فوت ہوگیا۔ اس کے بیٹے اسکے کام میں مصروف ہوگئے اور درویش حضرات واپس حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہو۔ علماء کی موجودگی میں حضرت خواجہؒ نے شیخ شادیؒ کی طرف متوجہ ہو کر تبسم کی حالت میں فرمایا۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ خواجہ یوسفؒ اور حاضرین نے حضرت خواجہؒ کی اس بات پر تعجب کیا۔ ''ابھی اسے معلوم ہو جائیگا کہ تمہیں کس طرح لے جا سکتا ہے؟''۔ اسی وجہ سے وہ سب آپؒ کے مزید معتقد ہو گئے۔

حضرت خواجہ علاؤالحق ؒ سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہؒ کا طریقہ استقامت اور سنت کی پیروی پر مبنی ہے لہذا آپؒ کی زیادہ تر صحبت علمائے کرام پر مشتمل ہوتی تھی۔ چنانچہ آپؒ کی حیات میں مولانا حسام الدین رحیلیؒ اور مولانا حمید الدین شاشیؒ اس طریقہ کے نامور علمائے کرام ہیں۔ آپ حضرات حضرت خواجہؒ کی صحبت میں زیادہ شریک ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہؒ نے مجھے فرمایا کہ کچھ بادام لے لے تاکہ ہم مولانا حمید الدین شاشیؒ کی صحبت میں لیکر جائیں۔ ہوا یوں کہ مولاناؒ اپنے خادم خاص کے ساتھ شرع آباد میں تھے۔ مولاناؒ سے ملاقات کے موقع پر حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہم آپؒ کی تلاش میں ہیں اور آپ ہمارے متعلق گفتگو کرنے میں مصروف ہیں۔

حضرت مولاناؒ کی صحبت میں موجود دانشمندوں کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ حضرت مولاناؒ نے آپؒ کی بہت خاطر تواضع کی۔ حالانکہ ملاقات سے قبل مولانا صاحبؒ دوسرے اصحاب کے ساتھ حضرت خواجہؒ کا ذکر فرما رہے تھے۔ جب مولانا اور اصحاب نے بادام کھائے تو حضرت خواجہؒ بادام کے چھلکے اکٹھے کر کے ایک پاکیزہ جگہ میں دفن فرما گئے۔ حضرت مولانا کے بعض اصحاب کو یہ ناگوار گزرا۔ مولانا نے انہیں منع کیا اور فرمایا "اسے ناگوار نہ سمجھو اور صبر کرو" حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ مغز (گھریاں) چھلکوں کی حفاظت میں ہوتی ہیں۔ اگر چھلکوں میں کوئی نقصان ہو تو وہ گھریوں کو متعدی ہو جاتا ہے۔ اگر شریعت میں کوئی نقصان واقع ہو تو وہ طریقت کو متعدی ہو جاتا ہے۔ مولانا حمید الدین نے اسکی بڑی تحسین کی اور شکریہ ادا کیا اور سارے ناگوار سمجھنے والوں کو فرمایا۔ تم نے صبر نہ کیا، آپ نے تمہاری تائید فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے ساتھ گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ خواجگانؒ کا یہ قول ہے کہ ہم علمائے کرام کے خوشہ چین ہیں۔ تو ہم اثبات کرتے ہیں کہ ایک روز ایک بزرگ نے ہم سے سوال کیا کہ بہت عرصہ سے ہماری ملاقات آپؒ سے ہو رہی ہے حالانکہ ہم آپکے طریقہ پانے والے نہیں اسی بزرگ کے جواب میں ہم نے کہا کہ ہمارا طریقہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنا ہے۔ ہم نے یقیناً ثابت کیا ہے اور عمل کرنے میں ہم علمائے کرام کے تابع ہیں۔ علمائے کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سب کچھ نقل کرتے ہیں۔ لہذا ہم عمل میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ابتدا سے ابھی تک ہمارا یہی معمول رہا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ پہلی کرامت جو حضرت مولانا حمید الدین شاشیؒ نے ہمارے خواجہؒ سے مشاہدہ فرمائی اور آپؒ کے ساتھ ان کی محبت کا باعث بنی۔ وہ یہ تھی کہ آپؒ کا پسندیدہ طریقہ سب پر واضح ہو چکا تھا۔ بہت سے دانشمند حضرات آپؒ کی صحبت کی طرف مائل ہونے لگے۔ خصوصاً حضرت مولانا حسام الدین، خواجہ یوسفؒ جنہوں نے ہمارے خواجہؒ سے وابستگی اختیار کی اور آپؒ کے محب صادق بن گئے۔ جب انہوں نے حضرت خواجہؒ کے احوال کا مطالعہ کیا۔

تو مدرسہ اور مدرسہ میں درس کو خیر باد کہا۔ جتنا عرصہ حضرت مولانا نے مدرسہ چلایا تھا اور اسمیں جو اوقاف حاصل کئے تھے اس کا پورا حساب لگا کر بارہ ہزار دینار بنتے تھے اسے واپس کرنے کا مکمل ارادہ کیا۔ جسمیں بہت سے دانشمندوں نے انؒ کا ساتھ دیا اور آپؒ کی صحبت شریف میں لازمی طور پر شامل ہوتے رہے اور بخارا کے بعض علماء اسے اس وجہ سے ناپسند کرتے تھے کہ اس وجہ سے مدارس ختم ہو کر علم کی رونق اور اسکی قدر و قیمت نہیں رہے گی۔ اور بعض کہتے تھے کہ حضرت مولانا حسام الدین، خواجہ یوسف صاحب کمال دانشمند ہیں ان کی متابعت راز سے خالی نہیں۔ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں مولانا ''خرد ظہیریؒ'' جو مولانا حمید الدینؒ کے ممتاز شاگرد تھے حاضر ہوئے۔ میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ مولانا نے فرمایا صبح کو ہم صحبت درویشانہ منعقد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے قبول کر کے فرمایا اس طلب میں کوئی راز ہے۔ صبح سویرے حضرت مولاناؒ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ ملاقات کے وقت مولانا حسام الدینؒ نے تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ حضرت خواجہؒ نے طلب کا قصہ بیان کیا۔ مولاناؒ نے فرمایا اس قسم کی باتیں کرنا میری عادت نہیں۔ میں نے نہیں فرمایا۔ آپ کا طریقہ سب کو معلوم ہے کہ وہ استقامت پر مبنی ہے۔ کسی کو بھی آپؒ پر اعتراض نہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہم حق کے طلبگار ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہمارا سلوک مصطفوی شاہراہ پر ہو، سنت کی تابعداری پر مبنی ہو اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔ آپ پیشوائے زمانہ ہیں۔ کتاب اللہ کا حکم آپ سے اخذ کرنا چاہیے۔ احادیثِ رسولؐ اور آثارِ صحابہؓ آپ سے معلوم کرنا چاہیے۔ البتہ ہم اپنا طریقہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ سنت کے مطابق ہو تو اسے جاری رکھیں گے۔ اور اگر مخالفِ سنت ہو تو اسے چھوڑ دینگے۔ جب مولاناؒ کو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہؒ کی کوششیں حق اور باطل میں تمیز کرنے کے لئے ہیں تو حضرت خواجہؒ کی استدعا پر حضرت مولانا نے مجلس منعقد کی جس میں بخارا کے علماء اور فقراء کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ ''مولانا خردؒ'' اور طالب علموں کی ایک جماعت یہ جرأت کر رہی تھی کہ درویش کا یہ کونسا طریقہ ہے جس سے بعض مدرس بے رونق ہو چکے ہیں اور علم کی قدر و قیمت باقی نہیں رہی۔

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد علمِ دین کے طالب علم افادہ اور استفادہ سے رہ جائینگے۔
اس مجمع میں اس قسم کی گفتگو کے دوران حضرت خواجہؒ خاموش رہے۔ جب حضرت خواجہؒ
اور آپؒ کے درویشوں کے کردار پر یہ اہل مجلس کوئی اعتراض چسپان نہ کر سکے۔ انہوں
نے موضوع سے ہٹ کر کئی باتیں کیں۔ مولاناؒ غصہ ہوئے، مولانا خرد اور ان کے
تابعداروں کو سختی سے منع کر کے فرمایا کہ تمہاری یہ باتیں طریقہ حق سے کوئی مطابقت
نہیں رکھتیں۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے حضرت مولاناؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ہمیں باطن دین کا درد ودیعت کر رکھا
ہے۔ چنانچہ پیش آنے والی مشکل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جس چیز کے
بارے میں تمہیں علم نہ ہو اس کے متعلق اہل دانش سے پوچھ لیا کریں'' ہم اسی کے
مطابق عمل کرتے ہیں۔ ان سے سوال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وجہ
ہے کہ ان کی صحبت میں شامل ہونا ہم لازمی سمجھتے ہیں۔ آیا یہ طریقہ درست ہے یا
نہیں؟ ہمیں بتا دیجیے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ بہترین اور سنت کے مطابق
طریقہ ہے۔ اہل اسلام کو چاہیے کہ اس پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہوں۔ اس کے بعد
حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ جب حضرت خواجہ یوسفؒ نے ہمارا یہ وطیرہ پہچان لیا ہے تو
کبھی کبھی ازراہِ کرم تشریف آوری سے فقیروں کی دینی مشکلات حل کر لیتے ہیں۔ یہی
کردار کس قسم کا ہے؟ حضرت مولاناؒ نے فرمایا یہ انتہائی پسندیدہ کردار ہے۔ وہ پوری
جماعت خاموش رہ گئی اور نکتہ چینی کی کوئی گنجائش نہ پائی۔ اس موقعہ پر حضرت خواجہؒ نے
نمدے کا لباس پہن رکھا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس قسم لباس سے ممانعت کی گئی
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہرت کے موجب کپڑوں کے استعمال کرنے
سے ایک حدیث کے مطابق منع فرمایا ہے۔ اس مجلس میں حضرت خواجہ یوسفؒ تشریف
فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ نمدے کا لباس اس قسم کا نہیں جو شہرت کا موجب ہو۔
لباس شہرت وہی ہے جسمیں اونچے درجے کا تکلف پایا جائے اور لوگوں کی توجہ اپنی
طرف کھینچ لے۔ مگر یہ کپڑے درمیانی درجے کے ہیں جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف
جذب نہیں کرتے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا جب یہ نمدہ نزاعی مسئلے کا باعث بن گیا۔

بہتر یہ ہے کہ ہم اسے نہ پہنیں ۔ آپؒ نے وہ کپڑے ایک فقیر کو بخشش کے طور پر دے دیئے جو مجلس میں موجود تھا۔ اسکے بعد منکر لوگوں نے کہا کہ ان درویشوں کے طریقہ بحث کو ہم نہیں جان سکتے۔ ان کے ہم جنس درویش ہی کو ثالث بنایا جائے اسی کی بات ان کے لئے فیصل ہو گی۔ چنانچہ ہر صاحبِ دولت کے زمانے میں اس قسم کے لوگ اصحاب حل وعقد ہوتے ہیں یعنی اقوال واحوال ان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اس صاحب دولت سے بن مانگے جو بھی ظہور پذیر ہوا لوگ اس سے انکار کرتے رہے ہیں۔ ہمارے خواجہؒ کے زمانے میں بھی اسی قسم کے بہت لوگ تھے۔ ''منکر لوگ اسے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کا ارادہ فرمائے ہوئے ہیں'' ''ہم بھی چاہتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی۔ کس خوش قسمت کو دوست رکھا جائیگا؟'' ''ایسی کوئی مہربانی نہیں جو محبوب نے کی ہو۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے اگر آپ پر اس نے نظرِ م نہ کیا''۔ مجلس میں موجود حضرات وہ اس پر متفق ہو گئے کہ فرزندان خواجہ اولیائے بزرگ میں سے اس درویش کو فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جائے۔ جو بات حضرت خواجہؒ اور آپؒ کے درویشوں کے بارے میں کرے۔ وہ جو کہے گا وہی بات درست ہو گی۔ ان لوگوں نے اس طرح سے حکم (ثالث) بنانا منظور کیا کہ انکی دانست میں وہ حضرت خواجہؒ کا سخت مخالف تھا۔ چنانچہ اس درویش کے چند ہم خیال لوگوں کو اس کے پاس اسے بلانے کے لئے بھیج دیا گیا۔ حالانکہ تمام وقت حضرت خواجہؒ خاموش تھے۔ یہاں باقی رہنے والے حضرت خواجہؒ کے مخالف لوگ اس کے استقبال کیلئے کافی دور تک چلے گئے اور اس کے ساتھ کافی احترام اور تعظیم کے ساتھ پیش آئے۔ جب وہ درویش حضرت خواجہؒ کی مجلس میں پہنچ گیا۔ تو مخالف ہم خیال لوگ ایک علیحدہ گروپ کی شکل میں ایک ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہمارے حضرت خواجہؒ کے طریقے کے بارے میں اس درویش سے پوچھا۔ اس نے کہا میں حق بات کہونگا۔ اور پھر حضرت مولاناؒ کو مخاطب کر کے کہا۔ اس فقیر کے والد خواجہ قطب الدینؒ کو آپ جانتے ہیں؟ سب نے یکبارگی کہا کہ آپؒ اہلِ طریقت کے پیشوا تھے۔ خصوصاً مخالف لوگوں کے اس محبوب درویش نے تو اسی وقت یہ بھی کہا کہ میں ایک دن اپنے والد کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرت

خواجہؒ بہاؤ الحق نوابوں اور بادشاہوں کے کپڑوں میں ملبوس آ گئے۔ سواری سے اتر کر میرے والد بزرگوار سے ملاقات کی۔ تھوڑی دیر بعد میرے والد بزرگوارؒ نے مجھے فرمایا اپنے کہ گھر میں کچھ عرصے سے میں نے پودے کی ایک شاخ فلاں مقام پر محفوظ کی ہوئی ہے اسے میرے پاس لیکر آؤ۔ میں چستی سے گیا اور اسے اپنے والد بزرگوار کے پاس لے آیا۔ آپ نے اسے دولخت کر کے ایک حصہ مجھے اور دوسرا حصہ آپؒ کو دے دیا اور فرمایا کہ تم میرے فرزند ہو اور آپؒ بھی میرے فرزند ہیں اور یوں آپ نے ہم دونوں کے درمیان برادری کا رشتہ قائم فرمایا۔ پھر فرمایا کہ آپؒ دونوں آپس میں بغلگیر ہو جاؤ۔ اور مجھے فرمایا کہ واقف رہو آپؒ سے بڑے اسرار واحوال ظہور پذیر ہونگے پھر درویش نے کہا کہ اب اسکے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ اس سے سارے منکر لوگ خوار وخجل ہو گئے اور یوں حضرت خواجہؒ کے طریقہ کی حقانیت اور آپؒ کی ولایت کا پلڑا سب پر بفضلِ خداوندی بھاری رہا۔ ''حق ظاہر ہوا اور منکروں کے اندیشے باطل ہوئے اور یونہی شکست خوردہ عناصر مجلس سے الٹے پاؤں پھر گئے''۔ حضرت خواجہؒ نے حضرت مولاناؒ سے بہت عذر خواہی کی اور فرمایا کہ میں نے آپؒ کا وقت ضائع کیا۔ جس کا جرمانہ مولاناؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ مولاناؒ نے حضرت خواجہؒ سے درخواست کی کہ یہ طعام آپکی نگرانی میں پکنا چاہیے۔ فوراً حضرت خواجہؒ نے درویشوں کے ساتھ یہ انتظام سنبھال لیا اور حضرت مولاناؒ اپنے خاص ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما رہے۔ حضرت خواجہؒ کبھی حضرت مولانا کی صحبت میں تشریف لاتے اور کبھی پکانے والے درویشوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ جب حضرت مولاناؒ کی صحبت میں تشریف لائے اور مولانا خرد کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اسکی حالت دگرگوں ہوگئی۔ حضرت خواجہؒ جلدی سے درویشوں کے پاس چلے گئے۔ مولانا خرد وارفتگی کی حالت میں بے ہوش ہو گئے۔ حضرت مولاناؒ یہ حالت دیکھ کر غمگین ہوئے۔ اس فقیر (مجھ) کو بلا کر فرمایا کہ عنقریب مولانا خرد مرنے والا ہیں۔ چاہیے کہ حضرت خواجہؒ اس کا تدارک فرمائیں۔ میرے اس عرض کرنے پر حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ غمگینی کی کوئی بات نہیں البتہ حضرت مولاناؒ کی خاطر کچھ بندوبست کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہؒ نے مولانا خرد کے

کندھے پر ہاتھ رکھا تو اسکی حالت کچھ اچھی ہوگئی۔ جب پوری طرح درست ہوگیا تو بہت رویا اور بہت معذرت کرنے لگا کہ میرے قول و فعل سے درگزر فرمایا جائے جو مجھ سے صادر ہوا اور یوں وہ تہہ دل سے آپؒ کا محب اور معتقد ہوگیا۔ اس کا انکار و عناد ایک لحظہ میں اقرار اور دوستی میں بدل گیا۔ انہی احوال کو دیکھ کر حضرت خواجہؒ سے حضرت مولاناؒ کی محبت بڑھ گئی۔ اور اسکی مثال یوں بیان فرماتے کہ جس طرح دیکھنے کیلئے آنکھوں کی سفیدی کو اسکی سیاہی (پتلیوں) کی ضرورت ہے اسی طرح میں بھی حضرت خواجہؒ کا محتاج ہوں۔ چنانچہ اس کتاب کا جمع کنندہ ضعیف بندہ (میں) جب پہلی بار حضرت خواجہؒ کی خدمت میں قصرِ عارفاں میں پہنچا تو آپؒ نے اس دوران ایک بات فرمائی۔ وہ یہ کہ جب نجم الدین کبریٰؒ خوارزم میں ظہور فرما ہوئے تو انؒ کی باتیں حضرت فخر الدین رازیؒ کو بتائی گئیں۔ حضرت مولاناؒ نے حضرت شیخؒ کو بلا کر ان سے پوچھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا؟ شیخؒ نے فرمایا "میں نے اللہ تعالیٰ کو ان وارداتوں سے پہچانا جو غیب سے میرے پاس پہنچتی ہیں۔ جن کو شک میں مبتلا کرنے والی عقلیں بھی پانے سے عاجز ہیں"۔ حضرت مولاناؒ حیران ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے اس ضعیف (مجھ) کو فرمایا کہ جب علمائے بخارا میرے ساتھ مشغول ہوئے تو یہی قصہ بیان فرمایا۔

خواجہ علاؤالحقؒ سے منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ کے ظہور کے اوائل میں جبکہ آپؒ کے پاس علماء و قراء کا جمگھٹا ابھی نہیں بنا تھا۔ بکر فضل بخاریؒ کا ایک بیٹا بخارا میں وعظ کرتا تھا جسے حضرت خواجہؒ سے حضرت مولانا یوسفؒ کی وابستگی انتہائی ناگوار گزرتی تھی۔ وہ اکثر یہ کہتا تھا کہ اس ننگے دھڑنگے درویش کے پاس کوئی علم نہیں۔ اس کی تابعداری کرنے میں کیا تک ہے؟ اسے اس بات سے منع کرنا ضروری ہے کہ آئندہ کیلئے اہل علم کی صحبت اختیار نہ کرے۔ ایک دن وہ خود اپنے دیگر دوستوں کے ہمراہ قصرِ عارفاں روانہ ہوا۔ اتفاقاً حضرت مولانا یوسفؒ بھی طلباء کے ساتھ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں قصرِ عارفاں آگئے۔ وہاں باغ خانقاہ میں جب ایک اجتماع عظیم کھانا کھانے سے فارغ ہوا تو وہ اصحاب وعظ حضرت خواجہؒ اور آپؒ کے درویشوں کے

ساتھ ملاقات کرنے کیلئے بیتاب تھے۔ اس دوران میں شیخ امیر حسینؒ باغ کے دروازے سے اندر آ گئے۔ حضرت خواجہؒ نے اسے اپنی طرف بلا کر فرمایا تم کب تک میرے حکم کی مخالفت کرو گے؟ تمہارا یقین جتنا بھی زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی تم حکم عدولی کرتے ہو۔ شیخ امیر حسین نے کہا۔ ''میں نے کیا حکم عدولی کی ہے''؟ ۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا میں نے تمہیں کہا تھا کہ فلاں زمین کا سینہ (درمیان) بلند ہے اسے ایسا ہموار کرو کہ پانی سے سیراب ہو کر قابلِ کاشت ہو سکے اور بے کاشت نہ رہے۔ شیخ امیر حسین نے کہا۔ میں نے ایسا کیا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے کئی بزرگ درویشوں کو اسکے معائنہ کیلئے بھیجا تو انہوں نے زمین کو اسی طرح نا قابل کاشت پایا جیسا کہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا تھا۔ آپؒ نے حضرت شیخ کو فرمایا کہ میری سنی بات اَن سنی کرتے ہو؟ اور اسکی طرف ہیبت کی نگاہ سے دیکھا جس سے اسکی حالت فوراً تبدیل ہوگئی۔ وہ گر پڑا اس کی گردن سے ایک قسم کی آواز آ رہی تھی۔ اسکا چہرہ گردن کی طرف اور گردن چہرے کے رخ ہوگئی۔ موجود لوگوں کی حالت اسکے دیکھنے سے متغیر ہوگئی اور اسی حال میں بہت سا وقت گزر گیا۔ کوئی بھی اس بارے میں آپؒ سے درخواست کرنے کی جرات نہیں کر سکا تھا۔ آخر کار حضرت مولانا خواجہ یوسفؒ طلبہ اور وہ واعظ اٹھے اور سفارش کرنے لگے۔ خواجہؒ نے قبول فرما لی امیر حسین کے ہاتھ مَلے گئے۔ اسکا چہرہ اور گردن اپنی اصلی حالت پر آ گئی اور اس طرح موجود لوگوں کا انکار اقرار میں تبدیل ہو گیا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک شام حضرت خواجہؒ ایک دوست کے مکان واقع شہر بخارا میں مقیم تھے۔ شیخ امیر حسین قصرِ عارفاں سے آ گئے تھے حضرت خواجہؒ نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈال کر فرمایا کہ تم پر کیا گزرا ہے؟ وہ خاموش رہا۔ حضرت خواجہؒ نے اس سے پوچھا کہ تم کتنے سال سے ہماری صحبت میں شامل رہے ہو؟ اس نے کہا کہ سترہ سال۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ پھر تم اپنے اوپر گزری حالت کیوں بیان نہیں کرتے؟ اس نے کچھ نہ کہا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ جب تم نہیں کہتے تو میں کہتا ہوں تو آپؒ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ آیا میری ضعیفہ (بیوی) یا بیٹی کو دل دے چکے ہو؟ آپؒ نے یہ بات فرمائی ہی تھی کہ شیخ امیر حسین کی گردن سے آواز

آئی۔ اسکی گردن سینے کی طرف اور چہرہ پشت کی طرف ہو گیا۔ اسکا رنگ سیاہ ہو گیا۔ کافی دیر تک اسکی یہی حالت رہی۔ رات بہت گزر گئی۔ میں نے اس سے قبل اس قسم کی حالت نہیں دیکھی تھی۔ میں خود قابو میں نہ رہا۔ مکان میں ایک عزیز تھا۔ اس نے اٹھ کر التماس کی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا اے عزیز! خاموش رہ، تم درویشوں کا طریقہ نہیں جانتے۔ تم ان کی صحبت میں نہ رہے ہو۔ قریب ہے کہ وہ اب سچ سچ بتا دے۔ شیخ امیر حسین نے کہا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ حضرت خواجہؒ نے کچھ گوشت، صابن اور چراغ کا تیل مجھے دیکر فرمایا تھا کہ یہ ہمارے دولت خانہ واقع قصرِ عارفاں میں دے آؤ۔ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ دولت خانے کا دروازہ کھول کر یہ چیزیں غسلخانے میں رکھ دینا۔ جب میں وہاں پہنچا تو اسی طرح وہ چیزیں میں نے غسلخانے میں رکھ دیں۔ میری نگاہ آپؒ کی بیگم کی بہن پر پڑی۔ اس کے ساتھ میرا دلی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا جب تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بصیرت اور کرامت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مومن کی فراست سے ڈرو، وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''۔ کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو۔ جلدی سے سچ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا ''میں نے برا کیا اور میں نے توبہ کی''۔ آپ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت خواجہؒ نے اپنا ہاتھ مبارک شیخ امیر حسین کی گردن پر رکھا۔ اسکی گردن سے آواز آئی اور اسکی شکل اپنی اصلی حالت پر آ گئی۔ حق بات یہ ہے کہ ان احوال کو دیکھ کر حضرت خواجہؒ میری محبت اور راسخ اور محکم ہو گئی۔

شیخ شادیؒ سے منقول ہے ایک دفعہ میں کچھ کپاس بخارا میں فروخت کرنے کیلئے لے گیا۔ جس کی قیمت حضرت خواجہؒ نے خرچ فرمائی اور مجھے فرمایا تھا کہ گھر میں یہ کہنا کہ اسکی قیمت حضرت خواجہؒ نے خرچ کی ہے۔ جب میں شہر بخارا سے گھر آیا تو گھر والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کپاس کا تم نے کیا کیا؟۔ میں نے کہا میں نے اسے کمر پر باندھا تھا وہ کھل کر کہیں گر پڑا وہ لوگ خاموش ہو گئے لیکن مجھ پر قبض عظیم کی حالت وارد ہو گئی۔ میں بہت بیقرار و بے آرام ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہؒ نے شہر بخارا سے تشریف لا کر ان لوگوں سے فرمایا کہ شادیؒ نے واپس آ کر تم کو کہا کہ کپاس کو

میں نے کمر پر باندھا تھا وہ کھل کر کہیں گر گئی حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ اصل صورتِ حال بیان کرنا۔ اسے قبض کی حالت اس وجہ سے ہے کہ اس نے حقیقت بیان نہیں کی۔ اس کے بعد آپؒ نے مہربانی فرما کر اسے حالتِ قبض سے آزاد کیا اور شفقت و تربیت کا حق ادا فرمایا۔ حاضرین پر اسکا نہایت گہرا اچھا اثر پڑا۔

منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ غدیوتؔ میں شیخ شادی کے مکان پر فقیروں کے ساتھ خوش طبعی فرما رہے تھے۔ شیخ شادی اس مکان میں آنا چاہتے تھے۔ پہلے اس نے بایاں پاؤں گھر میں رکھا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ شادی! غفلت اور بے پرواہی کے ساتھ آئے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جب ہم کسی جگہ موجود ہوں تو کیوں غفلت کے ساتھ اندر آتے ہو؟۔ اسکے بعد حضرت خواجہؒ نے اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھدی۔ شیخ شادی غسل خانے میں اوندھے منہ گر پڑا اسکے احوال تبدیل ہو گئے اور بے ہوش ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر حاضرین پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ رونے لگے اسی اثناء میں باغِ ارسلان سے ایک درویش آیا۔ یہ حال دیکھ کر منت سماجت کرنے لگا۔ خواجہؒ نے شیخ شادی کو معاف فرمایا اور کہا مرشد وہ ہے کہ محل شفقت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ اگر میں تمہیں تمہاری غفلت کے بارے میں نہ بتاؤں تو میں نے کیا تم پر شفقت کی ہو گی؟

منقول ہے کہ ایک دفعہ غدیوت میں درویش حضرات شیخ شادی کے گھر واقع غدیوت میں ایک قسم کا سالن پکا رہے تھے۔ بعض درویش اس جنس کو ہانڈی میں غفلت سے ڈالتے اور گپ لگاتے رہے۔ جب انہوں نے ہانڈی میں جنس کو پوری طرح ڈال دیا۔ تو ہمارے حضرت خواجہؒ قصرِ عارفاں سے تشریف لائے۔ بڑے غصے کیساتھ شیخ شادی کو فرمایا کہ ہانڈی کو مضبوطی کے ساتھ ڈھک دو۔ اس کے بعد ان درویشوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم یہ کس طرح عمر بسر کرتے ہو۔ میرے بہت سارے کام تھے میں نے دیکھا کہ تم پکانے کے لئے چیز ہانڈی میں غفلت کے ساتھ ڈالتے تھے۔ میں جلدی سے آیا۔ اس طرح غفلت کرنے والوں کی حالت خراب ہو گئی اور بے خود

ہو گئے۔ شیخ شادی کی درخواست پر وہ معاف کئے گئے اور شیخ شادیؒ کو آپؒ نے فرمایا کہ ہانڈی کا ڈھکنا اٹھا لو۔ (یا کھول دو) شیخ شادیؒ نے دیکھا (اصلی کتاب کا ترجمہ مجھے نہیں آتا)۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت خواجہؒ کے درویش حضرت شیخ شادی واقع غدیوت میں .... پکا رہے تھے۔ جب اسے پلیٹوں میں ڈال کر کھانے کے لئے پیش کیا گیا۔ تو اس سے کوئی بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ سارے حیران ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے گلے بند ہیں۔ جسکی وجہ سے ہم کھا نہیں سکتے۔ یقیناً اسمیں کوئی راز ہو گا۔ بہتر ہو گا کہ یہ سالن ہانڈی میں پڑا رہے اور ہم انتظار کریں کہ اسکا کیا نتیجہ نکلے گا؟۔ کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ تشریف لائے اور فرمانے لگے میں قصرِ عارفاں سے روانہ ہوا۔ تم نے ہانڈی چولھے پر رکھ لی جب میں نے $\frac{4}{6}$ حصہ مسافت طے کی۔ تم نے سالن کو ہانڈی سے نکالا۔ تو میں نے تمہارے گلے پکڑ لئے کہ سالن نہ کھا سکو۔ ان درویشوں نے پورے شوق سے وہ پورا سالن حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کیا اور اس دن اس صحبت میں عجیب حالات پیش آئے۔

منقول ہے ایک درویش سے، کہ جب حضرت خواجہؒ پہلی بار حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو ان دنوں خراسان میں ہوتے تھے۔ ایک مکتوب وہاں سے آپؒ نے بھیجا اور شیخ امیر حسین کو بخارا سے طلب فرمایا تھا۔ چنانچہ میں بھی شیخ امیر حسین کے ساتھ اتفاقیہ طور پر خراسان چلا گیا۔ جب ہم خسرو پہنچے تو خبر پہنچی کہ آپؒ سرخس کیطرف تشریف لے گئے ہیں۔ جب ہم وہاں کو جانے لگے اور سرخس کے قریب پہنچے تو حضرت خواجہؒ نے ہمارا استقبال فرمایا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ حضرت خواجہؒ کو ہمارا آنا کس طرح معلوم ہو گیا؟۔ آپؒ نے فرمایا کہ کل رات دو دفعہ مجھے بتایا گیا کہ درویش امیر حسین پہنچنے والا ہے اس کا استقبال فرما۔

حضرت خواجہ علاؤ الحقؒ سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت یوسفؒ نے ہمارے حضرت خواجہؒ سے التجا کی کہ آپؒ ان کے باغ واقع سفید مون میں تشریف فرما ہوں۔ آپؒ نے انؒ کی دعوت قبول فرمائی اور وہاں تشریف لے گئے۔ آپؒ کے ساتھ

کئی درویش بھی تھے۔ دو دن آپؒ نے وہاں قیام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیسرے روز حضرت خواجہؒ کی صحبت میں درویش حضرات بڑے خوش تھے۔ اور صحبت کافی گرم تھی۔ اسی دوران میں مولانا عارفؒ پہنچ گئے اور انہیں حضرت خواجہؒ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ کچھ دیر بعد آپؒ اس باغ سے باہر آئے اور ایک درخت کے نیچے تکیہ فرما ہوئے اور میں آپؒ کی خدمت میں موجود تھا کچھ دیر بعد خواجہ یوسفؒ، بعض طالب علموں کے ساتھ باغ سے باہر آئے۔ البتہ آپؒ کی صحبت میں آنے کی جرات نہ کر سکے۔ جب میں مولانا کے قریب پہنچا تو فرمایا کہ ہم میں ایک خوف پیدا ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے ہم حضرت خواجہؒ کے قریب نہیں آسکے۔ اور خوف کی وجہ یہ ہے کہ جب خواجہؒ باغ سے باہر یہاں تشریف لائے تو مولانا عارف کچھ ایسی بات کر رہے تھے کہ اس کے سننے سے ہم پر بوجھ اور قبض کی حالت طاری ہوگئی۔ ہم جلدی سے اس مجلس سے باہر آئے۔ ہم پر بڑا خوف مسلط ہو چکا ہے۔ میں نے خواجہ یوسف کا قضیہ آپؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؒ باغ میں تشریف لائے۔ ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے نماز میں مصروف ہو گئے۔ مولانا امیر ابوبکر افشنجی کو امامت کرنے کا فرمایا۔ تکبیر تحریمہ سے کچھ دیر بعد مولانا ابوبکر سے کوئی حرکت صادر نہ ہو سکی۔ آپؒ نے انہیں محراب سے باہر کھینچ کر خود امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپؒ کے ساتھ نماز میں شریک تمام لوگوں پر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو گئی کہ نماز کی ادائیگی سے بے بس رہے سوائے خواجہ یوسفؒ کے جنہوں نے آپؒ کے ساتھ پوری نماز پڑھی حالانکہ یہ تقریباً ستر آدمی تھے ہر ایک پر مختلف حالت طاری تھی۔ بعض ان میں سے رو رہے تھے۔ بعض زمین پر لڑھک رہے تھے۔ بعض بیابان کی طرف جا رہے تھے۔ مولانا ابوبکر نے پگڑی اور چغہ پھینک دیا تھا اور ہر طرف دوڑتا رہا اور کہتا رہا کہ میری دلیل مجھ سے رنجیدہ ہے۔ اور مٹی، خس و خاشاک اپنے سر پر ڈال رہا تھا۔ حضرت خواجہؒ نے نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کے احوال مشاہدہ فرمائے جو بہت عجیب تھے۔ باغ سے باہر تشریف لا کر ایک اونچی جگہ پر تشریف فرما ہوئے۔ یہ حال تھا خواجہ یوسفؒ نے کہا کہ ہماری گھبراہٹ زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کی تدبیر کیا ہو گی؟ میں نے خواجہ یوسفؒ کی یہ حالت

آپؒ کی خدمت میں عرض کی۔ غیرت اور اس قوم کی بیچارگی پر ترس کھاتے ہوئے فرمایا
کہ اس تدبیر یہ ہے کہ یہ مولانا عارف کے پاس جائیں کہ ان کے یہ احوال انہی کے
کلام اور بیان سے پیدا ہوئے ہیں۔ مولانا ایک جگہ چھپے ہوئے تھے۔ ایک جماعت
مولانا عارف کو ڈھونڈھنے چلی گئی۔ اس وقت میں نے آپؒ کی خدمت میں منت
سماجت کی اور عرض کی حضرت مولانا یوسفؒ کے دل پر کافی بوجھ پڑ گیا ہے یہ لوگ آپؒ
کی صحبت میں شمولیت کی خاطر اس باغ میں آئے ہیں۔ ان پر یہ حال انکی نادانی اور
بے خبری کی وجہ سے وارد ہوا ہے۔ ان کی اس حالت کی درستگی آپؒ کے معمولی التفات
کرنے پر موقوف ہے۔ حضرت خواجہؒ نے مہربانی فرما کر ہر ایک کی طرف التفات فرمایا
اور انہیں اصلی حالت پر لے آئے۔ البتہ مولانا امیر ابو بکر کی طرف کچھ التفات نہ فرمایا
یہاں تک کہ مولانا عارف آ گئے۔ آپؒ نے مولانا عارف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا
آپ کا یہ عمل کرنا درویشی کا طریقہ ہے۔ آپ نے گرم صحبت اور لوگوں کو شوقین پا کر
انہیں اپنی طرف جذب کرنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے گرم تندور پا کر اس پر اپنی کچی
روٹیاں لگائیں اور آپ نے فساد کیا۔ اب تم پر ان کی اصلاح کرنا واجب ہے۔ میں
نے حضرت خواجہ یوسفؒ کی خاطر سوائے امیر ابو بکر کے ان لوگوں کا کام کر دیا ہے۔
میں باغ سے باہر نکلا۔ آپ صحبت گرم پا کر مولانا امیر ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور
معارف الٰہی کی تشریح اور وضاحت کرتے رہے ضروری ہے کہ آپ اس مولانا کے
حال کی اصلاح فرما دیں۔ ایک بزرگ عالم کامل کو آپ نے باتوں سے از خود اچک لیا
ہے اور فائدے سے محروم کر دیا۔ ان کے فرزند آپ کو کب چھوڑ ینگے؟۔ جب خواجہؒ
نے یہ باتیں فرمائیں اور آپؒ سے ہیبت اور جلال کے آثار نمودار ہوئے۔ مولانا
عارف روتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ بہت منت سماجت کی اور کہا۔ ''میں نے برا کیا،
جس سے میں توبہ کرتا ہوں۔ میری یہ شان نہیں'' حضرت خواجہ یوسفؒ نے کھڑے ہو کر
سفارش کی۔ آپؒ نے مولانا عارف کو معاف فرمایا۔ پھر حضرت خواجہ نے مولانا امیر ابو
بکر کی طرف التفات فرمایا۔ جس سے ساری بدحالی زائل ہوگئی۔ اور پھر آپ نے
انہیں پگڑی باندھنے اور قمیض یا جبہ پہننے کے لئے فرمایا یوں مولانا ابو بکر اپنی اصلی حالت

پر آ گئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ"خواجہ یوسف"، علماء اکابر اور درویشوں کے ساتھ باغِ مزار سفید مون سے شہر بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک عزیز نے نقل کرتے ہوئے کہا۔ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہ" بخارا شہر میں ایک گدھے پر سوار تھے۔ اتفاقاً ایک درویش راستے میں آپ" سے ملا۔ درویش نے درخواست کی کہ گدھے سے اترنا شرط نہیں۔ آپ" نے فرمایا۔ ہمارا ارادہ اترنے کا نہیں تھا اسلئے درخواست کرنے کی ضرورت نہیں۔ درویش نے غصہ میں آ کر آپ" کو کافی برا بھلا کہا۔ خواجہ نے تبسم فرما کر اپنی بشاشت (تازگی) ظاہر فرمائی۔ دیکھنے والے حضرت خواجہ" کی اس مہربانی پر تعجب کرنے لگے۔ اتفاقاً دوسرے دن درویشوں کی ایک جمعیت کے ساتھ کوفین چلے گئے ادھر اس درویش کو سخت بیماری لگ گئی۔ جن لوگوں نے اسے بے ادبی کرتے دیکھا تھا اس کے پاس جا کر کہنے لگے کہ تمہاری اس بے ادبی کے باعث تم کو یہ شدید بیماری لاحق ہوئی ہے۔ جو حضرت خواجہ" کے بارے میں تم نے کی تھی۔ تمہارا علاج آپ" کے پاس ہی ہے۔ وہ درویش آپ" کو ہر روز یاد کرتا تھا۔ ایک دن مجھے بلا کر اس نے کہا۔ "اگر آپ" میرے پاس نہیں آئیں گے تو میں ہلاک ہو جاؤنگا" میں اس کے پاس سے نکلا اور ایک ضروری کام کے لئے مجھے کہیں جانا پڑا۔ اسی دوران حضرت خواجہ سے میری ملاقات ہو گئی آپ کوفین سے تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آپ" کو سلام کیا۔ آپ" نے مجھ سے پوچھا کہ اس بیمار درویش کا کیا حال ہے؟ اگر ہم اس وقت اس کے پاس ہوتے تو بہتر ہوتا!۔ میں بڑا متعجب ہوا اور عرض کی، "اسے کافی تکلیف ہے۔ آپ" کی ملاقات کا مشتاق ہے"۔ آپ" اپنے مکان پر نہ گئے۔ فی الفوراً اسکی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور میں بھی آپ" کی خدمت میں رہا۔ آپ نے درویش کی خبر گیری کی اور فرمایا۔ "شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے" تم تندرست ہو جاؤ گے۔ نہ ڈرو۔ تم اس بیماری سے وفات نہ پاؤ گے۔ آپ" کی دعا کی برکت سے اس درویش میں تندرستی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس نے آپ" کی خدمت میں بہت معذرت پیش کی اور عرض کی کہ آپ" مجھ سے خفا ہونگے؟۔ میں نے بے ادبی کی تھی۔ مجھے معاف فرمادیں۔ حضرت خواجہ" نے فرمایا۔"

ہم تم سے خفا نہیں ہیں۔ ہمارے دل میں تمہارے لئے کوئی غبار نہیں"۔ آپ درویش کے پاس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنایا ہے کہ کفار کے آپؐ کے دندان مبارک توڑنے کے موقع پر فرمایا۔ "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔ البتہ کہا گیا ہے کہ "مشائخ ننگی تلواریں ہیں۔ لوگ اپنے آپ کو ان تلواروں سے مارتے ہیں اور یہ حضرات خود کو کسی پر نہیں مارتے"۔ حضرت عزیزانؒ سے سوال کیا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو مشائخ کی تلوار پہنچ گئی یہ بات کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جومرد (باہمت) ہے وہ کسی کا سہارا نہیں لیتا اور نامرد (بے ہمت) ایسا کر نہیں سکتا۔ لیکن اس راہ میں لوگ ایک ننگی تلوار سے لوگ اپنے آپ کو مارتے ہیں"۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ میں ہمیشہ سفر میں آپؒ کے ساتھ رہتا تھا۔ جب آپ دوسری دفعہ سفر حج پر گئے اور بغداد پہنچے۔ حجاج حضرات نے راہِ کعبہ کیلئے کرایہ پر اونٹ لینے شروع کر دیئے۔ حضرت خواجہؒ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ "ہر کوئی اپنے لئے ایک اونٹ کرایہ پر لے لے، ایک اونٹ ان میں ایسا رہ گیا جو انتہائی کمزور اور لاغر تھا۔ کسی نے بھی اسے کرائے پر لینا قبول نہ کیا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اسے میں کرایہ پر لیتا ہوں۔ آپؒ کے ساتھیوں کو یہ ناگوار گزرا اور منت سماجت کر کے کہنے لگے کہ راہِ کعبہ بڑی دشوار ہے جسے طے کرنا اس لاغر اور کمزور اونٹ کے بس میں نہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ بس ہمیں یہی اونٹ منظور ہے۔ چنانچہ ریگستانی صحرا میں سارے طاقتور اونٹ عاجز آ گئے مگر حضرت خواجہؒ اسی لاغر اونٹ پر کعبہ پہنچ گئے۔ حضرت خواجہؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ گھوڑے پر سوار شخص اپنا بوجھ گھوڑے پر نہ ڈالے بلکہ اپنی توفیق کے مطابق گھوڑے کی حالت کو ملحوظ رکھے۔ اولیاء اللہؒ ایسے لوگ ہیں کہ بظاہر گھوڑے پر سوار نظر آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اس کا بوجھ سواری پر نہیں پڑتا جیسا کہ بایزید بسطامیؒ سے منقول ہے۔ بہر حال تمام اہلِ قافلہ حضرت خواجہؒ کی اس کرامت پر بڑے متعجب ہوئے۔

شیخ امیر حسینؒ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ سے میری وابستگی اور

عقیدتمندی کی پہلی وجہ یہ تھی کہ میں قصرِ عارفاں کے خواجہ منزل میں ہوتا تھا۔ میری عمر بیس سال تھی اور میں زراعت پیشہ تھا۔ میرا سارا وقت کھانے اور سونے میں گزرتا تھا۔ قرآن اور شریعت کے احکام و آداب کو نہیں جانتا تھا۔ مسجد جاتے وقت حضرت خواجہؒ ہمارے گھر ہی کے سامنے سے گزرتے تھے ہر دفعہ مجھے دیکھ کر تبسم فرماتے۔ یہ حالت چند دفعہ دیکھ کر میں انتہائی غمگین ہوا کہ میں نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ میرے اس حال سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ ایک رات اسی حالت میں میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہؒ نے میرے ہاتھ میں ایک بڑا صاف شیشہ دیا۔ میں نے اس میں خود کو اسی حالت میں دیکھا۔ نیند سے اٹھ کر میں رونے پر لگ گیا۔ میرا دل ایک چیخ مارنا چاہتا تھا۔ اس پر میں نے بمشکل قابو پا لیا تھا۔ میری یہ حالت جاری تھی کہ حضرت خواجہؒ ہمارے گھر میں تشریف لائے اور میرے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟۔ میں خاموش رہا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ''وہ شخص کون تھا جس نے تمہارے ہاتھ میں آئینہ دیا''؟۔ میں نے کہا ''آپؒ ہی تھے''۔ آپؒ نے فرمایا ''جب تمہیں معلوم ہے تو خاموش''۔ آپؒ نے فرمایا ''نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو؟'' میں نے رو کر کہا: ''میں نماز پڑھنا جانتا نہیں۔ اور میں نے قرآن کریم نہیں پڑھا''۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ''میں تجھے علم دونگا اور تمہاری خاطر ہر تربیت اور شفقت کو کام میں لاؤنگا'' چنانچہ آپؒ نے اپنے اس وعدے کے مطابق سب کچھ بجا لایا۔ لہذا آپؒ کے ساتھ محبت اور عقیدت کی پہلی وجہ یہی واقعہ تھا۔ میں ہمیشہ آپؒ کی خدمت میں رہتا اور آپؒ کے اشارے کا منتظر رہتا کہ آپؒ مجھے کیا فرمائینگے؟۔

شیخ امیر حسینؒ سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں لوگوں تاراب کی تعمیر کی۔ تو بخارا ولایت کے لوگ بڑے پریشان ہو گئے تھے۔ اور ہمارے حضرتؒ کے دل پر بھی بڑا بوجھ بن گیا تھا کہ اس سے اہل اسلام کے درمیان پھوٹ پڑ رہی ہے میں سوخاری سے باغ کی دیوار کیلئے اپنی پیٹھ پر سفید کانٹے لا رہا تھا۔ خواجہؒ نے مجھے فرمایا کہ جلدی سے تاراب پہنچ جا۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمان نجات پائیں۔ جب میں تعمیل حکم کرتے ہوئے تاراب پہنچا تو وہاں میں نے لوگوں کا شور وغوغا سنا۔ جب کچھ اور آگے بڑھا تو

معلوم ہوا کہ لوگوں کی واپسی کا حکم ہو چکا ہے۔ چنانچہ لوگ اسی وقت تاراب سے شہر بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ واپس آ گیا۔ دوسرے دن جب میں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ کیوں جلدی واپس آ گئے ہو؟۔ میں نے آپؒ کو پورا قصہ سنایا۔ آپؒ نے فرمایا کہ کاش اس سے پہلے چلے جاتے۔

قصرِ عارفاں کے ایک باشندے سے منقول ہے کہ ایک دن آپ مع درویشوں کے مسجد قصرِ عارفاں میں تشریف فرما تھے۔ خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر میرے والد کا نام لیا کہ کون اسے نماز کے لئے حاضر کریگا؟ میرے والد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت خواجہؒ نے یہ بات فرمائی ہی تھی کہ لوگ ہاتھوں میں اسلحہ لیکر قہر و غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے والد کے پیچھے جانے لگے میں جلدی سے اٹھا اور عرض کی کہ میں انہیں نماز کے لئے حاضر کرونگا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا یہ تمہاری خوش قسمتی اور نیک بختی ہوگی۔ میں مسجد سے نکل کر جلدی سے گھر کی طرف گیا۔ وہ لوگ بدستور میرے پیچھے ہمارے گھر کی طرف آرہے تھے۔ میں نے والد کو کہا کہ آپ کو نماز کے لئے جانا چاہیے۔ اس نے کہا اچھا جاؤنگا لیکن سستی کر رہے تھے۔ ان لوگوں کو میں نے دیکھا کہ میرے والد کا ارادہ کر رہے ہیں۔ میں نے جلدی سے اپنے والد کو وضو کرنے میں مصروف کیا اور خود لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ میرے والد وضو کر کے مسجد کی طرف چلے گئے۔ میں اس کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ جب میں مسجد کے دروازے کے ساتھ تالاب کے کنارے پر پہنچا۔ تو میری حالت خراب ہوگئی اور میں بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں نے حضرت خواجہؒ کی امامت میں عشاء کی نماز بھی پڑھ لی مگر میں بدستور بے ہوش رہا۔ حضرت خواجہؒ نے آکر اپنے ہاتھ مبارک سے میرا کندھا ملا۔ میں ہوش میں آ گیا۔ میں نے یہ واقعہ اپنے والد سے بیان کیا وہ بڑے متعجب ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے کبھی نماز نہ چھوڑی۔

امیر حسینؒ سے منقول ہے، کہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہؒ نے اپنے والد کی خاطر مجھے امیر بیان کی لشکرگاہ میں بھیجا۔ اتفاقاً ان دنوں خواجہؒ قرشی میں تھے۔ سخت

سردی کا موسم تھا۔ برف کافی پڑی تھی جس کی وجہ سے فضا کافی ٹھنڈی تھی۔ ایک دن نمازِ ظہر کا وقت تھا۔ حضرت خواجہؒ بھی مہربانی فرما کر میرے ساتھ دوسرے درویشوں کی معیت میں کچھ راستے تک تشریف لے گئے۔ اس فقیر کو دوسری کئی باتوں کے علاوہ یہ بات بھی فرمائی کہ سارے حالات میں، میں تمہارے ساتھ ہوں گا اگرچہ بظاہر تم جا رہے ہو مگر درحقیقت میں جا رہا ہوں۔ تم تسلی رکھو اور مجھے راشن، سواری اور ساتھی کے بغیر روانہ فرمایا۔ میں جب آپؒ کی نظروں سے اوجھل ہوا تو میری عجیب حالت تھی۔ مغرب کے وقت میں ایسی جگہ پہنچا جہاں دو گنبد تھے اور اس کے باہر اونٹ سوئے ہوئے تھے۔ انکے مالک گنبدوں کے اندر سوئے ہوئے تھے۔ اس دوران برف بھی پڑ رہی تھی۔ میں کچھ دیر وہاں بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک میں امارت کی نشانیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں نے اسے سلام کیا۔ وہ امیر شان کی شخصیت سواری سے اتر پڑا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ مجھے بھی گنبد کے اندر لے گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کو میرے ساتھ دلی لگاؤ سا پیدا ہو گیا ہے۔ اسکے بعد ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ ان کے امیر نے کہا جب میں یہاں پہنچا تو وہ اونٹوں کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ چور ہے۔ میں نے مسکرا دیا اور کچھ نہ کہا۔ ان کے امیر نے میرے احوال دریافت کئے میں نے کہا کہ بخارا کی طرف سے لشکرگاہ امیر بیان کی طرف جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ میں ایک عزیز کی صحبت میں ہوتا ہوں جنکے والد اس لشکرگاہ میں ہیں۔ وہ عزیز عذر کی وجہ سے نہیں آ سکے۔ انہوں نے کہا اگر یہ سچ ہے تو تمہارا راشن، سواری اور ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا اس عزیز نے مجھے یونہی بھیجا دیا ہے۔ اس میں میرا کوئی اختیار نہیں۔ ان لوگوں میں ایک حاجی شخص نے کہا کہ وہ بھیجنے والا عزیز اللہ تعالیٰ کا ولی ہو سکتا ہے۔ اسے کو یہ معلوم ہے اور اس نے دیکھا ہے کہ یہ شخص ہمارے ہمراہ ہو جائیگا۔ اسی وجہ سے اس نے اسے بے راشن، بے سواری اور بے ساتھی روانہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ امیر میرا بڑا خیال رکھتا تھا۔ یہ لوگ درحقیقت ولایتِ کات سے اپنے امیر کے پاس بہت سا مال لے کر جا رہے تھے۔ صبح جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو ان کا واحد خادم کہیں غائب ہو

گیا۔ ان کی خدمت کی ذمہ داری میں نے لے لی۔ ان کے پاس کئی جوال (بوجھ) تھے۔ ان میں سے چار آدمی ملکر ایک جوال کو اٹھاتے اور میں اکیلا ایک جوال کو اٹھاتا۔ جو سامان سے بھرا ہوا ہوتا۔ وہ لوگ حیران ہوئے اور کہا کہ شاید یہ خضر ہو۔ میں پنتالیس روز تک ان کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ سنا گیا کہ لشکر گاہ کا امیر فلاں مقام پر ہے۔ جب ہم قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ امیر لشکر گاہ میں نہیں اور کرکسار شکار کے لئے گیا ہے۔ وہ لوگ امیر کی طرف جانے لگے۔ میں نے لشکر گاہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا جیسا کہ عزیزؒ نے مجھے حکم دیا تھا۔ ان لوگوں کے اصرار کے باوجود میں ان کے ساتھ نہ گیا۔ اتفاق سے میرے اور لشکر گاہ کے درمیان دو پہاڑ اور دریائے وخش پڑتا تھا۔ اسی دوران دو شخص کہیں سے اس طرف آئے اور کہا کہ ہم بھی لشکر گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ ان کے پاس سواریاں بھی تھیں۔ مجھے سواری پر بٹھایا اور ان دونوں پہاڑوں سے مجھے گزار دیا۔ شام کو مجھے اپنے گھر لے گئے میری کافی خاطر مدارات کی۔ صبح کے وقت مجھے گھوڑے پر بٹھایا اور کہا آنکھیں بند کر لو اور یونہی مجھے دریائے وخش کے پار پہنچادیا۔ جب میں لشکر گاہ پہنچا تو حضرت خواجہؒ کے والد کی منزل میں نے دریافت کی۔ آپ بھی شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میں ترمذ کی طرف جانے والے قافلے کے ساتھ شامل ہو کر ترمذ پہنچا۔ انہوں نے مجھے ایک گدھے پر بٹھایا۔ جب آب چغان رود پر پہنچے تو کارواں (قافلے) کے کئی لوگ پانی میں گر گئے۔ ان کے بہت سے گدھوں کو پانی بہا کر لے گیا لیکن میں اس پانی سے گزر صرف میرے موزے اور کپڑے تر ہوئے۔ میرا گدھا نالے کے کنارے پہنچتے ہی گر پڑا اور میں پیدل چلنے لگا۔ میں نے سنا کہ اسی نالے کے کنارے پر کھڑے بخاری لوگوں نے مجھے دیکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مجھے پانی بہا کر لے گیا ہے۔ چنانچہ بخارا پہنچ کر حضرت خواجہؒ کو یہی اطلاع دی کہ امیر حسینؒ کو پانی بہا کر لے گیا ہے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا اگر وہ پانی یا آگ میں بھی گرا بھی تو پھر بھی ہمارے پاس صحیح سلامت پہنچ جائیگا۔ ہر ایک شخص دوسرے سے علیحدہ ہو گیا۔ میں ترمذ کے تین رخی بازار میں چلا گیا اور ایک مقام پر بیٹھ گیا۔ ہوا کافی ٹھنڈی تھی، مجھ سے عصر اور مغرب کی نماز بھی قضا ہو گئی تھی۔ مجھ پر کافی بوجھ تھا۔

میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس شہر میں میرا کوئی جان پہچان والا نہیں۔ اسی دوران ایک درویش نے آ کر میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے دیکھا کہ اسے میرے ساتھ محبت ہوگئی ہے اور مجھے اپنے گھر کی طرف لے گیا۔ یہ گھر روح پرور، مضبوط اور صاف و شفاف تھا۔ گھر میں چار اشخاص تھے۔ جلدی سے میرے کپڑے اتروائے اور میرے موزے چھری سے چیر کر خشک کئے اور کھانا میرے سامنے حاضر کیا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے کہا کہ عشاء کی نماز کی امامت کرائیں۔ میں نے ہر چند معذرت کی انہوں نے تسلیم نہ کی اسکے بعد میں نے وضو کیا۔ میں نے پہلے عصر اور مغرب کی قضاء نماز پڑھی اور پھر عشاء کی نماز کی امامت کرائی۔ وہ درویش اور دوسرے لوگ بہت روئے۔ اسکے بعد انہوں نے میرے احوال پوچھے۔ میں نے انہیں اپنا سارا قصہ کہہ سنایا۔ انہوں نے بڑا تعجب کیا۔ بعد نماز فجر میں نے اس درویش سے اجازت طلب کی اور کہا کہ میں چوک بازار ترمذ میں جا رہا ہوں مگر انشاء اللہ تعالیٰ واپس آؤنگا۔ کچھ دیر تک میں ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ میں نے ایک ترک لمبا جوان شخص (عالم چنا جیسا) دیکھا۔ اس نے پوستین پہن رکھا تھا۔ ایک بڑی روٹی اس نے میری گود میں رکھی اور میری طرف خوب غور سے دیکھا۔ میں نے بھی اس روٹی کو بوسہ دیا۔ وہاں ایک قریبی مسجد میں آ کر میں بہت رویا۔ اس روٹی سے میں نے کچھ کھایا اور جب اس مسجد سے میں باہر آیا تو میں نے گھوڑے پر سوار ایک شخص کھڑا دیکھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس سوار سے حاکم بخارا کے متعلق دریافت کرلوں جس کی ملازمت میں حضرت خواجہؒ کے والد ہوتے ہیں۔ میں نے اس کے پاس جا کر اسے سلام کیا اور پوچھا۔ اس نے کہا کہ کاف سے آئی ہوئی جماعت نے تمہارے شیخ کے والد کو تمہارے یہاں آنے کی اطلاع دے دی ہے۔ لہذا وہ شدت سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور میں حاکم بخارا کا ایک خادم ہوں۔ دو روز کے بعد لشکرگاہ کو جاؤنگا اور میرا گھر یہاں ترمذ میں فلاں مقام پر ہے۔ اسکے بعد میں اس درویش کے گھر گیا اور خواجہؒ کے والد کا قصہ میں نے اسے بیان کیا۔ اس نے تعجب کے ساتھ کہا کہ چوک میں آپ کے جانے کی حکمت تھی۔ اسکے دو روز بعد قاصد شخص کے ساتھ میں لشکرگاہ کی طرف گیا اور حضرت

خواجہؒ کے والد بزرگوار سے ملا۔ میں نے انہیں حضرت خواجہؒ کا سلام پہنچایا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے بیٹے حضرت خواجہؒ نے آپ کو کیا فرمایا ہے؟۔ میں نے کہا کہ آپؒ نے یہ فرمایا ہے ''آپ کے ہاتھ میں جو بھی ہو وہ ساتھ لیکر یہاں آ جاؤں ورنہ لشکر گاہ پر افتاد پڑیگی''۔ حضرت خواجہؒ کے والد نے کہا کہ میرا فرزند! یہ کیسی باتیں کہہ رہا ہے؟ میرا یہ امیر مجھے ایک کام کیلئے بخارا بھیجے گا اور اتنی مقدار میں مجھے اس کا معاوضہ دیگا۔ اس کے مجھے حاکم بخارا کے پاس لے گئے اور میں نے حضرت خواجہؒ کا سلام اسے پہنچایا۔ اسکے بعد میں وہاں ان کے پاس رہا۔ معلوم ہوا کہ خود حاکم بخارا اور اسکے ملازمین نماز نہیں پڑھتے۔ ان کو میں نے وعظ و نصیحت کی۔ سارے نمازی بن گئے۔ اور میں موذن تھا۔ دو سو اشخاص نماز پڑھتے تھے۔ چونکہ ہمارے خواجہؒ کا طریقہ تھا کہ کھانے اور پکانے میں بڑی احتیاط کرتے تھے اس لیے میں خود بھی حاکم اور اس کے کسی ملازم کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ بلکہ دریا کے کنارے پر لکڑیاں چن کر اسے فروخت کرتا اور یوں اپنے کھانے پینے کا بندوبست کر لیتا۔ اور جب بھی میری ملاقات حضرت خواجہؒ کے والد صاحب کے ساتھ ہوتی تو میں انہیں کہتا کہ حضرت خواجہؒ آپ کی ملاقات کے منتظر اور مشتاق ہیں لیکن آپؒ کے والد صاحب میری ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اسی دوران ساڑھے پانچ ماہ گزر گئے میں حضرت خواجہؒ کی صحبت سے محروم رہا۔ جس کے لئے میں سخت بیتاب تھا۔ ایک دفعہ انتہائی غمگین ہو کر میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں حاکم بخارا کے بعض ملازمین و مقربین میرے پاس آئے جو میرے ساتھ محبت رکھتے تھے اور کہنے لگے کہ اس امیر کا ایک دشمن پیدا ہو گیا ہے جس کی ملازمت میں حاکم بخارا ہوتے ہیں۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آیا ہم یہاں ٹھہرے رہیں یا جنگ شروع ہونے سے قبل ہم اپنی مرضی سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں؟۔

میں نے کہا کہ اس بات کو میں کس طرح جان سکتا ہوں۔ لیکن وہ اصرار کرتے رہے کہ آپ حضرت خواجہؒ کے قاصد اور ایلچی ہیں۔ آپ پر ہمارا پورا اعتماد ہے۔ آپ ہمیں اس بارے میں کچھ فرمایئے۔ میں نے کہا کہ وہ دشمن امیر پر غالب

ہوگا۔ وہ لوگ میری اس بات سے پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ ''اس امیر کے پاس ساٹھ ہزار سوار جوانوں کا لشکر جرار ہے۔ اور اس دشمن کے پاس دس ہزار فوج کے سوا اور کوئی نہیں۔ میں نے کہا اگر اللہ تعالی کا یہ حکم ہو کہ وہ تھوڑا اور چھوٹا لشکر غالب آجائیگا۔ تو تم کیا کہہ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا ''ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ فوراً انہوں نے جا کر حاکم بخارا کو یہ بات بتائی۔ اس نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کہا کہ یہ کم عمر ہے۔ علم اور اہلیت نہیں رکھتا۔ امیر کی بات سن کر انہوں نے آپس میں کہا ہم نے اس کی باتوں پر کان نہیں دھرنا اور نہ ہی اسکی بنیاد پر ہم امیر کی ملازمت کو چھوڑ سکتے ہیں''۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ جب دشمن کی فوج قریب آگئی تو میں نے خواجہؒ کو کہا کہ آپ کو یہاں سے کسی گوشے میں چلے جانا چاہیے۔ اسکے بعد مقابلہ ہوا دشمن کی فوج غالب اور امیر مغلوب اور شکست خوردہ ہوا۔ اسکے بعد میں نے حاکم بخارا کو دیکھا کہ ایک پرانے نمدے میں لپٹا ہوا تھا مجھے دیکھ کر کہا ''آپکی بات کو ہم نے نہ سنا'' حضرت خواجہؒ کے والد صاحب چند دوسرے اشخاص بخیر و عافیت تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ''میرے پاس تین ہزار دینار ہیں اور میں کابل جانا چاہتا ہوں'' میں نے کہا کہ ''ایسا نہ کریں'' آپ نے بچشم خود دیکھا کہ چشم زدن میں اس امیر کی فوج نے شکست کھائی۔ حضرت خواجہؒ آپ کے منتظر ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر یہاں فساد برپا ہو جائے۔ حضرت خواجہؒ کے والد صاحب نے میری ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اصرار کرتے رہے کہ ہم نے کابل جانا ہے۔ دوسرے دن وہاں کے حاکم نے آکر ان سب لوگوں کا حال و اسباب، نقدی اور سواری وغیرہ چھین کر لوٹ لی۔ جہاں ہم موجود تھے۔ ان کی اس پریشانی کو میں نے یوں دور کیا کہ حضرت خواجہؒ کی برکت سے آپ کو یہ چیزیں پھر دستیاب ہو جائینگی۔ یہاں کوئی توقف کیے بغیر بخارا کی طرف چلئے۔ سب نے کہا ہم اس دفعہ آپ کی خلاف ورزی نہیں کرینگے اور بلا توقف بخارا کی طرف چلنے لگے۔ میں نے اسی فاتح امیر کے پاس جا کر کہا کہ فلاں مقام کے تمہارے حاکم نے یہ ظلم کیا ہے اور سارا قصہ میں نے اسکو سنایا۔ امیر نے حکم جاری کیا کہ تمام ضبط شدہ مال ان لوگوں کو واپس کیا جائے۔ اور اسکی تعمیل کرانے کیلئے ایک ایلچی بھیجا۔ جس نے اس حکمنامہ کو

عمل درآمد کرایا اور ساری اشیاء انہیں واپس کر دیں۔ امیر نے حضرت خواجہؒ کے والد صاحب کسے کہا کہ تین دن یہاں ٹھہر جایئے۔ اسکے بعد ایک قافلہ ہندوستان کی طرف سے آیا۔ امیر نے ان تمام لوگوں کو اس قافلے کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ انہیں بخارا تک پہچادیجیے۔ دوپہر کے وقت جب ہم درآہنین پہنچے تو میں نے حضرت خواجہؒ کے والد صاحب کے گھوڑے کو ندی کے کنارے پر چارہ ڈالا۔ اچانک میرے دل میں ایک خطرہ پیدا ہوا۔ میں نے جلدی سے کپڑے اور موزے پہن لئے۔ میں نے دیکھا چور آگئے تھے۔ میں نے اہل قافلہ کو اس سے مطلع کیا۔ اس کے بعد جب حضرت خواجہؒ کے والد صاحب قرشی کو پہنچے تو آپؒ کی والدہ وہاں تھیں لہذا وہ وہاں ٹھہر گئے۔ میں چونکہ حضرت خواجہؒ کی صحبت کا مشتاق ہوگیا تھا لہذا میں نے اجازت چاہی اور بخارا کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ توت اور زردالو (خوبانی) کا موسم تھا۔ فضا کافی گرم تھی لیکن صحبت شریف کے شوق میں جاتے ہوئے مجھے اسکی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہورہی تھی۔ جب مجھے حضرت خواجہؒ کا شرفِ ملاقات نصیب ہوا تو میں خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ اسکے بعد انہوں اپنے والدین کے احوال دریافت فرمائے۔ پھر فرمایا کہ تم پر گزرے تمام حالات میں بتاؤں یا تم؟۔ میں نے کہا کہ یہ سب کچھ آپؒ پر روشن ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ پہلی شام جب تم دو گنبدوں کے پاس پہنچ کر اسکے باہر اونٹوں کے پاس بیٹھا رہے اور کچھ دیر بعد وہ امیر آیا جس تمہارے ساتھ دلی لگاؤ پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ تم گنبد کے اندر آئے۔ ان لوگوں نے تم کو چور بنایا۔ تم نے تبسم کیا۔ جب انہوں نے تمہارے احوال پوچھے تو اس حاجی نے تمہاری تائید میں بات کہی۔ آخر کار انہوں نے تمہاری تعظیم و تکریم کی۔ صبح کے وقت جب ان کا غلام بھاگ گیا تو تم نے اکیلے سامان سے بھرا ہوا بھاری جوال اٹھایا۔ لہذا انہوں نے تم کو خضرؑ سمجھا۔ اس وقت یہ تم نہیں بلکہ میں ہی تھا۔

یہ بھی فرمایا جب تم ان دو پہاڑوں کے پاس پہنچے تو ان سواروں نے تم کو ان دو پہاڑوں سے گزار دیا۔ اسکے بعد تمہیں وہ اپنے گھر لے گئے۔ رات کو انہوں نے تم کو بڑی خاطر تواضع سے رکھا۔ صبح کے وقت انہوں نے تم کو گھوڑے پر بٹھا کر کہا کہ

اپنی آنکھیں بند کرلو اور تم کو دریائے وخش سے گزارا۔ اس وقت ہم ہی تمہارے ساتھ تھے۔ آپؒ نے فرمایا جب تم گدھے پر بیٹھ گئے اور چغان رود میں آ گئے۔ اہل قافلہ کے گدھوں کو نالے کا پانی بہا کر لے گیا اور تمہارا گدھا اسکے کنارے کے قریب پانی میں گر گیا۔ پھر تم پیدل چلے اور صرف تمہارے کپڑے اور موزے تر ہوئے تھے اور اس بخاری یار نے اس حال میں تمہیں دیکھ کر یہ خیال کیا کہ تم کو پانی بہا کر لے گیا۔ اس نے ہمارے پاس آ کر کہا کہ اس (تم) کو پانی بہا کر لے گیا ہے۔ ہم نے اسے کہا کہ اگر وہ پانی میں گرے یا آگ میں ہمارے پاس صحیح سلامت پہنچے گا۔ جب تمہارے بھائی نے یہ خبر سنی تو وہ ہمارے پاس آ کر کہنے لگا کہ چونکہ اسے آپؒ ہی نے بھیجا ہے اس لیے اسکا خون بہا بھی آپؒ ہی نے دینا ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ اگر امیر حسین صحیح سلامت نہ آیا تو پھر تمہارے مطالبہ کو پورا کرینگے۔ آپؒ نے فرمایا ''جب تم ترمذ میں آ گئے اور تین سُو پر پہنچ گئے۔ تمہارے دل میں یہ گزرا کہ اسی شہر میں میرا کوئی واقف نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک درویش تمہارے پاس پہنچایا کہ وہ تم کو اپنے گھر لے جائے۔ اس نے سالن پکایا۔ تم کو عشاء کی نماز پڑھانے کا اعزاز دیا۔ وہ لوگ بہت روئے''۔ نیز آپؒ نے فرمایا۔ ''صبح کے وقت جب تم ترمذ کے چار سو (چوک) میں پہنچ گئے اور پوستین پہنے ہوئے ترک نے تمہاری گود میں ایک بڑی روٹی رکھی اور گوشۂ چشم کے ساتھ تم کو دیکھا۔ تم جانتے ہو کہ وہ کون تھا؟ میں نے کہا ''میں نہیں جانتا''۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضرؑ تھے۔ تمہارے دل میں یہ بات آئی کہ وہ سوار حاکم بخارا کی طرف سے ہے جو میرے والد صاحب کی خبر رکھتا ہے۔ تم نے اس سے پوچھا۔ اور جب تم نے میرا سلام میرے والد کو پہنچایا اور تم نے میری بات بتا دی تو میرے والد صاحب نے کہا ''میرا بیٹا یہ کس قسم کی باتیں کرتا ہے؟''۔ مجھے امیر بخارا بھیج کر اتنی مقدار میں مجھے معاوضہ دیگا۔ اور پھر آپؒ نے فرمایا۔ ''جب حاکم بخارا کے ملازمین تمہارے پاس یہ پوچھنے کیلئے آئے کہ دو لشکروں میں کونسا لشکر غالب آئیگا؟'' تو تم نے کہا کہ تمہارا امیر مغلوب ہوگا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب میرے والد نے کابل جانے کا ارادہ کیا اور تمہاری بات کو نہ سنا۔ دوسرے دن شہر صفا

کے حاکم نے میرے والد صاحب اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی تمام چیزیں لے لیں اور تم نے ان کے ساتھ ایک وعدے کیا۔ تم فاتح امیر کے پاس گئے اور شہر صفا کے ظالم حاکم کا قصہ اس سے بیان کیا اور ان کی چیزیں انہیں پہنچ گئیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم نے درآہنین کی ندی کے کنارے جب میرے والد صاحب کے گھوڑے کو چارہ ڈالا۔ تمہارے دل میں خطرہ پیدا ہوگیا وہ خطرہ تمہارے دل میں، میں نے ڈال دیا تھا۔ اسی طرح مجھ پر تمام گزرے ہوئے حالات اول تا آخر آپؒ نے بیان فرمائے۔ چنانچہ یہ بات سچ ثابت ہوئی جو آپؒ نے مجھے سفر پر روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ تم نہیں جا رہے۔ میں ہی جا رہا ہوں لہذا اس کو دیکھ کر آپؒ کے بارے میں میرے یقین میں اور اضافہ ہوا۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کے ساتھ میری محبت میں اس وجہ سے اضافہ ہوا کہ میں تاتکن میں حضرت خواجہؒ کے دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر کبھی کبھی اپنی استعداد کے مطابق ان کی خدمت کرتا تھا۔ ان درویشوں کی صحبت میں حضرت خواجہؒ کے بھتیرے فضائل اور شمائل سنتا تھا۔ لہذا مجھے حضرت خواجہؒ کی صحبت کا اشتیاق پیدا ہوا جبکہ آپؒ کی برکت سے وہ درویش حضرات بھی اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔ ایک دفعہ میں ان میں سے کسی درویش کے ضروری کام کی انجام دہی کی خاطر اس کے گھر گیا لیکن میری تمام تر توجہ حضرت خواجہؒ کی طرف تھی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ میرے سامنے کھانا لائے۔ تو میں نے آپؒ کی شکل مبارک دیکھی اور یہ آواز مجھے سنائی دی کہ تجھے خراسان میں آنا چاہیے۔ اسی میری یہ حالت ہوگئی کہ میں نے کھانا نہ کھایا اور سمرقند کی طرف روانہ ہوگیا کہ وہاں حضرت مولانا جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو۔ اسلئے کہ میں نے درویشوں سے سنا تھا کہ انہوں نے حضرت خواجہؒ کی صحبت میں زیادہ شمولیت اختیار کی ہے اور انکے آپؒ کے تعلقات بھی انتہائی خوشگوار ہیں۔ جب میں مولاناؒ کی خدمت میں کش میں وارد ہوا۔ ملاقات سے قبل مولانا کی طرف میں اسلئے متوجہ ہوا کہ آپؒ کی طرف سے کوئی طلب پیدا ہو جائے۔ کچھ دیر بعد آئمہ کی ایک جماعت مولاناؒ کی منزل سے باہر نکلی جس کے بعد مولاناؒ نے مجھے

طلب فرمایا۔ ملاقات کے وقت انہوں نے بڑی معذرت کی اور فرمایا کہ مجھے تمہاری آمد کا علم ہو چکا تھا لیکن میں تمہارے ساتھ خلوت میں ملنا چاہتا تھا۔ میں نے ان کو اپنا قصہ سنایا اور کافی رویا اور حضرت مولانا سے نظر والتفات کی استدعا کی۔ مولاناؒ نے فرمایا اگر میں تمہار مقصد پورا کرنے کا اہل ہو کر بھی اسے پورا نہ کروں تو میں مسلماں نہ ہونگا۔ تمہارا یہ مقصد حضرت خواجہؒ ہی حل کر سکتے ہیں۔ جنکے بڑے فضائل اور کمالات بیان کیئے اور فرمایا کہ سارے لوگ حال کے منتظر ہوتے ہیں اور حال حضرت خواجہؒ کا منتظر ہوتا ہے اور مجھے فرمایا کہ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں تیزی کے ساتھ حاضر ہو جاؤ۔ نیز ان حالات کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو مجھے سفرِ خراسان میں پیش آنیوالے تھے۔ میں فوراً وہاں سے نسف کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے خواجہ خیران کی طرف روانہ ہوا۔ کشتی میں سوار ہوا اور کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے اذان دی۔ کشتی کے لوگوں نے وضو نہیں کیا تھا۔ میری طبعیت خراب ہوئی ان کو نصیحت بھی کی مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ میں ان سے متنفر ہو گیا جس سے کشتی میں بہت تنگ ہوا۔ میں نے چاہا کہ خود کو دریا میں پھینک دوں۔ میں نے کشتی سے باہر قدم رکھا اور پانی پر چلنے لگا۔ کشتی میں سوار لوگ میری یہ حالت دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے برا کیا۔ ہم نے توبہ کی۔ تمہاری ہر حق بات کو ہم ماننے کیلئے تیار ہیں لیکن آپ کشتی میں واپس آجائیں۔ میں نے کشتی میں واپس آکر انہیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ قلعہ آمو پہنچے تو وہاں عجیب احوال پیش آئے۔ اسکے بعد حضرت خواجہؒ کی خاطر مرو بگانہ روانہ ہوا۔ جب میں ریگ رباط شیر شتر پہنچا تو ایک قافلہ کے لوگوں نے مجھے کہا کہ مرو کا یہ ریگستان سخت ہے۔ جس میں اکثر راستہ بھی غلط ہو جاتا ہے لہذا یہ کوشش کرنا کہ تمہارا زیادہ زور دائیں طرف ہو کیونکہ تمہاری بائیں طرف صحرائے زردک پڑتا ہے۔ جس کی انتہا نہیں ہے اور اس میں ہلاکت کا خطرہ بھی ہے۔ جب میں ان سے رخصت ہوا تو خیال کیا کہ میں نے حضرت خواجہؒ کے پاس جانا ہے اور میں حق راستے کا طلبگار ہوں۔ تو مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟۔ لہذا میں بیابانِ زردک کی طرف روانہ ہوا۔ کچھ دور جا کر میں خُود میں آگیا۔ مجھے بھوک محسوس ہوئی اور کھانے کو دل چاہا۔ میرے دل

میں گزرا کہ اگر یہاں اس قسم کا کھانا مضبوط ہانڈی میں ہو۔ روٹی و سبزی کا عمدہ دسترخوان ہوتو کیا خوب بات بنے۔ میں نے بالکل اسی طرح کا کھانا، دسترخوان پایا۔ جو ایک ٹیلے کے سائے میں پڑا تھا۔ یہ حال دیکھ کر میری حالت متغیر ہوگئی۔ میں بہت رویا اور کہا۔ ''اے کریم مطلق! جو کوئی آپ کا طلبگار ہوتو اس کی ہر ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ میں آپ کے سوا کسی اور سے کیوں طلب کروں''؟۔ یہ کہہ کر میری کشش زیادہ ہوگئی۔ وہ کھانا میں نے اس جگہ چھوڑا اور اسی ریگستان کا راستہ میں نے اختیار کیا۔ کچھ دور جا کر ہرنوں کا ایک ریوڑ میں نے دیکھا جو مجھے دیکھ کر مجھ سے بھاگنے لگا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میری یہ طلب برحق ہے اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری دینا درست ہے تو یہ جانور مجھ سے بھاگنے نہیں چاہیے۔ فوراً وہ میرے پاس آ گئے۔ مجھ سے پیار کرنے لگے۔ پھر میری حالت متغیر ہوگئی۔ میں بہت رویا اور آپ کی طرف توجہ کرنے میں، میں مستغرق ہوگیا۔ آخرکار جب میں ماخان پہنچ گیا۔ تو اس توجہ کی برکت سے مجھے عجیب حالات پیش آئے۔ پھر وہاں سے میں سرخس کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں اسکے قریب پہنچا تو میرے دل میں گزرا کہ کوئی مکان، علاقہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی دوست سے خالی نہ ہوگا۔ میں نے توجہ کر کے کہا کہ آپ کی اجازت کے بغیر میں اس شہر میں نہیں آؤنگا۔ اتفاقاً کچھ درویش میرے ساتھ مرو سے آرہے تھے۔ کچھ دیر بعد ان دونوں نے کہا، یہ ہے دادوی، پاگل آ گیا جو کہ اس ملک کا دیوانہ ہے۔ قریب پہنچ کر میں نے اس کا استقبال کیا اور اس کو سلام کیا۔ اس نے علیک کہہ کر پھر کہا: ''خوش آمدی ترکسانی درویش'' مجھے گلے لگایا اور ایک گروہ (غالباً روٹی) نکال کر آدھا کیا۔ آدھا مجھے دیکر کہا کہ میں نے تجھے اس ملک کا آدھا حصہ دے دیا۔ اندر آؤ جب میں سرخس کے اندر گیا اور چوک میں پہنچ گیا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جسے لڑکے پتھر مار رہے تھے۔ میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا کہ اس پاگل کو ''چھارواداز'' کہتے ہیں۔ یہ بھی پاگل ہے۔ میرے دل میں آیا کہ اس شہر میں اندر آنے کی اجازت اس سے طلب کرونگا۔ لڑکے بدستور اس کو پتھر مار رہے تھے اسی حالت میں انہوں نے فرمایا کہ: ''ترکستانی درویش! بات وہی ہے

جو ''دادوی'' پاگل نے تجھے کہی تھی۔ اسکے بعد میں نے بھوک محسوس کی۔ میں نے دل میں کہا کہ اس شہر میں حضرت خواجہؒ کا کوئی درویش اور ہوگا جس کے ہاتھ سے یہاں پہلا لقمہ کھاؤنگا۔ اسی اثناء میں ایک سقہ آیا اور مجھے کہا کہ میں حضرت خواجہؒ کا ایک خادم ہوں۔ مجھے اس نے اپنے گھر لے جا کر تین قسم کا کھانا پیش کیا اور کہا کہ حضرت خواجہؒ ہرات تشریف لے گئے ہیں۔ آپؒ کی تشریف آوری تک آپ یہاں قیام کریں میں تمہارا خادم ہوں۔ حضرت خواجہؒ کی خاطر ہم دونوں باہر نکلے۔ تو حضرت خواجہؒ گھوڑے پر سوار آرہے تھے اور بہت سے لوگ بھی آپؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ جو ''مزار چھل دختاں'' کی طرف جارہے تھے۔ کافی رش ہونے کے باعث میں آپؒ سے ملاقات نہ کر سکا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین لوگوں کے ساتھ مصروف ہیں۔ میں نے کافی عرصہ مشقتیں برداشت کیں پھر بھی آپؒ نے میری طرف التفات نہ کیا۔ لہذا مجھے اپنا انتظام خود کرنا ہے۔ بالکل اسی وقت پر آپؒ گھوڑے سے اتر کر اس ازدحام کے اندر سے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''تانکنی درویش خوش آمدید'' جب تم یہاں پہنچے تھے تو مجھے معلوم ہوگیا تھا لیکن ہم نے چاہا کہ تمہارے ساتھ ہم خلوت (تنہائی) میں ملاقات کریں لیکن جب معلوم ہوا کہ دل کی ان باتوں کے باعث تم اپنے اعمال اور ان بزرگوں، اصحاب دولت کے اشارات کو ضائع کرو گے۔ تو اس ضرورت کے باعث میں نے تم سے کچھ دیر مشغول ہونا چاہا۔ جب حضرت خواجہؒ اس مزار سے واپس تشریف لائے اور ایک منزل میں نزول فرمایا۔ لوگوں کا ازدحام کم ہوا اور تنہائی کی صورت پیدا ہوگئی۔ تو آپؒ نے مجھے اپنی خدمت میں بلایا اور فرمایا۔ ''تم کس کام کے لئے آئے ہو؟'' ۔ تانکن سے روانہ ہونے سے یہاں تک تم پر جو گزرا ہے تمام مجھے معلوم ہے۔ جب تم تانکن میں ہمارے درویش کے گھر میں تھے اور اسکے ضروری کام انجام دیتے وقت تمہارا اور اس کے اندر جذبہ پیدا ہوا۔ وہ میری توجہ کی برکت تھی۔ جس دن تم مولانا جلال الدین خالدی کی صحبت میں تھے۔ انہوں نے مہربانی فرمائی تو میں اس مجلس میں حاضر تھا۔ انؒ کے اشارہ دینے سے بھی میں واقف ہوں۔ جب تم پانی پر قدم رکھ کر روانہ ہوئے تو اس وقت میں ہی تمہارا ملاح

تھا۔ قلعہ آمو میں تم سے ظاہر ہونے والے احوال میری توجہ کی برکت سے تھے۔ ''ریگ رباط شیر شتر'' میں کھانا تیار کرنے کا انتظام میرا ہی تھا۔ ہرنوں کے ریوڑ کا گلہ بان میں ہی تھا۔ اسی طرح دادوی دیوانہ ''چھاردا دار دیوانہ'' اور سقہ کا قصہ بھی بیان فرمایا۔ اسکے بعد فرمایا۔ ''تمہارے یہ موجودہ احوال بھی میری توجہ کی برکت سے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم ہی ہیں اگر ہم چاہیں تو واپس لے لیں اور اگر چاہیں تو بحال رکھیں۔ فرمایا خبردار! میں اسے واپس لے لونگا۔ کچھ دیر گزری تو میں نے دیکھا کہ میرا حال کچھ بھی باقی نہیں رہا اور میں بالکل خالی رہ گیا۔ آپؒ نے فرمایا ''تم چاہتے ہو کہ وہ حال پھر تم کو دے دوں؟''۔ میں نے کہا ''ہاں''۔ آپؒ نے چشم زدن میں مجھے وہ حال عطا فرمایا۔ کئی بار ایسا ہوا۔ میں حیران تھا کہ کس طور سے یہ احوال واپس لے رہے ہیں؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں تصرف کرنے والا ہوں میری مرضی ہو تو لے لیتا ہوں اور میری مرضی ہو تو واپس دے دیتا ہوں۔ حال جو صرف تمہارے جذبے کی پیداوار ہے۔ اس میں تصرف کیا جا سکتا ہے۔ اور جو حال تابعداری اور سلوک کے باعث پیدا ہو تو ہر صاحب تصرف اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔ اسی اثنا میں، میں نے ایک بڑا حال مشاہدہ کیا۔ میرا دل نرم ہو گیا۔ میں بہت رویا۔ آپؒ نے فرمایا ''کیوں روتے ہو؟'' میں نے کہا ''میں اتنے عرصہ تک اندھیرے میں تھا''۔ آپؒ نے فرمایا ''ایسا نہ کہو، اس سے پہلے جو تم کو معلوم ہو گیا تھا وہ بھی حق تھا لیکن اب جو تم نے مشاہدہ کیا ہے یہ اس سے بہت بڑا ہے۔ اسلئے تم کو پچھلے احوال اسی طرح دکھائی دیتے ہیں''۔ اسکے بعد مجھے فرمایا کہ ''موجودہ حال تم کو چاہیے یا گزشتہ حال؟''۔ میں نے کہا ''یہ موجودہ حال مجھے چاہیے''۔ آپؒ نے فرمایا کہ ''یہ حال بغیر تابعداری کے میسر نہیں ہوتا''۔ میں نے کہا ''مجھے قبول ہے۔ آپؒ ہی کے حکم کی تعمیل کرونگا''۔ آپؒ نے فرمایا ''نئی موت تجھے مبارک ہو''۔

اسی درویش سے منقول ہے، جب ہمارے حضرت خواجہؒ سرخس سے ماخان تشریف لائے۔ تو آپؒ نے اپنے سارے درویشوں کو کسی نہ کسی خدمت میں لگا دیا۔ ایک دن آپؒ کے پڑوس میں ایک فقاع (شرابی، یا سخت خبیث) کو آپؒ نے فرمایا کہ

تمہارا کوئی کام ہے کہ میں کوئی شخص تمہارے حوالہ کروں۔ تا کہ وہ تمہارے لئے وہ کام مفت انجام دے؟۔ اس نے کہا میرا ایک ضروری کام یہ ہے کہ یخدان کو میل کچیل اور خس وخاشاک سے صاف کیا جائے۔ آپؒ نے مجھے اور درویش اسماعیل غدیوتی کو اس کام کے انجام دینے کیلئے بھیجا۔ لیکن فقاعی کو فرمایا کہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کو کھانا نہ دینا۔ چنانچہ آپؒ کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس فقاعؔ کو ہمارے حال پر رحم آیا اور رونے لگا۔ اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔ تم کو بھوک لگی ہے۔ لیکن آپؒ کے حکم کی خلاف ورزی سے بہت ڈرتا ہوں۔ بالآخر کہا ''امید ہے کہ آپؒ یہ بے ادبی اور حکم عدولی معاف فرمائینگے۔ کچھ دیکر بازار سے مجھے کچھ کھانا خریدنے کیلئے بھیجا۔ میں نانبائی کی دکان میں ڈرتا ہوا گیا اس سے روٹی خریدی۔ ڈرتا ہوا جب دکان سے باہر آرہا تھا تو کسی نے میرے گریبان کو گردن کی طرف سے پکڑ لیا۔ میں نے دیکھا تو حضرت خواجہؒ تھے۔ وہ روٹی مجھ سے لیکر فرمایا۔ میرے پاس تمہیں یہ نقشے میسر نہیں ہوتے۔ میری گردن پر ایک تھپڑ مارا اور فرمایا ''میرے بغیر اور کوئی تم کو کھانا نہیں دے سکتا''۔ تم کو بھوکے رہ کر کام کرنا چاہیے۔ خوف اور غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں یخدان کی طرف گیا اور تمام قصہ وہاں بیان کیا اور پھر اسی کام میں ہم دونوں مشغول ہو گئے۔ بہرکیف ہم نے یہ کام بڑی مشقت کے ساتھ نمازِ عصر کے وقت تک جاری رکھا۔ ہم کافی نڈھال ہو چکے تھے۔ پھر اس فقاعؔ نے کہا۔ ''بازار میں جاؤ ہوسکتا ہے کہ اس دفعہ کھانا لاسکو'' کافی ڈرتا ہوا میں بازار کی طرف چلنے لگا۔ اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ جب حضرت خواجہؒ نمازِ عصر پڑھنے میں مصروف ہونگے تو میں طعام خرید کر یہاں پہنچ جاؤں۔ کھانا خرید کر بہت تیزی کے ساتھ یخدان کے مقام پر جانے کیلئے جب میں چوک پر پہنچا۔ تو حضرت خواجہؒ نے میرا راستہ روکا اور مجھ سے روٹی لے لی۔ اور فرمایا کہ بہاؤالدینؒ کے ساتھ یہ تدبیریں نہیں چل سکتیں۔ پھر میں نے یخدان کی طرف خالی ہاتھ جا کر یہ حال سنایا۔ میں نے درویش اسماعیل کے ساتھ بھاگ جانے کا منصوبہ بنایا لیکن اسکی بھی ہمیں توفیق نہ ہو سکی۔ اور اپنی کرتوتوں کے باعث ہم حضرت خواجہؒ کی صحبت میں

شمولیت کرنے سے محروم رہ گئے۔ آخر کار ہم نے حضرت خواجہؒ سے اس بارے میں آپؒ کے والد سے سفارش کی درخواست کی۔ جس کی وجہ سے ہمیں یہ شرف دوبارہ حاصل ہوگیا۔

اس درویش سے منقول ہے، ماخانؔ میں حضرت خواجہؒ نے مجھے درویش اسماعیل کے ساتھ ایندھن لانے پر مامور کیا اور دو گدھے بوجھ لادنے کیلئے ہمارے حوالہ کیئے۔ جن میں سے ایک گدھا حضرت خواجہؒ کا تھا۔ اتفاقاً حضرت خواجہؒ کے گدھے سے راستے میں بوجھ گر گیا۔ درویش اسماعیل نے گنواروں کی عادت کے مطابق گدھے کو مالک کی گالی دی۔ میں نے اسے ملامت کر کے کہا کہ یہ تو اتنی بڑی بات نہیں کہ تم نے حضرت خواجہؒ کو بھی گالی دے دی۔ وہ رونے لگا۔ اپنا سر اور چہرہ پیٹا اور کافی پریشان رہا۔ جب ہم ماخان کے قریب پہنچے تو حضرت خواجہؒ کچھ دور باہر آ کر ہمارے ساتھ ملے اور فرمانے لگے کہ ہمارے گدھے سے وہ ناپاک ایندھن پھینک دو کہ وہ جلانے کے لائق نہیں۔ جو ہمارے لئے ایندھن لاتے وقت غصے میں ہو۔ اور نامناسب باتیں کرے تو اس ایندھن کو جلانا ہمارے لئے جائز نہیں۔ اپنی طلب کے دوران میں بخارا میں تھا اور حضرت سید امیر کلالؒ نسفؔ میں تھے۔ مجھے داعیہ پیدا ہوا کہ امیر کی خدمت میں چلا جاؤں۔ بخارا سے بہت جلدی کے ساتھ میں روانہ ہوا۔ جب میں امیرؒ کی خدمت میں پہنچا۔ تو فرمایا کہ ''فرزند بہاؤالدین! خوش آمدی، عین موقعہ پر تم آ گئے۔ کافی دنوں سے خمدان کیلئے لکڑیاں کاٹ پڑی ہیں۔ ایسا کوئی نہیں ملتا کہ خمدان کے قریب وہ لکڑیاں لائے۔ وہ لکڑیاں کیکر کی خاردار تھیں۔ ننگی پیٹھ پر میں اسے لایا اور بدستور شکر ادا کرتا رہا۔ یہاں تو نامناسب باتیں کہی جاتی ہیں۔ قہر و غصہ کیا جاتا ہے۔ چند دنوں تک اس غدیوتی درویش کی حالت کافی خراب ہوگئی اس پر کافی بوجھ پڑ گیا۔ جب تک حضرت خواجہؒ کے والد صاحب نے اسکی سفارش نہیں کی تھی اسے معافی نہ ملی اور صحبت شریف سے محروم رہا۔

حضرت خواجہ علاؤالحق ؒ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ سے وابستگی کے اوائل میں جبکہ میں آپؒ کی خدمت میں مقبول ہوگیا۔ تو آپؒ کی محبت مجھ میں اتنی

سرایت کر گئی تھی کہ میں بے قرار اور بے آرام رہتا۔ اور کسی بھی وقت آپ کی صحبت شریف سے پیچھے رہنا برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ایک دن آپؒ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ''تم مجھے دوست رکھتے ہو، میں تمہیں دوست رکھتا ہوں''۔ میں نے کہا۔ ''اے مخدوم! اس فقیر کی طرف آپؒ کا کیا التفات ہو سکتا ہے، میں آپؒ کو دوست رکھتا ہوں''۔ خواجہؒ نے فرمایا کچھ دیر کے لئے ساکن ہو جا کہ تمہارا حال معلوم ہو جائے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے وجود میں آپؒ کی محبت سے کچھ بھی باقی نہیں تھا۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اب، تمہیں معلوم ہو گیا کہ محبت میری طرف سے تھی۔

''اگر معشوق کی جانب سے محبت نہ ہو۔ تو بیچارے عاشق کی طلب اپنے مقام پر نہیں پہنچ سکتی''، اگر محبوب حقیقی قبولیت کا نقاب اپنے چہرے ''یُحِبُّھُمْ'' سے نہ ہٹائے تو کس کی طاقت تھی کہ ''وَیُحِبُّوْنَہٗ'' کے پردے میں قدم رکھ سکے''۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ چھت کے اوپر تھے اور بہت درویش حضرات بھی آپؒ کے ساتھ تھے۔ نہایت خوشگوار صحبت تھی، حضرت خواجہؒ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم نے مجھے پیدا کیا ہے یا ہم نے تم کو پیدا کیا ہے؟''۔ سب نے عرض کیا کہ ''ہم نے آپؒ کو پیدا کیا ہے''۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: ''اگر تمہاری بات سچی ہو تو مجھے پیدا کرو'' یہ بات فرماتے ہوئے آپؒ اپنے ساتھیوں کی نظر سے فوراً غائب ہو گئے۔ آپؒ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی لیکن اس چھت پر آپؒ کو نہ پا سکے۔ سارے حیران ہو گئے۔ اسکے بعد حقیقت حال کو درویش صاحبان سمجھ گئے۔ انہوں نے معافی مانگی اور کہنے لگے کہ حق بات یہ ہے کہ آپؒ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اگر آپؒ کی مہربانیوں کی کشش نہ ہوتی تو آپؒ کی صحبت قبولیت میں کون راہ پا سکتا؟۔ ساتھیوں کی اس عذر خواہی کے بعد دیکھا کہ آپؒ وہاں چھت ہی پر موجود ہیں جہاں پہلے تھے۔ سارے درویش حیران ہوئے اور یہ واقعہ آپؒ کی محبت کی زیادتی کا باعث بنا۔

اسی درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ سے میری محبت کی وجہ یہ ہوئی کہ

میں اپنے لڑکپن میں صغافیانؔ سے بلدہ فاخرہ بخاؔرا کی طرف گیا۔ اور علماء کے ساتھ نشست وبرخاست کرتا تھا۔ اسی اثنا میں حج بیت اللہ شریف کا داعیہ میرے دل میں پیدا ہوا۔ حج کی ادائیگی کے بعد پھر بخارا کی طرف آ گیا۔ حالانکہ میرا نفس کافی سرکش ہو گیا تھا۔ اور مجھ میں تکبر پیدا ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ میری حالت خراب ہو جائے اور بدبختی مجھ پر مسلط ہو جائے۔ اسی حالت میں میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ صحبت میں شامل ہوں وہاں بہت سے درویش موجود تھے۔آپؒ نے مجھے اپنے قریب کھینچا اور میری گردن پر ایک تھپڑ مارا۔ میری حالت تبدیل ہو گئی۔ میں رونے لگا۔ حضرت خواجہؒ نے مجھے آواز دی کہ خاموش! یہ رونے کی کونسی جگہ ہے؟ اور فرمایا کہ اگر تم نہ روتے تو تمہارا کام اسی ایک صحبت میں مکمل ہو جاتا اور اگر تم خاموش نہیں ہوتے ہو تو اپنا حال سچ سچ بتاؤ کہ اپنے آپ کو کس طرح دیکھتے ہو؟۔ میں نے کہا کہ میں اپنے وجود کو اس وقت گندگی جگہ پاتا ہوں۔ اور ہر طرف اس سے گندگی خارج ہو رہی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے ۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر ہماری صحبت میں نہ پہنچتا تو بے ایمان مر جاتا۔

حضرت خواجہؒ کے ایک درویش نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت خواجہؒ کی صحبت میں شامل ہو جاؤں۔ اسی خاطر میں تاشکنؔ سے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ میں میری ضعیفہ (بیوی) نے چند درہم اس غرض سے دیئے کہ میں اسے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کروں۔ میں نے ہر چند اس سے پوچھا کہ کس وجہ سے اسے خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے؟ تو اس نے کچھ بھی نہ کہا۔ جب میں نے وہ درہم حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کیے تو آپؒ نے فرمایا (تبسم کرتے ہوئے) کہ ان درہموں سے فرزند کی بو آتی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی دعا کی برکت سے مجھے بیٹا عطا فرمایا۔ جس وقت کہ نقل کنندہ یہ قصہ مجھے سنا رہا تھا اسکا وہ بیٹا بھی اس مجلس میں موجود تھا۔

منقول ہے کہ ہمارے حضرت خواجہؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کی صحبت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

''جس نے اسے پایا تو عظیم دولت پائی'' اسی نعمت سے محروم رہ جانے کی وجہ سالک سے کوئی نہ کوئی کوتاہی صادر ہونا ہے۔ اس زمانے میں جبکہ یہ ضعیف بندہ حضرت خواجہؒ کی صحبت شریف میں شامل ہونے کی خاطر سمرقند سے بخارا گیا۔ تو آپ کے ساتھیوں کا معمول یہ تھا کہ حتی الوسع آپؒ ہی کی صحبت میں آپؒ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ بالخصوص نماز فجر۔ چنانچہ یہ معمول ایک دفعہ اس فقیر سے فوت ہوگیا۔ اور میں نماز فجر باجماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ میرے دل پر بوجھ پڑ گیا اور اسی حال میں آپؒ کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے چاہا کہ فجر کی نماز آپؒ کی مسجد کی راہ میں ادا کروں۔ میں رکعت اول کو بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کر سکا۔ میرا بوجھ زیادہ ہوگیا۔ اسکے بعد اس غرض سے تیزی سے گیا کہ جب حضرت خواجہؒ مسجد سے باہر نکلیں گے تو آپ کو سلام کرونگا تاکہ یہ دولت مجھ سے فوت نہ ہو۔ میں اسی انتظار میں تھا جب میں نے آپؒ کو سلام کیا تو آپؒ نے اسکا جواب دیا اور آہستہ سے میرے کان میں فرمایا کہ جب کسی سے کوئی قصور سرزد ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت سے دور ہو جاتا ہے۔ اس سے میرا بوجھ مزید بڑھ گیا اور یہ حال اس وقت تک جاری رہا جب تک نماز ظہر کا وقت نہ ہوگیا۔ حضرت خواجہؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک دوست کے گھر گئے جہاں آپؒ نے مجھے اپنے قریب بٹھایا اور یوں فرمایا ''حضرت عزیزانؒ سے پوچھا گیا۔ ''مسبوق قضائے مسبوقانہ کیلئے کس وقت اٹھے؟'' انہوںؒ نے فرمایا کہ نمازِ فجر سے قبل کہ اسکی نماز باجماعت فوت نہ ہو جائے۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ حضرت خواجہؒ کی صحبت شریف میں شامل ہونے کی غرض سے ایک دفعہ میں نسف سے حاضر ہوا۔ آپؒ اس وقت اس باغ میں تھے جہاں اب آپؒ کا مزار شریف ہے۔ اس موقع پر آپؒ اکثر باتیں اولیائے کرامؒ کے فضائل کے بارے میں فرماتے تھے۔ چنانچہ فرمایا ''ہماری خوابگاہ یہاں ہوگی''۔ اشارہ اسی جگہ کی طرف فرمایا جہاں اب آپؒ کا مزار شریف ہے۔ یہ اشارہ آپؒ نے اپنی وفات سے بہت قبل کیا تھا۔

منقول ہے کہ جب بھی کوئی عزیزؒ فوت ہو جاتا تو ہمارے حضرت خواجہؒ یہ حدیث شریف پڑھتے۔ ''موت، مومنوں کیلئے راحت ہے''۔ اس صحیح حدیث کی تاویل یہ ہے کہ موت، اللہ تعالیٰ کی راحت، ملاقات کا وسیلہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے سوا مومن کو راحت نہیں ملتی''۔ وجہ یہ ہے کہ بدن لقائے الٰہی کے درمیان ایک حجاب ہے۔ جس کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات ممکن نہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ ''دنیا، مومن کیلئے جیل خانہ ہے'' اس راحت سے مشرف ہونے کیلئے پہلے موت کو چکھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے کہ'' موت ملاقات الٰہی کا باعث ہے''۔ آپؒ موت کو اکثر یاد کرتے تھے۔ خصوصاً اپنے آخری ایام میں اور فرماتے تھے کہ دوست حضرات چلے گئے۔ وہ جہان (آخرت) انتہائی بہتر ہے اور اس کے بعد خواجگان حضرات کے طبقات کو یاد فرماتے اس عرصہ میں رحلت فرما گئے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے عائشہؓ! میرے دوست اور برادر اولوالعزم رسولوں میں سے وہ حضرات بھی ہیں کہ اس سے زیادہ سخت حالات پر انہوںؑ نے صبر کیا اور اسی حالت میں دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے۔ ان کو بڑا ثواب اور نیک اجر بخشا اور میرے نزدیک اپنے دوستوں اور بھائیوں سے ملنے کے سوا اور کوئی چیز محبوب نہیں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک اس موقعہ کا ہے جب حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ اور حضرت عائشہؓ نے اس بارے میں درخواست کی تھی چنانچہ اس واقعہ کے بعد ایک ہفتہ کے اندر آپ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

قطب ذیشانؒ حضرت عبدالوہابؒ سے منقول ہے، کہ جب ہمارے حضرت خواجہ دفن کئے گئے تو حدیث: ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے'' کے مطابق، آپؒ کے سامنے سے قبر میں آپؒ کے لئے جنت کا دریچہ کھول دیا گیا۔ دو حوروں نے آ کر سلام کیا اور کہا کہ ہم آپؒ ہی کیلئے ہیں۔ جب سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس وقت سے ہم آپؒ کی خدمت کی منتظر ہیں'' حضرت خواجہؒ نے فرمایا

میرا اللہ تعالیٰ سے عہد ہے کہ جب تک میں اللہ تعالیٰ کے دیدار مبارک کا شرف حاصل نہ کرلوں اور ان تمام حضرات کی شفاعت نہ کرلوں جو مجھ سے وابستہ ہو چکے ہیں اور مجھ سے سنے ہوئے کلمہ پر عمل کرتے ہیں تو میں کسی اور کام میں میں مشغول نہ ہونگا۔

ایک دانشمند عالم سے منقول ہے کہ جب ہمارے حضرت خواجہ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے اس وقت میں ولایتِ کشؔ میں تھا۔ اس خبر کو سننے سے میں بڑا غمگین ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ پھر مدرسہ میں نہیں جاؤنگا۔ اسی رات میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ ''اگر (پیغمبرؐ) فوت ہو جائے یا قتل کیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''زید بن حارثہؓ نے فرمایا ہے'' جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے حضرت خواجہ کا اشارہ سمجھ لیا کہ حضرت خواجہ ان تمام روحانی تعلق رکھنے والوں پر بعداز رحلت بھی توجہاتِ عالیہ مرکوز فرماتے رہیں لیکن اس جملے کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ ''زید بن حارثہؓ نے فرمایا ہے'' جب عنقریب میں نے آپؒ کو پھر خواب میں دیکھا تو اس کا مطلب مجھے یوں سمجھایا کہ ''زید بن حارثہؓ نے فرمایا ہے کہ ''دین ایک ہے'' آپؒ کا یہ اشارہ ہمیشہ میرے ملحوظ خاطر رہا۔ یہ خواب آپؒ کی حقانیت کی دلیل ہے کہ حیات اور ممات دونوں میں بندگانِ خدا کو راہِ راست بتاتے ہیں اور جو بھی بتاتے ہیں وہ کتاب و سنت، آثارِ صحابہؓ اور سیرِ صالحینؒ سے بتاتے ہیں۔

تمت بالخیر

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء
الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب، جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب،
اور الاستاذ محمد انور مگھالوی صاحب سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ان شاء اللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ۔ کراچی ○ پاکستان

جلد اس علمی کارنامے کو منصہ شہود پر لانے کا شرف حاصل کرے گا۔

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی

یادگار تصانیف

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اور اوراد و وظائف کا مجموعہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

فون:
گنج بخش روڈ، لاہور 7221953-7220479
فیکس 7238010
۹۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور 7225085-7247350
۱۴۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 2210212-2212011
2630411